

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222061

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۲۳۷ Accession No. ۱۲۰۲۳
Author ۲ - ۲ مری سیم
Title کتابت مری ۱۴۰۴۳

This book should be returned on or before the date
last marked below.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّوَلُّوا إِلَيْنَا فَأَنْظِرُوا بَعْدَنَا إِلَى الْآخِرَةِ

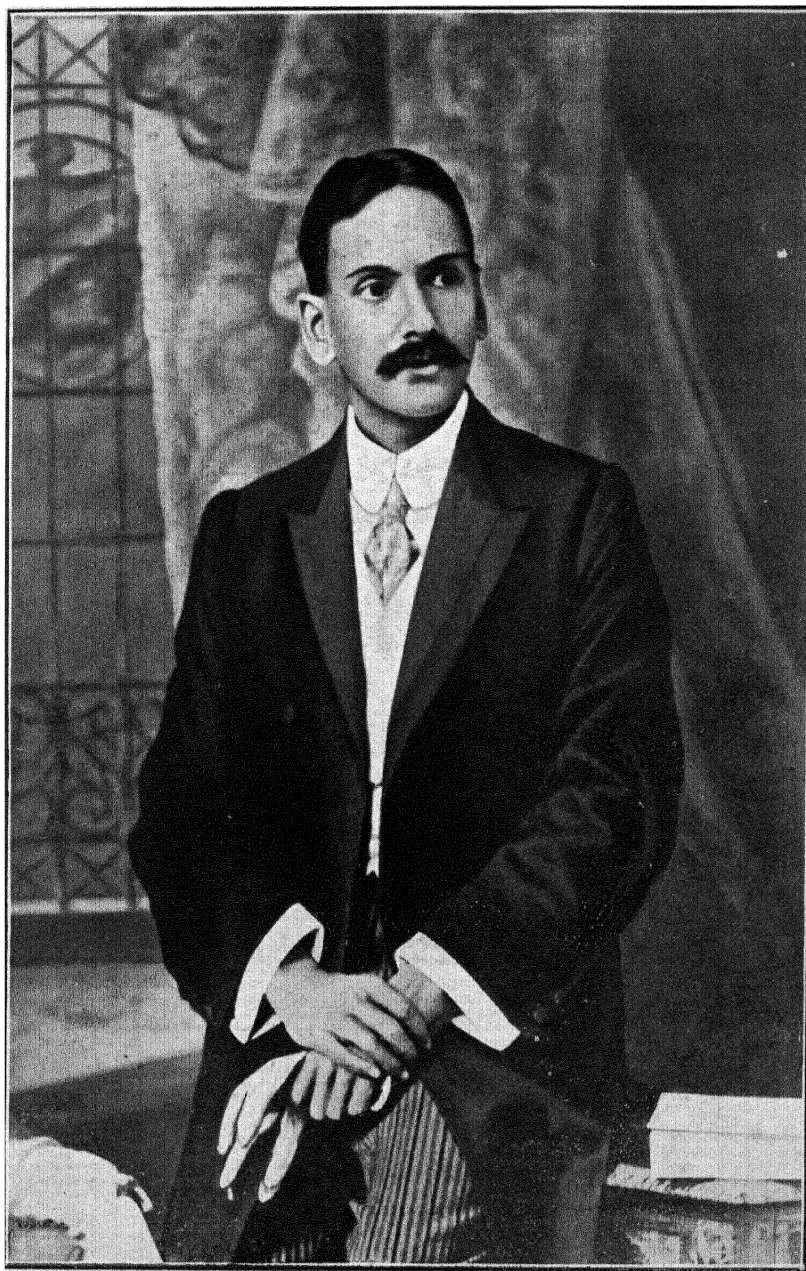
مکاتیب سی

ہدی حسن فادی الاقتصادی کے وہ خطوط جو انھوں نے
اپنے دوستوں کے نام لکھے

تیسرے
ہدی بیگم

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
...	تصویرِ یرایم ہمدی حسن
۳ - ۱	چند سطرین (از ہمدی بیگم)
۱۶ - ۲	ہمدی کے خطوط (از مولانا سید سلیمان ندوی)
...	عکسِ تحریرِ یرایم ہمدی حسن
۳ - ۱	مولانا حالی مرحوم کے نام
۸ - ۲	مولانا شبلی مرحوم کے نام
۲۶ - ۹	مولانا سید سلیمان ندوی کے نام
۹۸ - ۴۷	عبدالمجاہد دریابادی بی اے کے نام
۱۲۱ - ۹۹	مولوی عبدالباقی ندوی کے نام
۱۳۵ - ۱۳۲	مولوی سید مقبول احمد سدنی کے نام
۱۶۰ - ۱۳۶	خان بہادر ناصر علی مرحوم کے نام
۱۷۴ - ۱۶۱	جناب ہوش بگرامی کے نام
۱۷۹ - ۱۷۵	مولوی عبدالرزاق کے نام
۱۸۰	لسان الملک حضرت پاجن خیر آبادی کے نام
۱۸۶ - ۱۸۱	جناب عبد المجید صاحب کے نام
۱۹۵ - ۱۸۷	جناب دلگیر آبادی مرحوم کے نام
۲۳۸ - ۱۹۶	مولوی محمد فراغ صاحب کے نام
۲۹۲ - ۲۳۹	مولوی شیخ محمد صاحب کے نام
۳۰۰ - ۲۹۵	بابو ابو ظفر صاحب کے نام
۳۰۲ - ۳۰۱	حاجی محمد عبد الرشید خان صاحب کے نام



ایم ہمدی حسن

چند سطوریں

(از ہمدی بیگم)

افادات کی اشاعت کے سلسلہ میں جون ۱۹۲۲ء میں میں نے مرحوم کے خطوط کی اشاعت کا وعدہ کیا تھا جس کے ایفاء کے وعدہ کے لئے اکثر اصرار کیے تھے۔ وقتاً فوقتاً میرے پاس آئے۔ لیکن پے درپے افکار اور حادثوں نے مجھے اب تک اسکا موقع نہیں دیا۔

اول تو مرحوم ہی کی دائمی جدائی! میری روحانی موت تھی۔ یہ ایسا کاری زخم تھا جو میرے دل میں ناسور بن کر رہ گیا، جسے سوائے موت کے دنیا کی کوئی قوت مندمل نہیں کر سکتی تھی، اس نے میرے دل و دماغ کو شکار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بیکار کر دیا۔ آہ! حقیقی محبت کا تعلق روحانی ہے۔ وہ کسی حال میں فنا نہیں ہو سکتی۔

اس پر میرے انیس سال کے نوجوان بچے شاہد کی موت میرے لئے قیامت پر قیامت تھی، جس نے میرے رہے سہے دل و دماغ کو بھی قریب قریب فنا کر دیا۔

شاہد نے دل قریب قریب اپنے باپ کا پایا تھا، اس میں خاص طرح کی شرافت نفسی، انتہائی ہمدردی اور زبردست ایثار تھا۔ اسکی ہمدردی میں میں اپنے لئے ایک خاص طرح کا سکو پاتی تھی۔ وہ میری افسردگی اور آنسوؤں کے برداشت کی اپنے دل میں اب نہیں رکھتا تھا۔ ایسے موقعوں پر میرے گلے میں اپنی باہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ جاتا تھا، اور بھڑکی دیر کے لئے میرے دل غم کو اپنے سچے آنسوؤں کی بارش سے دھو دیتا تھا۔

میں تو ماں ہی تھی، لیکن وہ اپنی سعادت مندی، فراں برداری اور خاص طرح کی محبت سے

اپنے خاندان بھر میں ہر دلعزیز تھا۔ بلکہ غیر بھی اس کے دل میں تھے۔ غرض وہ میری بہت بڑی لبت تھی جو ہمیشہ کے لئے مجھ سے چھین گئی۔

بس شاہد کی موت میری اپنی موت تھی۔ لیکن نہیں! موت تو ابدی راحت ہے۔ اور مجھ پر تو اسے دن جو ہمیں گھنٹوں میں نہیں معلوم کتنی بار سکرات کی سی کیفیت طاری ہوتی رہتی ہے۔ تاہم اس سخت روحانی اذیت میں مجھے ایک طرح کی راحت ملتی ہے کہ مرنے والوں کے لئے اپنی بقیہ زندگی بھی سوگواروں سے گزار دینا ہی شرط وفا ہے۔

غرض اپنی زندگی سراپا غم و الم سے لبریز ہونے کے بعد بھی اسکی بے قراری بدستور میرے دل میں قائم رہی کہ میں اپنی زندگی میں افادات کی طرح مرحوم کے خطوط کا مجموعہ بھی شائع کر سکوں۔ اس کا افسوس ہے کہ مرحوم کے بہت سے خطوط حاصل نہ کر سکی، خاص کر مولانا بشیر مرحوم کو انھوں نے کیسے کیسے بہترین خطوط لکھے۔ لیکن مولانا مرحوم نے باوجود اتنے خصوص اور قدر دانی کے ساتھ بھی خطوط کو محفوظ نہیں رکھا۔ باقی اور مرحوم کے خاص خاص احباب نے اپنے نام کے خطوط محفوظ رکھے تھے، وہ مجھے ملے اور کچھ خطوط کی نقیصں مرحوم کے فائل میں ملیں۔ مرحوم کے علمی احباب کے علاوہ ان کے ہم وطن احباب کے نام کے خطوط بھی ہیں جن میں خاص کر بھائی محمد فراغ صاحب مرحوم اور بھائی شیخ محمد صاحب مرحوم، آپ دونوں صاحبان مرحوم کے بہت ہی گہرے دوستوں میں تھے۔

بھائی محمد افروز صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادہ محمد ذکی صاحب سے بڑی طرح کی جمیلہ سگیم کی شادی ہوئی۔ پھر مرحوم کی وفات کے کچھ دنوں بعد پیسے بھائی شیخ محمد صاحب نے

وفات پائی۔ اسکے بعد بھائی محمد افرغ صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔

خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی زندگی میں مکاتیب کی تکمیل کر سکی۔ یہاں تک کہ اسکے ساتھ ہی مجھے نہایت دلی رنج بھی ہے کہ جس پایہ کی طباعت میں چاہتی تھی بالکل اسکے برعکس ہوئی جس سے مجھے روحانی اذیت پہونچی۔

میں نے مرحوم کے ایک دوست سے مکاتیب کی اشاعت کی خواہش ظاہر کی اور اس ناکید کے ساتھ کہ نہایت اعلیٰ پایہ پر کتابت و طباعت ہو۔ اسکے لئے انھوں نے مجھ سے قطعی وعدہ کیا پھر بھی میں نے برابر تحریک کے ذریعہ ان پر ناکید جاری رکھی۔ اور وہ ہر بار اپنے زور دار الفاظ میں مجھے مطمئن کرتے رہے۔ لیکن باوجود میری ان کوششوں کے انھوں نے خود کوئی نگرانی انہیں کی بلکہ دوسروں کے ہاتھوں میں دیدیا جس کا علم مجھے اُس وقت ہوا جبکہ کتاب چھپ کر قریب تکمیل کے پہونچ چکی۔

بجور ا بعد میں میں نے وطن کے ایک پریس سے جہاں تک ممکن تھا اسکی اصلاح کرائی۔

اگر مرحوم کے ادبی موتیوں کے قدرواں احباب و معلم دوست پبلک نے اسکی قدر کر کے میری ہمت افزائی کی تو انشاء اللہ اسکے بعد ہی بشرط حیات میں خاص اپنے نام کے اور لڑکیوں وغیرہ کے مفائدانی خطوط کا مجموعہ بھی شائع کرونگی۔

میں ولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی نہایت ممنون ہوں کہ اپنے مکاتیب کے لئے دیباچہ لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی جس کا بہت بہت شکریہ۔

سگوار مہدی بیگم
بسن پور۔ گوردھ پور
جون ۱۹۳۷ء

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مہدی کے خطوط

(حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صفا)

خط کیا ہے؟ آپس میں دو آدمیوں کی بات چیت! اس بات چیت کو کاغذوں میں محفوظ رکھنے کا دستور بہت پرانا ہے۔ بادشاہوں اور وزیروں کے حکم حکام کے چھوٹے چھوٹے فقرے جو بلا غنت کی جان ہوتے تھے اور توقیعات کہلاتے تھے یاد رکھے جاتے تھے۔ عیسائیوں میں مقدس حواریوں کے خطوط کی خاص اہمیت ہے، اور وہ مجموعہ انجیل کے ضروری جز خیال کئے جاتے ہیں، اور قبول کے ہاتھوں سے لئے اور ادب کی آنکھوں سے پڑھے جاتے ہیں۔

لیکن جہاں تک میرا علم ہے خطوط کی نگہداشت اور یادداشت کو جو کثرت اور وسعت مسلمانوں کے دُور میں ہوئی۔ وہ اس سے پہلے نہ تھی۔ مسلمانوں نے پہلے خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کو محفوظ رکھا۔ روایتوں میں ان کا اتنا بڑا مجموعہ ہے کہ بہت سے عالموں نے اُن کو الگ کر کے اُن کی کتابیں بنائی ہیں۔ دوسری سہی میں امام مالکؒ کا خط ہارون رشید کے نام اور امام لیثؒ کا خط امام مالکؒ کے نام خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے دہائیوں، سامانیوں، غزنویوں اور سلجوقیوں کی حکومتوں میں اہل قلم ادیبوں کو اپنے خطوط اور مراسلات کے جمع کرنے کا خیال ہوا۔ اس خیال کی تحریک دودھوں سے ہوئی۔ ایک نوکیہ کہ چونکہ ان عجیب بادشاہوں کی زبان فارسی اور ان کی حکومت کی زبان عربی تھی، اس لئے ان

بادشاہوں کو ایسے محکمہ اشاعت کی ضرورت ہونی، جہاں ایسے اہل قلم موجود ہوں جو فارسی و عربی و دو زبانوں میں پوری مہارت رکھتے ہوں۔ اس ضرورت نے ہنگ پیدا کی، اور ہنگ نے نئے مطلوبہ کو پیدا کرنا شروع کیا۔ اس سے انشاء کا ایک فن پیدا ہوا، اور منشی پیدا ہوئے جو بڑی محنت اور جان کا ہی سے شاہی فرمان اور مراسلے تیار کرتے تھے، اور چونکہ ان کو وہ بڑی محنت سے تیار کرتے تھے اس لئے وہ جانتے تھے کہ ان کے اس خون جگر کا کوئی قطرہ ضائع نہ ہونے پائے۔

اس سے دوسری وجہ بھی پیدا ہوئی، یعنی یہ کہ چونکہ انشاء کا ایک خاص فن پیدا ہو گیا تھا اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے لائق منشیوں کی خریدوں کی ایک ایک سطر اس کی قدر جاننے اور پہچاننے والے جمع کرنے لگے۔

ادیبوں میں صابانی، صاحب درعما و کاتب کے زمانہ سے لیکر مثل السائر کے مصنف ابن عبد الکرم تک بیسیوں اہل انشاء ہیں جن کے خطوط اور مراسلے ادب کے خزانوں کے بیش قیمت موتی ہیں۔ ہندوستان کے شاہی منشیوں میں علامہ ابو الفضل کے خطوط و منشاءت سے پہلے کی کوئی چیز ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ اسکے بعد تو شاید ہی کوئی فارسی کا انشاء پرداز غالب تک ایسا گزرا ہو جس نے اپنی عمر کی محنت کی یہ کمائی نہ چھوڑی ہو چنانچہ انشاءت، منشاءت اور رقعات کے طرح طرح کے گلدستوں سے فارسی کی بزم ادب رشک گلستاں ہے، اور عالمگیر کے رقعات اس جہن کے سدا بہار پھول علماء و صوفیوں میں امام غزالی المتوفی ۵۰۵ھ کے مکتوبات سے پہلے کی کوئی چیز ہمارے سامنے نہیں۔ صوفیانہ مکتوبات کے سلسلہ میں بھی ہندوستان کا نمبر سب ٹکوں سے آگے ہے۔ دُنیا میں جب تک تصوف کی دھاریں بہتی رہیں گی مکتوبات شیخ شرف الدین مینریؒ کی اور مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

کے کوثر و سلسبیل روحانی پیاسوں کی پیاس کو بجھاتے رہیں گے۔

اُردو میں غالب نے جب سے ادب کے گرم مجرمین عودِ ہندی جلایا ہے اُردو سے معلیٰ کی محفل اُسکی خوشبو سے بس گئی ہے۔ علماء اور صوفیہ کے خطوط اور مکتوبات تو اپنی روحانی برکتوں، علمی بحثوں اور مذہبی حقیقتوں کے سبب سے ہماری عقیدت مند یوں کا صحیفہ ہیں۔ مگر غالب کے خطوط میں جو مزا ہے وہ صرف ادبی نکتہ پرداز یوں کے چٹکے سے ہے۔

مرزا غالب کیا کیا خونِ جگر کھا کر اپنے فارسی نامے لکھا کرتے تھے۔ مگر تقدیر کی عجایب کی دیکھئے کہ اُن کے اس خونِ جگر کا ایک قطرہ بھی ہمارے ادبی خزانہ کا کوئی قیمتی اصل نہ بن سکا اور اُنکی اُردو کے چند فقرے جو ہنستے بولتے، چمکتے اور چمکاتے اُن کی زبانِ قلم سے نکل گئے، اُن کا ہر لفظ قدر دانوں میں موتیوں سے زیادہ قیمتی ٹھہرا اور آج وہ ہمارے ادبی خزانہ کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔

اسکے بعد جو ادبی دور آیا اُس میں ادبِ شاعری کے نکتہ پردازوں اور مکاتِ ملت کے خدمتگزاروں کے بہت سے خطوط جن کو قدر دانوں نے تعویذ بنا کر رکھا تھا چھاپ کر اس تبرکِ دفعِ عالم کیا۔ سر سید کے خط، مولانا حالی کے نامے، نواب محسن الملک کے مکتوبات، مولانا ذریعہ احمد کے نصائحِ منشی امیر احمد صاحبِ امیر مینائی کی تحریریں، اکبر مرحوم کے عنایت نامے، اور مولانا شبلی کے تہنیک چمکے ہماری زبان کے خزانہ کا سرمایہ بنے۔

اب ہماری زبان کے ایک ایسے ادیب کے خطوط کا مجموعہ شائع ہو رہا ہے جو نہ کوئی قومی زہر تھا، نہ شاعر تھا، نہ مصنف تھا، نہ عالم تھا، نہ پیشوا تھا، نہ ناصح شفیق تھا، نہ بُصِّلِ وقت تھا، نہ سیاست کا علمبردار تھا، اسکے باوجود اسکے خطوط میں وہ لطف تھا جس کی گھلاوٹ سالہا سال گزرنیکے بعد بھی

زبان کو اب تک یاد ہے، اور یقین ہے کہ جب تک زبان چلتی رہے گی اسکا مزہ پھیکا نہ ہوگا۔

ہمدی مرحوم کے خطوط پر نقد و ترصرو کرنا اور انکی خوبیوں کو ایک ایک کر کے دکھانا ایسا ہے جیسے کسی خوش رنگ اور خوشبو پھول کی ایک ایک پنکھڑی کو توڑ کر کوئی ستمگار قدرت کی صناعت کی داد دے۔ وہ پھول ہیں پھول۔ پھولوں کی قدر یہی ہے کہ آپ ان سے لطف اٹھائیں اور بس! جہاں اپنے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے وہ مرجھانے لگے اور نازک تپیاں آپ کی انگلیوں کی سختی سے جھڑنے لگیں۔ بہتر سے بہتر صورت نراکت و لطافت کی ان تصویروں کے لئے یہی ہے کہ دور ہی سے ان کی خوشگامی، خوش رنگی، خوش قاستی اور خوشبوئی کی تعریفیں کی جائیں، اور ان سے خود لطف اٹھائے اور دوسروں کو لطف اٹھانے لے۔

ہمدی مرحوم کے ادب پر بہتر سے بہتر جو رائے دی جا سکتی ہے وہ وہی ہے جو انھوں نے آپ شمس العلماء آزاد کی نسبت ظاہر کی ہے۔ کہتے ہیں:-

”سر سید سے معقولات الگ کر بیچے تو کچھ نہیں رہنے۔ نذیر احمد بغیر مذہب کے

نقد نہیں توڑ سکتے۔ شبلی سے تاریخ لے بیچنے تو قریب قریب کرے رہ جائیں گے۔ حالی بھی

جہاں تک شراعتوں ہے سوانح نگاری کے ساتھ چل سکتے ہیں۔ لیکن آقائے اردو یعنی

پروفیسر آزاد صرف انشا پرداز ہیں جن کو کٹنی سہائے کی ضرورت نہیں۔“

(افادات ص ۲۵۲)

یعینہ یہی بات ہمدی مرحوم پر چسپاں ہوتی ہے، اور وہ صرف انشا پرداز تھے جن کو کسی اور

سہائے کی ضرورت نہ تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ آزاد مرحوم کے لٹریچر کا اثر ان کی زبان کی لطافت

و نفاست پر پورا پورا پڑا تھا۔ یہ بات آج نہیں کہی جا رہی ہے بلکہ ہماری زبان کے ایک بہت بڑے

ادیب نے جس کا معیار بڑا اونچا تھا، اُس وقت کہی جب ہمدی مرحوم ادبی نشو و نما کی عمر میں تھے۔
مولانا شبلی ان ہی کو لکھتے ہیں:-

”مضمون دیکھا، نیچے ہمدی حسن کے دستخط تھے۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہی زرا پوری
دوست ہیں یا نذیر احمد و آزاد کی دور وحوں نے ایک قالب اختیار کیا ہے۔ کئی دن
تک دیکھتا اور اجاب کو دکھلاتا ہوں۔“
(مکاتیب شبلی ۲ ص ۲۵۹)

”جس ادبی عامل کی آنکھوں نے نذیر احمد اور آزاد کی دور وحوں کو ایک قالب میں ڈیکھ لیا،
اُس نے بڑی سے بڑی داستانِ تنقید کو دو لفظوں میں اس طرح سمیٹ لیا ہے کہ اُن کو پھیلانے
تو صفحے کے صفحے رنگ جائیں۔ لیکن ان دو لفظوں کو دو جملوں میں پھیلانا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں
کہ آزاد کی ادبی نفاست و لطافت اور نذیر احمد کی چہل اور خوش طبعی اگر یکجا دیکھنا ہو تو ہمدی جو
کی قلمی مخلوق کو دیکھئے۔“

آجکل کی رنگ و بو کی دُنیا ”ادب لطیف“ پر مٹ رہی ہے۔ پیرس کی ازمین نے ایک
عالم کو اپنی عشوہ گرمی سے مسحور کر رکھا ہے۔ مشرقی زبانوں میں فرانسیسی زراکت کا بار جس نے پہلے اُٹھایا
وہ مشرق کا وہ سپاہی ہے جس کا سینہ کم سے کم تین سو برس سے یورپ کے مشرق ناز کا نشانہ ہے یعنی
ترک، ترکوں نے جب بیداری کی نئی کروٹ لی تو پیرس ہی کی مجبور کو پہلو میں پایا، اس لئے فرانسیسی
ہی کی تعلیم اُن میں پھیلی اور اس لئے نئی ترکی زبان پر فرانسیسی ادب کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ ہندوستان کی
تقدیر نے سچا وحید راہیک علیگ طالب العلم کو ترکی پڑھوایا اور اس لگاؤ سے ترکی سلطنت میں برطانوی
سفارت کیسٹلے کا رُہ ڈھرایا۔ اس نے ”زبانِ قریب“ کے ساتھ اس کو ترکوں کا ”مکانِ قرب“ بھی بخشا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ملہ دم بن کر آج سے پینتیس برس پہلے ترکی مفتوحات کو ہندوستانی مقبوضات کی صورت میں بدلنا شروع کیا، اور یہ پہلا موقع ہے جس میں ہماری زبان نے اُس دب لطیف کے نمونے دیکھے جن کی منہ شدہ تصویریں آج ہر اردو رسالہ کے صفحوں میں نظر آتی ہیں۔

تہمدی مرحوم فراموشی نہیں جانتے تھے اور ترکی کی نسبت تو وہ بے مائل کہہ سکتے تھے:-

ع زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دامنم

وہ انگریزی ادب کا علم بھی کچھ زیادہ نہیں رکھتے تھے، یعنی انگریزی کی کوئی اعلیٰ ڈگری نہیں پائی تھی۔ لیکن جو دل و دماغ اور اُن سے بڑھ کر جو ذوقِ سلیم انھیں ملا تھا وہ بڑا اعلیٰ تھا۔ اس لئے انگریزی اور عربی و فارسی کی جو تعلیم اُن کو ملی تھی اُس نے کیست کا معاوضہ کیفیت میں کر دیا۔ پچاس برس کے تجربہ نے بتایا ہے کہ نئی روشنی کی بہترین شعاع وہ ہے جو جدید و قدیم تعلیم کی مثبت و منفی برقی لہروں کے ملنے سے نکلتی ہے۔ ان دونوں بجلیوں کو علیحدہ کر دیجئے تو نئی یا پُرانی کوئی روشنی پیدا نہ ہوگی۔ تہمدی مرحوم میں یہ دونوں بجلیاں تھیں اور انھیں کی رگڑ سے اُنکے قلم کی بتی روشن تھی۔ آپ آگے اُن کے خط پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ نئے معنوں کے لئے پُرانے لفظ اور انگریزی ترکیبوں کیلئے مشرقی طرزِ ادا کی ٹوہ میں کتنے رہا کرتے تھے۔

تہمدی مرحوم کی جان پہچان اور خط و کتابت کا حلقہ بڑا نہ تھا۔ پھر بھی چونکہ وہ لطفِ دا اور انشا پر دازی کے پروانہ تھے، اس لئے اُن کو یہ شمع جہاں بھی جلتی نظر آئی اُن کا پہونچنا ضرور تھا۔ اپنے عصر کے بڑے بڑوں سے لیکر چھوٹوں تک اُن کی لپک یکساں تھی۔ حالی، شبلی، ناصر علی دہلوی، (صلائے عام ولے) عبدالرزاق کانپوری (البرکہ ولے) اور ریاض خیر آبادی وغیرہ جیسے پُرانوں کے

کیا رنگیر اکبر آبادی (نقاد کے ایڈیٹر) جوش بلگرامی رائیٹر ذخیرہ حیدر آبادی عبد الماجد دریابادی، عبداللہ کی ندوی اور سلیمان جیسے نوجوانوں تک سے اُن کی مرسلت تھی۔ آہ! ان نوجوانوں کی نوجوانی کی یاد اب کاغذ میں رہ گئی۔ ان میں سے کتنے چل بسے اور جو ہیں وہ تیار بیٹھے ہیں۔

”غفلت ہے کہ ہم صحبت ابھی دوچار بیٹھے ہیں“

تہدی مرحوم کی خط و کتابت جن جن سے تھی وہ اُن کے خطوط کے عاشق تھے جس دن اُن کا خط ان میں سے کسی کے پاس پہنچتا وہ دن اُسکے لئے بڑی مسرت کا ہوتا، وہ آپ پڑھتا دوسروں سے پڑھواتا۔ ایک ایک فقرہ سے لطف اٹھاتا، اُن کے چھپے طعن و طنز کے تیردں سے جو رخم لگتا وہ بھی مرادیتا۔ وہ میری ”مولویت“ سے خار کھاتے تھے۔ اگر اُن کا بس چلتا تو اس ”جامہ عاریت“ کو وہ تار کر ڈالتے۔ مگر آخر چل کر اُن کو تسکین سی ہو گئی کہ اس ”مولویت“ کی گرائی اُنکے دوش لطافت پر بار نہو گی۔

ہم نوجوانوں (اب کہاں کے نوجوان!) میں اُن کا سب سے زیادہ میل اور میل خاطر ہمارے دوست مولوی عبد الماجد صاحب دریابادی کے ساتھ تھا۔ اُن سے خط و کتابت بھی زیادہ رہتی تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے مرحوم کی تعزیت میں جو مضمون ”ہم“ میں نومبر ۱۹۳۱ء میں لکھا تھا اُس میں مرحوم کے خطوط کی نسبت اُن کی قیمتی رائے ہے :-

”ارباب ذوق کے لئے اُن کے معنائیں سے بھی بڑھ کر قیمتی ان کے خطوط ہوتے تھے۔ ایک ایک سطر ادب و انشا کی جان ہوتی تھی۔ اپنی بصیرت و علم کے مطابق لکھتا ہوں کہ وہ موجودہ نئے ادیبوں میں شاید بلا استثنا کسی کے بھی خطوط اس قدر دلچسپ و پر لطف نہیں ہوتے تھے۔ جن خوش نصیبیوں سے سلسلہ مرسلت قائم تھا وہ شوق و ہشتیاق کے ساتھ جدید مکتوب کے منتظر رہتے اور پچھلے گرامی نام سے

ہفتوں طفت اندوز ہو کرتے۔“

یہ ہماری زبان کے ایک قابل ادب نقاد کی رائے ہے۔

خود ہندی مرحوم اس صنفِ ادب کے بہت ہی قدرداں تھے۔ وہ اکثر ادیبوں کے خط بڑی حفاظت سے رکھتے تھے، اور ان کو ”حرزِ جاں“ نہیں تو ”حرزِ ادب“ سمجھتے تھے۔ مکاتیبِ شبلی کے سلسلہ سے اپنے ایک دوست (ڈپٹی مولوی عبد المجید صاحب برادر مولوی عبد الماجد صاحب دریا بادی) کو لکھتے ہیں :-

”خطِ شریچہ کا ایک ایسا عنصر ہے جس میں لکھنے والے کے اہتمام کو چنداں دخل نہیں ہوتا۔ یعنی وہ یہ نہیں جانتا کہ کبھی اسکی اشاعت کی نوبت آئیگی۔ اس لئے سرسری خیال بھی اگر اس پایہ کا ہو کہ انشاپردازی اسکی بلائیں یعنی ہوتا یہ بھی کمال کا ایسا نسخہ ہے جس سے قطع نظر نہیں کی جاسکتی۔“

مکاتیبِ ہندی ص ۱۸۵

مکاتیبِ شبلی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے انھوں نے مجھے لکھا تھا جو مکاتیبِ شبلی کے مقدمہ میں شامل ہے۔

”بچ کی تحریروں میں چونکہ اہتمام کو دخل نہیں ہوتا، یعنی اظہارِ خیال میں صنعتگری طبع کی جگہ صرف آبدِ جذبات ہوتی ہے، اس لئے شریچہ کا یہ ایک ایسا اضطرابی حصہ ہے جو لکھنے والے کے مقبول انشاپردازی کی صحیح غمازی کرتا ہے۔ اچھے اچھے بولنے والوں پر جو شاعرانہ کو دیکھا کہ دو سطریں سیدھی سادی جنیں کہہ سکتے۔“

ان فقرہ میں ہندی مرحوم نے جس خیال کو بار بار دہرایا ہے اگر اسکو ان ہی کی زبان میں کہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ ”حسنِ تحریر کی وہ صنف جو אליف و تصنیف میں نظر آتی ہے وہ سراپا جہاں کی

جو اپنے جلوہ سربام کا احساس رکھتی ہے اور دیکھنے والوں کے لئے اہتمام آرائش کرتی ہے، اور
 حسنِ تحریر کی وہ صنف جو کارڈ کی چلمنوں اور لفافوں کی نقابوں میں چھپی ہوتی ہے وہ اپنے جلوہ
 سے پردہ اور تاک جھانک کرنے والوں سے بے خبر رہتی ہے اس لئے وہ تصنع اور تکلف کے غار
 ادب پوڈرا دسمی و اہتمام کی زینت و آرائش سے پاک ہوتی ہے۔ وہ فطرت کے سانچے میں ھلی
 ہوئی ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی وہ ہے۔ سال و سن کے عاشق کہتے ہیں :-

”سادگی گناہ ہے اس سن کے لئے“

ادب و سخن کے شائق بھی ایک جُزئی ترمیم کے ساتھ اس تجویز سے متفق ہیں :-

”سادگی گناہ ہے اس فن کیلئے“

اس ”فن“ سے مقصود خط و کتابت اور ج کی تحریروں کا اسلوب نگارش ہے کہ اگر سہیں
 بھی اہتمام و تصنع اور کاوش و تکلف کی نمائش ہو تو پھر وہ حسنِ فطری نہ ہوگا بلکہ اس ”چراغِ خانہ پر
 ”شیعِ بزم“ کی پھبتی درست ہوگی۔ یعنی ”حسنِ طبعی“ ”حسنِ کسبی“ بن جائے گا۔

۱۔ ممدی مرحوم کے خطوں کی بڑی خصوصیت یہی ہے کہ ان میں مصوری کا کمال نہیں تصویر
 فطرت کا جمال ہے۔ اُن کا حسین خیال اپنے پیکرِ نمودار کے لئے اپنی پسند کا لباس پہن کر جلوہ فروز ہے
 وہ آسمانِ اٹیج کے ستاروں کی طرح دوسروں کی پسند کا لباس پہن کر جلوہ فروز نہیں۔

۲۔ مرحوم کا قلم حد سے زیادہ چلبلا اور البیلا تھا، نوکِ قلم پر جواہرات آجاتی وہ ”ناگفتنی“ بھی ہوتی
 تو ”گفتنی“ ہو کر نکل جاتی، اور پھر اس طرح نکلتی کہ شوخی صدقہ ہوتی اور متانت مُسکرا کر آگمیں نہجی
 کر لیتی۔ چنانچہ مرحوم کے اس قسم کے فقرے اپنی عریانی کے باوجود جس قدر مستور ہیں وہ زیر لب دیکھے مستحق ہیں

”دیکھئے پھولوں کی سیج پر جوانی کی ورزش کی شائق اپنے چاہنے والے سے کیا کہتی ہے۔“

۲۹

دوسرا تیسرا یہ سچ ہے یہ بھی کیا کوئی شہر شہد ہے

ایک ”صاحب قلم“ کے نکاح ثانی کی ضرورت اور تحسین میں یہ فقرے کچھ زیادہ دکھانے کے محتاج نہیں۔

”دو آئینہ“ اچھی کھینچی ہوئی ہوتو نشاط ہستی کچھ اور بڑھ جاتا ہے۔ میں اس نشہ کا اثر آپ کے ٹرچر پر

دیکھنا چاہتا ہوں۔“ (ص ۴۳)

اس قسم کے مہیوں فقرے خطوط میں ملیں گے۔ بالقصد ان کو ناظرین کے سامنے لانا چونکہ ناظرین کی

”اتفاقی نظر“ کے لطف کو بردہ کرتا ہے اس لئے نگلی کا اشارہ ادھر کر کے چُب ہو جاتا ہوں اور اس ”چپ“ کی

داد چاہتا ہوں۔

۳۔ مروج کی تحریر کا ایک کمال یہ تھا کہ وہ تلمیحوں سے اکثر کام لیتے تھے۔ تلمیح کا فلسفہ یہ ہے کہ ایک

خاص شخص یا واقعہ کے متعلق صدیوں سے خیالات کی موروثی رفتار جو تفصیلات اور جزئیات کا ذخیرہ

پیدا کرتی رہتی ہے وہ پورا کا پورا ذخیرہ اس ایک لفظ یا واقعہ کے اندر اس طرح سمٹا رہتا ہے جیسے سیل

پھیلنے والی خوشبو بند گلیوں میں، کھولنے تو سطر دوں کی سطریں و صفحے کے صفحے درکار ہوں۔ لکھتے ہیں :-

”شبلی کی طرح کہ ایک گود میں ایک پٹ میں کبھی وقت فرزدان حرنی کی تخلیق سے خالی نہیں رہتا۔“

”ایک گود میں ایک پٹ میں“ کی تلمیح کی تشریح کیجئے تو واقعہ کی تفصیل کے ساتھ کثرت تولید پر

تمغید کا فرض بھی ادا ہو جاتا ہے۔

صفحہ ۴ پر یہ فقرہ ہے جس میں اپنے انگریز افسر کی غلط رپورٹ سے جو تکلیف ان کو ایک نہ

پہونچی تھی اس کی پوری تفصیل اسی ایک فقرہ میں ہے۔

”اُسے کے دل کی سیاہی جب قلم سے ٹپکتی ہے تو زیادہ پھیلتی ہے۔“

مسلمانوں کی ترقی کیسے جو کوششیں ہو رہی تھیں اُنکے متعلق سرسید کے بعد مولانا شبلی کو لکھا تھا:-

”جو آل برت کے مڑوں پر سگائی جالے دو جل چکی۔“ (ص ۱۰۵)

مولوی عبدالمجید صاحب دارالترجمہ حیدرآباد کی خدمت کی کشاکش سے نجات پاتے ہیں - جو

لوگ نوکری اور حیدرآباد و نوں کو جانتے ہیں وہ ان مختصر فقروں کی بلاغت کی داد دیں -

”خوش ہوا غصہ کی تیلیاں ٹوٹیں اور پڑھکستہ طائر کو ہولے وطن نصیب ہوئی۔“ (ص ۶۵)

معلوم ہوتا ہے کہ عارفِ نفسِ ہمدی کو بھی اپنی انشا پردازی کا یہ راز معلوم تھا - اپنے قلم اور

ایک ”صاحبہ“ کی زبان سے وہ ادا کرتے ہیں :-

”ایک صاحبہ جو پاس بیٹھی ہیں اس خط کو دیکھ کر فرماتی ہیں تم سرسری خط میں جو کچھ لکھ دیتے ہو

بڑے مضمون میں بھی اسکی سامی نہیں ہو سکتی - کیا یہ سچ ہے؟“ (ص ۱۱۱)

۴۴۔ مبتدین رنگینی اور سخیہ و شوخی ہمدی مرحوم کا حصہ ہے - ایک صاحبہ جو کلج کی شبِ دل میں

بیارتھے لکھتے ہیں :-

”جیسے بسترِ گلن ہوتا تھا وہ شاعری کی اصطلاح میں صرف کن بستر نکلا۔“ (ص ۹۹)

ایک صاحب قلم دوست کو جو نوکری کے جھیلوں سے چھوٹے ہیں لکھتے ہیں :-

”آپ لکھتے ہیں، وقت اپنا ہے، قلم اپنا ہے، دماغ اپنا ہے - ایک صاحبہ فرماتی ہیں صاف کیوں

نہیں کہتے ”یگم اپنی ہیں“ - یہ نکتہ رہ گیا تھا، کمی پوری کئے دیتا ہوں۔“ (ص ۶۵)

”اے جناب اجدہوں یا آپ، دو فوں صاحبوں کی یہ مدسیت تیری سمجھ میں نہیں آتی کہ عورت

مرد بنا کر پیش کی جالے اور اس سے انشا پردازی کی سبیدگی پر استدلال ہو۔“

”میں نے عورت کے تینہ ٹیکے جس پر بستر خود نو نہیں ہوا آپ لوگوں سے ایک لفظ مانگا تھا، اسی طرح

مجھ کو اصرار ہے کہ وہ گرائیں کوئی پستی ہے۔ کیا یہی حیا سوزی ہو جسے اوصاف لذت کشی آپ نے کتاب کھینچا ہے؟
(مثلاً)

ہمدی مرحوم کا یہ اسلوب تحریر جس قدر لطیف و نازک ہے اسی قدر پرخطر ہے۔ وہ اس اسلوب میں غلٹیاں کے منہ
تک آجاتے ہیں، مگر قلم کا محاط قدم اس طرح تل تل کر پڑتا ہے کہ لغزش نہیں ہونے پاتی۔

۵۔ وہ نئی لطیف ترکیبوں کے پیدا کرنے کا شوق بھی رکھتے تھے۔ اور جب کبھی وہ ایسی ترکیب پا جاتے تو
قص کرتے، اور اگر دوسروں کی تحریر میں وہ ملتیں تو وجد میں آ جاتے، گرہ شب، سمندر کے کھن کی پری، سینہ کا
سبز خورد و خمیا زہ شباب، متقیاس الشباب، قوم مخموت، توجہ ہوائی، سر کا آسیب، زہرہ شب، نعت کا مفر
اولیں وغیرہ میسوں لفظ اور ترکیبیں ہیں، یہ نگینے جہاں جڑ جاتے ہیں عبارت چمک جاتی ہے۔

۶۔ نئے انگریزی خیالات اور اصطلاحوں کیلئے انگریزی و فارسی الفاظ کے بنائے کا خاصہ چمک تھا، وہ اس کے
اُدھیر بن میں لہتے تھے، اُن سے زبان پڑتا تو دوسرے اہل لوگوں سے پوچھتے، بلکہ فراموش کرتے۔ ایسے خط و موئی
عملہ لہجہ صاحب و مولوی عبدالباری صاحب کے خطوط میں ملیں گے۔ میں تاک کیلئے متفاکات، انہی پیش
کیلئے نظامت ادب، ہاٹریس کیلئے عوامد ریمہ، ان ڈیفینس کیلئے بیرخی، لب سروں کیلئے وظیفہ لب،
جوانمگٹ لم کیلئے وقفہ بسکدوشی، ہنی مون کیلئے عہد زفاف، ہوٹو کیلئے طراز انگی ایجاد ہے۔ وہ اردو میں
انگریزی لفظوں کا بیدہ استعمال پسند نہیں کرتے تھے۔ مولوی عبدالباری صاحب وی (مسادی برکھے کے
مترجم کو لکھتے ہیں۔

”مسادی کے دیباچہ میں ٹائل و اسٹوڈنٹ کی پیوندکاری کس ضرورت سے ہے، آپ کی انگریزی دانی ستم

اچھا نظر دکا پسند ہوگا۔ (۱۲۴)

۷۔ اُن کا ادبی ذوق اتنا لطیف تھا کہ جہاں عربی اور فارسی کا بھی کوئی موٹا یا جھڈا لفظ آجاتا طبع سلیم کی پیشانی پر
بل پڑ جاتے، ایک شذرہ میں جبکہ میں لہلال کے گن سے نیا نیا چھوٹا تھا لغت کبریٰ کا لفظ لکھ گیا تھا اُنھیں نے جہاں
ڈاکٹر نوڈ (۲۲) جہاں سے مولوی عبد السلام مندوئی ایک مضمون میں ”اور ہوا لکھا تو مذاق اڑا رہا تھا“ (۲۲)

”یارانِ باصفا“ کی نہیں اپنی کہتا ہوں کہ مرحوم کی زندگی تک میں یہ چال تھا کہ مضمون نکلنے کے بعد انکے خط کا منظر رہتا اور ڈرتا تھا کہ دیکھوں کہاں کو کر سکتی ہے، داؤد طق تو خوش ہوتا، دروٹک بیٹے تو جھپٹتا۔
آخر میں مرحوم کے طرز انشا کی نسبت ہم اپنی زبان کا ایک ایسے افسانہ کی رے نقل کرتے ہیں جس کے قلم کی ہر تحریر ادب کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔ ہمدی مرحوم کا ایک مضمون پڑھ کر ان ہی کو لکھتے ہیں:-

”میں نے سنگدل زندگی کے مرحلوں میں آپ میں یونان کے سنگتراشوں کی سحرناک اور مصوی دیکھی تھی، ایچ معارف میں آپ کا مضمون دیکھا تو اس کے الفاظ میں ہی مصوری پائی، گو باوقی چالقی تصویریں لکھنے کے سامنے تھیں جو زبانِ آسان نہ تھیں۔“

اس مصور کا نقش ہستی تو سترہ سال ہوئے کہ مٹ چکا۔ مگر پیشینگوئی کے مطابق اس کی بنائی ہوئی تصویر اب بھی حقیق جاگتی ہیں۔

مرحوم کوئی پیشہ ور مصنف نہ تھے جو پھلوں کی رحمت کیلئے اپنی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ جاتے۔
ہمسفر منظرِ ذرا ٹھہریں، پائے نظر کی چاپ نہ ہو، عالمِ غیب سے میں ایک ٹریلی آواز سن رہا ہوں
ہمدی مرحوم کی آواز ہے۔

چند تصویرِ تباہ چند حسینوں کے خطوط بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ سا ماں نکلا
ہاں پتہ پایا، یہی دو چیزیں مرحوم نے یادگار چھوڑیں۔ ”چند تصویرِ تباہ“ یعنی چند مصانین جو افاوا
ہمدی کے آئینہ میں جڑی اپنے دیکھی ہیں اور چند حسینوں کے خطوط، ”یعنی یہ چند حسین خط جو ان اوراق
میں اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔“

مرحوم کا قلم باغ و بہار تھا، باغبان تو رخصت ہو اگر اس کی کھلائی ہوئی بہار اب بھی کھلی ہے۔ یارب
جب تک ادب کی بہار ہے اس بہار پر خزاں نہ آئے۔

سید سلیمان ندوی

دارالمصنفین عظیم گٹھ - ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء

مولانا حالی مرحوم کے نام

تحصیل ننھن پور۔ الہ آباد۔ ۱۹۔ جولائی ۱۹۰۶ء

جناب قبلہ جس زمانہ میں حیات جاوید چھپ رہی تھی، میں مرزا پور سے کبھی کبھی آپ کو لکھتا رہتا تھا۔ آج برسوں کے بعد یہ عرض لکھ رہا ہوں
مدت سے کچھ معلوم نہیں ہوا، آپ کے لٹریچر میں مشاغل کیا رہتے ہیں، اور کتنا کسی جدید تصنیف و تالیف کی امید کی جا سکتی ہے؟ مولانا شبلی نے جب سے الکلام کا حصہ ثانی شائع کیا ہے۔ اکثر یہ خیال پیش نظر رہتا ہے، کہ اگر آپ سرسید کی معقولات کو اپنے انتقادات کے ساتھ شائع کر دیتے تو جدید الکلام کی حیثیت سے یہ مجموعہ نہایت لاجواب ہوتا۔ ملک میں کچھ رواج سا ہو گیا ہے کہ بڑے لوگ جب کچھ لکھتے پڑھتے ہیں تو سرسید کا نام بھی نہیں آنے پاتا۔ حالانکہ آپ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ مذہب و فلسفہ پر جو کچھ لکھا جا سکتا ہے وہ سرسید کے قلم کی صرف آواز باز گشت ہوگی بہر حال اگر ممکن ہو تو حق رفاقت سے کچھ اور سکد و ش ہو جائے، اور جہاں آپ نے وسیع پیمانہ پر سرسید کے تعلقات سب کچھ لکھائے ہیں یہ حصہ مستقلاً شائع ہوتا تو اچھا ہوتا

مصری لٹریچر باوصف مخصوص ترقیات کے جہان تک مجھے معلوم ہے، سرسید کی مقولات پر اس وقت تک ایک حرف اضافہ نہیں کر سکا، اور جن مسائل پر وہ ان اب تو بہ شروع ہوئی ہے وہ اس قدر پامال ہیں کہ اون کے دیکھنے سے جی اُکتاتا ہے۔ اس سے زیادہ سرسید کی اُرَجیلٹی کا ثبوت اور کیا ہوگا۔ اسی کے ساتھ جن موضوع پر قلم آزمائی کی سخت ضرورت ہے، اور ملک میں حضرت شبلی اور آپ کے سوا، کوئی اور نظر نہیں آتا، وہ غالباً یہ ہیں:-

(۱) تاریخ عربی لٹریچر۔ (۲) تاریخ فارسی لٹریچر (۳) حکماء اسلام (۴) تاریخ عرب (۵) (صرف) عہد زرین (یعنی خلافت عباسیہ) لٹری جیت سے (۶) رباعیات عمر خیام (حالی ایڈیشن) (۷) تاریخ اردو لٹریچر (قدیم و جدید) اور موازنہ زبان دہلی و لکھنؤ

فارسی لٹریچر کے نظم کی تاریخ غالباً مولانا شبلی لکھ رہے ہیں۔ پروفیسر براؤن نے بھی تاریخ اعجم علمی حیثیت سے شائع کی ہے۔ مسلمانوں کے دور سلطنت کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر دور کی ادبی اور دماغی ترقیات دکھانے کے ساتھ عجمی عنصر کو الگ کر کے دکھاتا گیا ہے۔ پھیلاؤ غضب کا ہے سب کچھ سیٹلا ہے۔ متعلقات تاریخی اور علمی کا کوئی جز چھوٹے نہیں پایا ہے۔ یہ نمونہ پیر دی کے لائق ہے۔ عہد عباسیہ کی ہر قسم کی ترقی آپ کے مذاق سے ملتی جلتی چیز ہے تھوڑی سی توجہ فرمائی کی ضرورت ہے جسے آنچل دکھائیں گے

کم سے کم خیام کی لائف کے ساتھ اس کے کلام کا ترجمہ مع نوٹ و حواشی کے شائع فرمائیے، وقت کی چیز ہوگی۔ فٹز جیرلڈ کے ترجمہ اور بوڈلین لائبریری کے موزن نمونہ کے

ساتھ ایک نظر اس مجموعہ رباعیات پر بھی ڈالنی ہوگی۔ جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی
 (بنگال) نے شائع کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ خیام کے زندگی کے فلسفہ اثباتی یا نفی
 پر دھچپ بحث فرما سکیں گے۔ نامی پریس کی چھپائی۔ آپ کے فلسفیانہ انتقادات
 لٹریچر کی جان ہوں گے اور آپ کو غیر معمولی اہتمام نہیں کرنا ہوگا نہ دماغ پر زور پڑیگا
 دیکھئے نئے لوگوں میں کوئی جگہ لینے والا معلوم نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہو سکے باوصف موانع
 کرتے رہئے۔ میں آپ سے رباعیات خیام کا حالی ایڈیشن لیکر رہوں گا
 آپ کا فدائی

مہدی حسن

مولانا شبلی مرحوم کے نام

مئین پورہ۔ الہ آباد۔ ۵۔ جولائی ۱۹۰۶ء

جناب من۔ جو ابایا دفرمائی کا شکریہ۔ افسوس ہوا، آپ اندوہ کی حالی حالت کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔ آج کل کے تعلیم یافتہ صحیح مذاق علمی سے قریب قریب نا آشنا ہیں اور ان کے خیال میں جمالت بھی ایک طرح کا استغناء ہے آپ جس پودھ کو تیار کر رہے ہیں، اوس سے کچھ توقعات ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی صرت تخم ریزی شروع ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا قدر دان کہاں سے پیدا کئے جائیں۔ تاہم وضع داری کا اقتضایہ ہے کہ کچھ نہ کچھ کئے جائے۔ اور وہ بھی اس حیثیت سے:-

”خود کوزہ و خود کوزہ گرد خود گل کوزہ“

پچھلے ہفتے میں مینے جو رائدر پڑھے آپ کے دفتر سے منگوائے، وہ گشت میں ہیں اور معلوم ہوتا ہے کچھ یونہی سی تحریک شروع ہو گئی ہے ایک صاحب نے خریداری پر آمادگی ظاہر کی شبلی پھانس کے لئے خود ایک مینی آرڈر آج کی ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ میں اون سے وصول کرتا رہوں گا

براہ مہربانی ہدایت فرمائیے کہ سال جدید کے تین پرچے بوایسی ڈاک بھیج دیے

جائین
آپکا خادم
سہی حسن

منجھن پور۔ الہ آباد۔ ۱۱ جون ۱۹۶۷ء

جناب قبلہ۔ آپ کے لایق ادب کا رڈ بھی اس قدر جامع و مانع ہوتے ہیں جیسے چنے کی دال پر قل ہوا لند، لکھی ہو۔ اللہ ملا اور اس لطفت کے ساتھ کچھ چلی شکایت یعنی سختی انتظار کی تلافی ہو گئی۔ کسی زمانہ میں آپکا خیال تھا کہ سخن آفرینی صرف حالی کا حصہ ہے۔ ندوہ کی سرگزشت پڑھنے کے بعد میں آپ کے خیال سے اتفاق رائے کے لائق بالکل نہیں رہا صحیح ہے کہ وسیع النظری کے ساتھ بھی جہانک مواد کا تعلق ہے آپ واقعات کے قبضے میں ہوتے ہیں تاہم میں اللہ وہ کے لٹریچر کے ایک وصف اضافی کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی آپ دو سطریں بھی ایسی نہیں لکھ سکتے، جن میں چشم سخن کسی نہ کسی لٹریچر مسئلہ کی طرف اشارے نہ کرتی جائے، اور یہ انشا پردازی کا کمال ہے۔ آج ملک میں آپ کے سوا کون ہے جو کم سے کم میری توقعات اس حیثیت سے پوری کر سکتا ہو۔ (دیکھیے مضمون اپنی تعریف بھی کر گیا)۔ مجھ کو ہمیشہ اس کا صدمہ رہے گا کہ حیدرآباد سے علیحدگی کے بعد آپ علیگڑھ کو اپنا مستقر نہ بنا سکے اور یکلج کی انتہائی بد نصیبی ہے میں اُن لوگوں کا ہم خیال نہیں ہوں جو سمجھتے ہیں۔ کہ آپ نے ڈیرہ ہٹ کی مسجد الگ بنائی یا یہ کہ موجودہ مشاغل آپ کے لئے ناموزون ہیں۔ میرے خیال میں کوئی

وجہ نہیں ہے کہ علمی مقاصد کے لئے مختلف موضوع کے لحاظ سے ملک میں ایک سے زائد انسٹیٹوشن موجود نہ ہوں۔ لیکن یہ میرے دل کا چور ہے جسے آپ سے چھپانا نہیں چاہتا کہ میں آپ کو کلج میں دیکھنا چاہتا تھا۔ بہر حال اندوہ اور اس کے تعلقات کا تمام باقرب قریب اکیلے دم پر ہے اور غالباً انہی افکار میں آپ دور از حال روز بروز گھٹتے جاتے ہیں کچھ دن کے لئے کسی پہاڑ پر چلے جائے۔ صحت اگر سنبھلی رہی تو کام بہتر اہور ہے گا۔ پچھلے دنوں آپ بہت تکلیف اٹھا چکے ہیں

تقریظ شرمی کی اشاعت کا زمانہ اب قریب ہو گا۔ ایک جلد خاصہ کے لئے غالباً میرا نام درج یادداشت ہو گا۔ براہ مہربانی ہدایت فرمادیجی گا کہ ایک جلد احتیاط کے ساتھ مجھے دی جی پی بھیج دی جائے۔ الکلام کی سی جلدوں کا اہتمام بھی اگر ہو تو میں اپنی کتاب جلد پسند کروں گا

آپ کا مہدی

جناب والا آپ کے والا نامہ کا جواب اتنے دن کے بعد! آپ کو تعجب ہو گا۔ لیکن میں نے شاید آپ کو اپنے ”احرام جدید“ کی خبر نہیں دی۔ یعنی مدت کی تلاش کے بعد وہ ”جنس لطیف“، ”ہاتھ آئی“ جو آپ لوگوں کو دوسری دُنیا میں ملے گی۔ خوف تھا کہ میں پت جھڑ شروع نہ ہو جائے لیکن اب تو نئے سرے کو نیلین پھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ آج کل خیام کے فلسفہ کا عامل ہوں۔ کوئی ادا چھوٹے نہیں پاتی اس لئے میری مصروفیت کا اندازہ کر لیجئے تاہم آپ کی تازہ ترین تصنیف (یعنی شعرِ اعظم) پیش نظر ہے۔ اور کبھی کبھی

خانیا ہاتھوں میں بھی ہوتی ہے۔ فردوسی پر آپ کا یہ یو اس حصہ کی جان ہے۔ خیام کے ساتھ جس قدر ایشیائی مصنفین کو کُجھل تھا، آپ نے اوس کی فیاضانہ تلانی کر دی اور چونکہ یہ میرے نئے عنوان زندگی کے لحاظ سے مطلب کی بات تھی، اس لئے بہت خوش ہوا لیکن اوس کی ربا عیان جو آپ نے لی ہین وہ ہیرن ایلین کے قدیم ترین نسخے ۲ اسکاٹلڈ جو آپ کے پاس بھی ہے نہیں لی گئیں جو مستند ہونے کے سوا اتصرف سے بھی غالباً محفوظ ہے۔ اور مطبوعات میں کہیں کہیں غیر مانوس اسلوب بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے بعد میں تحریف ہوئی۔ لیکن یہ مین کیا کہہ رہا ہوں۔ اسے تو آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں دوسرا حصہ بھی جلد بھیجے تو ذرا اُردو لٹریچر پر تنقیدات عالیہ (یعنی ہائر کریٹی سمر) کے سلسلہ میں دل کھول کر کچھ لکھ ڈالوں

بان جناب، ”آپ کا بندہ اور مشرک! ہونہیں سکتا بہت تیز فقرہ رہا لیکن سچ یہ ہے کہ صلائے عام کے ساتھ میرا حسن ظن اتنا بڑا ہوا نہیں جتنی کہ نہ شی ایڈیٹر کی گرویدگی میرے ساتھ ہے۔ بات یہ ہے جہاں آپ کے تاریخی لٹریچر کی سنجیدگی پر مٹا ہوا ہوں میرا یہ خیال ضرور ہے کہ ناصر علی۔ زبان چھی لکھتا ہے۔ اور ہلکے لٹریچر میں ایک خاص طرح کا لطف ادبی جو کچھ ہوتا ہے، وہ اوس کے لب و لہجہ میں ہے

پچھلے پرچہ میں۔ ”مشرکانے“ پر اوس نے جو کچھ لکھا ہے بیٹی والی کو پیش نظر رکھ کر دیکھیے۔ لیکن اس دفعہ آپ کا رنگ وہاں کچھ پھیکا رہا۔ کیونکہ آپ نعم البدل ڈھونڈتے ہیں۔ وہ الہ آباد میں موجود ہے۔ لیکن جب تک آپ پردہ کا گلانا گھونٹیں اگر وہ انھوں

مین نہ آئے تو میرا قصور نہیں۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ آپ فلسفہ قدیم کے عامل ہیں یعنی منہ پر کچھ اور دل میں کچھ اور۔ اور میرے ہاں مقتضائے نفس اور شایان حال دونوں ایک چیز ہیں یعنی ہم لوگ کہیں سے لگی لیٹی نہیں رکھتے، دل اور زبان گویا صرف ایک چیز کے دو نام ہیں مدت ہو گئی آپ نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔ ضرورتاً شریف لائیے۔ موجبات ترغیب مین صاحب ”قبلہ قبل“، یعنی حضرت اکبر کا فی ہین

الند وہ آجکل بہت انگریز ہو گیا ہے۔ باقاعدہ وقت سے آتا ہے۔ آپ بھی متوجہ معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی نئی حرکت آپ نے اس درمیان مین اور سوجی، ہندوستانی ماؤن کی طرح کہ ایک گود مین، ایک پیٹ مین، آپ کے طبعاً دستور بھی انہی ترکیب سے وجود مین آتے رہتے ہیں۔ نئی امید ہو تو پتہ دیجئے گا۔ قاضی صاحب کے ”اعلیٰ ترین داغون“ کے، ”ہترین نتائج“ کا انتظار ہی رہا

مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

تفصیل چھپواؤ۔ فرخ آباد، ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء

پیارے مولانا
مدت سے میں نے آپ کو لکھا لکھا یا نہیں لیکن میں
نہایت دلچسپی سے آپ کی ادبی فتوحات کو دیکھ رہا ہوں
میرا خیال تھا تفسیفی عہد، علامہ شبلی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اس خیال کو
میں نے ایک مستقل عنوان کی تحت میں بھیلایا ہے
”اردو لٹریچر کا نفس واپسین“

عنقریب آپ کی نظر سے گزرے گا جس میں میں نے دکھایا ہے کہ ”دارالمصنفین“ سے ایک نئے دور
کا آغاز ہوتا ہے

”انجمن اردو“ کے گریے ہوئے معیار اور ادھوری کوششوں سے مجھے افسوس کے ساتھ
کہنا پڑتا ہے جہاں تک بلند پایہ لٹریچر کا تعلق ہے مجھے حسن ظن نہیں، اور سمجھ میں نہیں آتا،
پانچزار روپے جو ہر سال ضایع ہوتے ہیں کس طرح رفقا شبلی، الیمڈی، کی جیون تک پہنچاؤں

معارف کا ہنر اپنے پیشرو سے بڑھا چڑھا ہوتا ہے اور مجھے حیرت ہے حسن سیرت کے ساتھ
 اچھی صورت کا اہتمام، محدود ذرائع اور مقامی مشکلات کے ساتھ کیونکر آپ کر سکے۔ بہر حال
 آپ کے دم سے میری امیدوں میں نئے سرے سے جان آگئی ہے، ورنہ خیال تھا لٹریچر سے روادار
 سابقہ قائم نہ رکھ سکوں گا

علامہ شبلی کے خطوط میرے پاس ہیں پہلے ارادہ تھا یاد شبلی کے نام سے علیحدہ شائع
 کر دوں، لیکن آپ کے ایشار کے مقابلہ میں یہ ایک خود غرضی ہوتی، اس لئے آپ کو بھیجنا چاہتا
 ہوں، خط میں نے خوش خط صاف کرائے ہیں نقل و اصل دونوں بھیجوں گا، اگر اب بھی آپ کے
 یہاں گنجائش ہو تو مطلع فرمائیے، لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی خط چھوٹنے نہ پائے، سب درج ہوں
 بعض نہایت دلچسپ ہیں، بھٹی کے تعلق سے تلیحات ہیں، اشارے ہیں، کہیں کہیں مکمل پڑے
 ہیں۔ مجھے راز نہیں تھا، ایک نظر دیکھ لیجئے گا۔

ہاں یہ تو بتائیے شعر انجم حصہ ختم کا مسودہ مکمل ہے؟ کاش اسکا جواب آپ لفظی میں نہ
 دیں یہ حصہ اگر آپ جلد شائع کر دیتے تو مجھے خاص احسان ہوتا

اردو انسائیکلو پیڈیا کی تحریک سے پھر ٹک گیا پروفیسر براؤن نے اردو لٹریچر کی توسیع
 کے لیے جو باقاعدہ نظام تجویز کیا ہے، آپ کی خدمت میں بھیجوں گا آپ کی ذات سے بڑی
 امیدیں ہیں، خدا نظر دے بچائے

تحصیل بلہور۔ کانپور۔ ۳۰ مئی ۱۹۱۶ء

پیارے مولانا میں ایک نئی تحصیل سے آپ کو لکھ رہا ہوں نقل و حرکت
میں کچھ بے اطمینانی سی رہی اس لئے اس سے پہلے آپ کو لکھنے کا موقع نہ حاصل کر سکا میں نے
نہایت افسوس کے ساتھ سنا کہ آپ کے نصف بہتر حصے نے ترک رفاقت کی اور آپ
دنیا میں گویا اکیلے رہ گئے۔ مدت ہوئی یہ چوٹ کھا چکا ہوں، اس لئے آپ کے درد کا قوی
احساس رکھتا ہوں۔ بعض حوادث کسی طرح لائق صبر نہیں ہوتے، اور سچ یہ ہے کہ
تحریک صبر ایک طرح کی بیوفائی کی تلقین ہے، جسے میں جائز نہیں رکھتا ہوں، امید ہے
وقت رفتہ رفتہ آپ کے افکار گھٹائیگا۔ لیکن لذت غم کا باقی رہنا ہی اچھا ہے۔ گو دنیا
کی بڑی سے بڑی مصیبت اسی وقت تک ہے کہ پیش نہ آئے جب گزر گئی تو کچھ نہیں۔
خدا کرے مرحومہ کی یاد میں آپ کوئی بڑا کام کر سکیں اور ادبی کارناموں میں کوئی محرکہ
کا اضافہ ہو جس کی امید میں نے نقادین کہیں ظاہر کی ہے

ہمدرد

مہدی

اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۸۔ اگست ۱۹۱۶ء

پیارے جناب آپ کے عنایت نامے اس قدر دلچسپ ہوتے ہیں کہ میں
انکو رکھنے لگا ہوں یعنی ضائع نہیں کرتا

”مکاتیب“ کی نسبت میرا خیال تھا کہ وصف اور مقلدوں کے لحاظ سے شاید اتنا بڑا مجموعہ کوئی ادیش نہ کر سکے، مین خوش ہوں کہ میرا خیال صحیح نکلا اور ایک کا فرد بی کو بچانا آسان نہیں اعتراف کرنا پڑا، آپ نے مولانا کی خصوصیات تحریر پر جو کچھ لکھا تھا کیا دفتر نے کوئی نقل اس کی محفوظ نہیں رکھی؟ بہر حال آپ ذمہ دار ہیں کہ تلف شدہ اجزا کو زندہ کیجئے ورنہ کمی رہ جائیگی، مابعد صاحب سے اگر آپ نے اس طرح لکھا یا جس طرح شعرا دیوان کے چھپنے سے پہلے معنی پیشگی لکھا لیتے ہیں، تو کچھ نہ کچھ کام چل ہی جائے گا ورنہ آپ کے خسار کی تلافی ناممکن ہوگی

کل آپ کا واپس کردہ پکیٹ ملا ایک سطر پر نظر پڑی

”استغفر اللہ۔ وہ تو کسی بیباک یا لولو کی تصویر ہے اس خیال کا آدمی شعر الجعم لکھ چکا“

جی نہیں مانتا اسلئے شان نزول سنئے، لاہور میں ایک کتاب ”زنانہ حسن و لباس“ کے نام سے چھپی تھی، اس میں عورتوں کی چند فرضی تصویریں تھیں، اور امر زیر بحث اُہار کر دکھایا گیا تھا ایک تصویر کا فرضی نام.... تھا جو دیکھنے میں بہدی معلوم ہوتی تھی، یہی خیالی ”عالم تصویر“ یعنی بیہوشی والی ایک پکدار شلخ صندلی تھی جسے میں سنائیت اور جذبات کا موقع سمجھتا تھا میں نے مولانا کو لکھا بس اوقات معلوم ہوگئی، جس پر جھلا کر

۱۷ مکاتیب شبلی جس کو مکتوب الیہ نے جمع کر کے شائع کیا ہے۔ ۱۷ مکتوب الیہ نے مکاتیب جلد اول کے مقدمہ کے طور پر مولانا شبلی مرحوم کے خصوصیات تحریری پر کچھ لکھا تھا وہ مطبع کی غفلت سے تلف ہو گیا تھا ۱۷ مکاتیب شبلی بنام حمدی کا

ممدوح نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا ایک فقرہ بھولنے کی چیز نہیں ”اس خیال کا آدمی شعر انجم لکھ چکا“ اس بلاغت کو دنیا میں آپ کے سوا کون سمجھ سکتا ہے اور کیا یہ ایک فقرہ صرف ایک فقرہ ممدوح کے مذاقِ ادب کی سائیکلو پیڈیا نہیں ہے؟ غور کیجئے جس قدر کہا اس سے زیادہ تخیل کے لئے گنجائش چھوڑی۔ کیا آپ اس قسم کے نکات کو پس پردہ رکھینگے لیکن یہ گھونگھٹ تو لٹریچر کا خون کر دے گا۔

بچھلے ریاکار بھی میرے صرف آپ کی ضیافتِ طبع کے لئے تھے اور ابھی کچھ راز اور سینے کی امانت ہیں درنہ خصوصیات تحریر پر آپ کے سوا کون قلم اٹھا سکتا ہے ہاں ٹیٹن عکسی کا بیون کے لئے تین چار کارخانوں کو لکھا ہے نتیجہ سے اطلاع دوں گا آپ ارتقاءِ ادب پر ضرور لکھئے گو سیاسیات (۱) کے آگے آج کل لٹریچر پر توجہ کرنا ایک طفلانہ مشغلہ سمجھا جاتا ہے اور ملک کا ملک اس عام بے تمیزی میں مبتلا ہے تاہم فرائض ساقط نہیں ہوتے

اردو کا لغت، محاورات، اصطلاحات جب طیار ہوگا، ہوگا، آپ کے پاس سکا کیا جواب ہے کہ موجودہ نسل جس میں مڈل سے لیکر ایم۔ اے کی ڈگری کے امیدوار بھی ہیں ”دارالمصنفین“ سے فارسی عربی کا ایک ایسا لغت مشترک چاہتی ہے جو مقررہ نصاب کی عام شرح کا کام دے سکے

کیا رائج الوقت لغات بازاری اس لائق ہیں کہ ان کو کوئی ہاتھ بھی لگائے آپ تھوڑی سی کانٹ چھانٹ اور اضافوں کے ساتھ پانسو صفحوں کے دوہرے

کالمون مین واقفیت عامہ کا دریا بہا سکتے ہیں لیکن معارف کی طرح تقطیع کتابی ہو بھی کھاتہ
کی ضرورت نہیں

ہمیشہ آپکا

مددی

اکبر پور۔ ۹۔ ستمبر ۱۹۱۷ء

پیارے ”دو برس سے اس کی دشمنی لکھ کر کچھ جلدین لاہور کے مشرقی صیفہ
نے اپنے نصاب مین داخل کر لی ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ایک ایک نسخہ شرفی کے مول
بک رہا ہے اور اس کی طبع ثانی کا جگہ جگہ انتظام ہو رہا ہے“

مین امید کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے دائرہ اثر سے باہر نہیں ہے یعنی اس
آپ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ طبع ثانی کا انتظام غیر ذمہ دار ہاتھوں مین ہے اور اب سب سے اور
بازاری ایڈیشن شائع کئے جائیں گے

کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شعر انجم کا پانچواں حصہ بھی شائع
کر دیتے جس کا ”مسودہ تقویاً مکمل ہے“ اسے میرا ذوقی سخن سمجھئے یا ایک طح کا خط، کہ
مین مولانا کی تمام تصنیفات مین اسے کل سرسب سمجھتا ہوں، اور اصرار ہے کہ دوسرے
بھی میرے تمخیال ہوں، ایک نکتہ اور قابل غور ہے اگر چہ تھے پانچویں حصے کو سلسلہ سے

۱۷ مکتوب الیہ کے ایک شذرہ شائع شدہ معارف کا اقتباس ۱۷ مکتوب الیہ کے ایک خط کا فقرہ

الگ ایک حصہ میں شائع کر دیجئے تو وہ جان تک شاعری کی نفسیات (سائیکا لوجی) کا تعلق ہے، خود ایک مستقل چیز ہوگی، قوم کی بد مذاقی کی حد ہوگئی، سچ یہ ہے آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ایشا رہی ایشا ہے، ہمارا حق نہیں ہے کچھ آپ بنا سکتے ہیں پانچویں حصہ کی اشاعت میں کیا صرف ہوگا؟

”ارض القرآن“ کی نسبت میں نے اس وقت تک آپ کو دو فقرے بھی نہ لکھے، یقینی اس موضوع پر آپ کو کوئی کتاب ہاتھ نہیں آئی، مجھے حیرت ہے کہ ایک کام جو علم الائنات کے ایک زبردست ماہر فن کے کرنے کا تھا وہ بھی ساٹھ برس کے بعد کسی یورپ کی اکیڈمی میں بیٹھ کر۔ آپ اس پر کیونکر قابو حاصل کر سکے۔ میں عربیت سے زیادہ آپ کی ”ادبیت“ سے مرعوب ہو رہا ہوں۔ زبانِ نفس موضوع کے لحاظ سے قطعاً لائق شکایت نہیں، یعنی کہیں سے بے جوڑ نہیں ہے، اور جب مناسب میں کہیں سے کو کر سہ نہیں تو حسن کی جامعیت میں کسکو کلام ہو سکتا ہے؟

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ ملا ”خواب و خیال“ میں کہیں یہ تنگ بھی ہوگا؟

کلانی وہ نازک سی ہیرا تراش وہ محرم میں سرسوتہ اک راز فاش

دوسرے مصرعہ کی ترکیب داد طلب ہے، بھائی عبدالسلام صاحب کو آج میں نے

چھیڑا ہے، ایک نکتہ مل گیا جی نہ مانا اس کو لے بیٹھا، شعر الہند پر ضرور لکائیے، اور روح الاجتماع

لے مکتوب لہ کی ایک تصنیف کا نام لے خواجہ میرزا دلوی کی ثنوی خواب و خیال پر عارفین یونیورسٹی لکھا تھا لہ لکھی ہوئی ہے۔

کا قالب بھی بدلو ایسے کہ یہ فزنگی مل والوں کا حق نہیں ہے
 دیباچہ مکاتیب میں میرا سرسری رہا کہ آپ روان میں گاڑے کا پیوند ہوگا
 کہ نفس سے جو چاہے لکھے لیکن میں آپ کی انشا پردازی کا اس وقت قایل ہوں گا
 جب آپ اس کو کسی طرح کہنا دیکھیں
 ”اس خیال کا آدمی شعر العجم لکھ سکا“

تاریخ میں جلد پہنچے گی
 آپکا مہدی

تسلیم
 شذرات میں آپ کی سیاسی ڈانٹ نہایت باوقار رہی، اس طرح
 حسین علاج کی شخصیت کی کایا لپٹ دنیا کے تحقیق میں ایک بالکل نیا انکشاف تھی
 آپ نے شیشے کو ٹھیس نہیں لگائی بلکہ چکنا چور کر دیا غریب صوفیوں میں ”وہ سٹہ عقد“
 کی حیثیت کھتی تھی، صدیوں کا زنگ آپ نے چھڑایا۔ لیکن مولانا روم کی طرف سے
 میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

ہم نے کچھ کھویا یا پایا؟

یہ کہنا بھول گیا کہ طنزیہ لٹریچر کی لطافت آپکا حصہ ہے

مہاکبر پورہ ۵۔ نومبر ۱۹۱۶ء

۱۔ مکتوب الہیہ معارف کے شذرات میں کچھ لکھا تھا ۲۔ مکتوب الہیہ نے ایک مضمون میں بدلائل ثابت
 کیا تھا کہ حسین بن منصور علاج ایک پوئلکھ آدمی تھا

اکبر پور۔ کانپور ۲۲ دسمبر ۱۹۱۷ء

کرمی۔ کارڈ مل گیا تھا مین ادھر کچھ غیر مطئن سارا اس لئے آپکو
جلد نہ لکھ سکا۔

”مکاتیب“ جلد ۲۔ دیکھی آپ نے جس خلوص کے ساتھ بار بار مجھے جلوہ گر کیا۔
خاص دیا چاکر بیوند کاری۔ شکر گزاری کے سوا ادبھی چاہتی ہے آپ دو جلدوں
میں چھ سو صفحوں کا ایسا مرقع پیش کر سکے کہ کسی بڑے سے بڑے ملکی مصنف کو چھٹے بھی
ایسے نصیب نہیں ہوئے کیا آپ کو میری اس رائے کے تسلیم کرنے میں کچھ پس و پیش
ہوگا کہ آپ کی ادبی فتوحات کا یہ ایک وسیع کارنامہ ہے

ایک دوست جو انگریزی لٹریچر کے اعلیٰ مذاق کے ساتھ اردو سے بھی ہمدردی
رکھتے ہیں ان کی خواہش تھی کہ مکتوبات کی ترتیب بلا لحاظ مکتوب الیہ عہد تاریخی
کی حیثیت سے ہونی تھی

یورپ میں ہی ہوتا ہے بات لگتی ہوئی ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ موجودہ دلچسپی
میں شاید ہی کوئی اضافہ ہوتا ان کو یہ بھی اصرار ہے کہ دیا چاکر کم سے کم ۵۰ صفحے کا ہوتا یعنی
مولانا کی طرز تحریر میں جو تدریجی تغیرات ہوئے اور جن کو یہ تاریخی ترتیب نمایاں کرتی
دیا چاکر میں اسی کو پھیل کر نکتہ سنجی کا حق ادا کیا جاتا اس کے لئے اگر آئندہ موقع ہو تو وہ
دوسروں پر ”دار المصنفین“ کے مذاکرے کے لئے طیارہ میں آپ تفصیلی خیالات

سننا چاہتا ہوں

ہاں صاحب طعنے تشنہ کی مشق آپ کی غیر سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ بھٹیاریوں کی تو تو
مین مین جس طرح پسندیدہ نہیں۔ اشارے کنائے بھی بعض وقت لطف سے خالی ہوتے
ہیں لیکن الفاظ کے ہیر پھیر اور چھتی ہوئی نشست مین وہ نشتر ہوتا ہے کہ زخمی دلوان کی
تڑپ بڑھاتی ہے اور یہی کمال بلاغت ہے جو آپ کے حصہ مین آیا

شکر ہے آپ کی ”قبائے احترام“ ان کانٹوں سے محفوظ ہے جن مین اکثر وں کے دہن
بے ضرورت الجھ گئے آج وہ جس طرح اپنے لئے بیکار مین قوم کے لئے بھی چند ان مفید نہیں
سیاسیات کا صحیح مذاق تو بہت مشکل ہے لیکن مین دیکھتا ہوں اس کی وجہ سے بچا کھچا
ادبی رنگ بھی فنا ہوتا جاتا ہے اور یہ ایسا نقصان ہے کہ اس کی تلافی سیاسی مقاصد کے
حصوں کے بعد بھی ہوتی معلوم نہیں ہوتی

ایک برقی رو ہے جو واقعات کی قدرتی رفتار کے ساتھ ہم کو جانے کمان لئے جاتی ہے
بہر حال بھڑکتے شعلوں سے دبی چنگاریاں زیادہ باکیف ہوتی ہیں اور آپ اسے
خوب سمجھتے ہیں

ماجد صاحب کے ریویو کا انتظار ہے پھر ”صحافی“ کی زبان قلم سے کچھ سنئے گا
ہمیشہ آپکا مہدی

تسلیم جب سے شعر اعجم کے طبع ثانی کی بشارت آپ نے دی ہے بار بار مجھے
خیال آتا ہے کہ اس موقع سے کم سے کم یہ فائدہ اٹھانا تھا کہ بانیچوان حصہ جو تھے کے ساتھ

شامل کر دیا جاتا

کیا آپ اپنے اجتہاد سے کچھ کام نہ لیں گے؟

(۲) شعرا عجم کے تین حصوں میں عوفی کی کتاب کا جہان جہان حوالہ ہے ”لب اللباب“

لکھا گیا ہے مولانا کی زبان پر یہ چڑھ گیا تھا ٹوکنے پر صحت کی گئی یعنی چوتھے حصہ میں لبالب لیا ہے۔ یاد آگیا اس لئے لکھتا ہوں

م۔ اکبر پور ۸۔ دسمبر ۱۹۱۷ء

”غیر سیاسی انسان“ کا خطبہ صدارت۔ بنگال کے مجمع العلماء میں بیٹے نہایت

دلچسپی سے دیکھا خاص کر ایک ”کافر“ یعنی ابوالکلام کا ذکر جس آزادی سے کیا گیا وہ اخلاقی جرات کے بہترین شواہد میں سے تھا

فرنگی محل کی ایک نمود کی آواز میں دکھایا گیا ہے کہ ”میں سب سے بڑے محمود کا ایاز

ہوں“! ”عشرہ مبشرہ“ میں تو اب موقع نہیں پھر کہاں گنجائش نکالنے کا؟ نہ جاننا بھی منے کی بات ہے۔ بوڑھے غمغئے نے پھڑکا دیا۔

تلا بیٹھا ہوں کسی سلسلہ میں چوٹ کر دن گا

م۔ اکبر پور۔ ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء

اس کتاب میں نے انجمن علماء بنگال کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا تھا اس میں خود کو غیر سیاسی انسان کے لفظ سے تعبیر کیا تھا ۱۷ مولانا ابوالکلام جو اس وقت رانچی میں نظر بند تھے

ماجد میان کا خلا۔ شبلی سوسائٹی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا آپ نے تحریر فرمایا
 ہلکے ہلکے ہون گے میری پہلی تجویز یہ ہے کہ شعرالجم کا بیاچوان حصہ شائع کر دیا جائے اور اس کے
 بعد مضامین کی ترتیب اتنی کامل ہو کہ کوئی چھوٹے نہ پائے اس کے لئے سوسائٹی خود چندہ
 کرے گی۔ کیا یہ تحریک کسی عنوان سے معارف یا اور پرچون میں شائع کرنے کے لائق
 ہے۔ الناظر کے خوان ادب میں ظفر الملک (۱) کی سردھری دیکھی انکو علامہ شبلی سے بغض شد
 ہے اور یہ کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتے مکاتیب کے سلسلہ میں جو کچھ اضافی انظار خیال
 کیا گیا ہے مجھکو اس سے تکلیف ہوئی۔ لیکن آپ سرسید کے سے جواب یعنی خاموشی کو ترجیح
 دین گے یا کچھ چھڑ چھاڑ شروع کی جائے۔ مولانا کی صفائی کی اتنی ضرورت نہیں لیکن ممدوح
 کے غیر فانی طریحہ پر کی حق تلفی کم سے کم جس کو اپنی زبان اور تاریخ سے محبت ہے وہ ایک سکند
 کے لئے بھی جائز نہیں رکھے گا

بتائیے کون کون سی کتابیں دارالمصنفین آخر فردری تک شائع کر سکے گا یا داتا ہے
 کچھ وعدہ تھا۔ آپ کا مہدی

تحصیل اکبر پورہ کانپور ۲۵ فروری ۱۹۱۵ء

برادر مہدی! آپ کی دوسطری ”سیرتہ“ تحریر کا جواب نہ دے سکا لیکن ادھر اتنی باتیں جمع
 ہو گئی ہیں کہ اب ضبط نہیں کر سکتا

آپ نے شاعرہ دکن پر جو جلیان گرائی ہیں اور اس سلسلہ میں ”غنون“، ”سوسائٹی“ چرچا خوبصورتی سے لے دے کی ہے سچ یہ ہے کہ وہ نازک خیالی کی آخری حد ہے مین نے بار بار پڑھا اور لطف اٹھاتا رہا

جس زمانہ میں یہ پہلی دفعہ شیخ پرائی ہے اور اس کی زبان سے یہ شعر نکلا ہے۔

درہ منزل یلیٰ کہ خطر ہاست بے شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی
 خوب یاد ہے کہ بہترے دل تھام کر بیٹھ گئے تھے چڑھتی دودھ پر سے ڈھلتی چھانوں
 زیادہ خوشگوار ہوتی ہے یہ حسن عشق کا ایک نہایت ہی نازک نکتہ ہے عورت اتنی باکیف تو ہو
 من فداے بت شوئے کہ بہ نگاہ وصال بن آموخت خود آئین ہم آغوشی را
 مدت سے سوچ رہا تھا اس کی چکدار نسائیت کو اپنی چند سطروں کا تختہ مشق بناؤں
 لیکن آپ نے میرے لئے بالکل گنجائش نہیں چھوڑی، اور ساتھ ہی میرے دل کا ارمان پورا
 کر دیا، جو خاکہ آپ نے کھینچا ہے اور جس جس پہلو سے چوٹ کی ہے وہ ”قال“ کی چیز نہیں غلام
 شکر میں اطح کوٹ کوٹ کر زہر بھرا ہے۔ کہ خود آپ سے داد لینے کو جی چاہتا ہے لیکن ایک
 غلش رنگینی ”اکابر کی خفیف الحکمتی“ تک تو مضائقہ نہیں لیکن ”لعنت کبریٰ“ تو ”الامال
 کی زبان ہے جو آپ کے لب و لہجہ کی نفاست اور موقع کلام کے لحاظ سے بیگانی سی معلوم
 ہوتی ہے، بس اس قدر کافی تھا کہ حافظ کو آٹھویں صدی میں جس خلوت کی شکایت

۱۵۔ مکتوب ایسے مشہور شاعر مسز راجنی نائیڈو کے طریقہ شرکت جیسے ہائے قومی برصارت میں کچھ مرتبہ شہادت لکھے تھے
 ۱۶۔ مسلمان ۱۷۔ مولانا شبلی رحیم کا ایک شعر

مٹی چودھویں صدی کی ”جلوت“ کچھ اس سے بھی بڑی ہوئی ہے، ”میری غرض یہ ہے کہ نقل الفاظ کی جگہ صرف مفہوم کی تلخی سے کام لیا جاتا۔ یہ باتیں کوئی اور آپ کو نہیں لکھے گا لیکن مجھ کو جس حد تک غلو ص ہے اس کا اقتضا طبعی یہ ہے کہ جن نکتوں پر غایت ظہور کی وجہ سے دوسروں کی نگاہ نہیں پڑتی آپ کی نوٹس میں لاؤں

مولوی عبدالسلام نے فلسفہ لیبان کے عنوان سے ”مساوات پر“ اچھی خاصی تنقید کی آخر میں کہتے ہیں ”لیبان کے دلائل پا در ہوا اور نقش بر آب ہیں“ وہی مولویت کا اثر! لیبان کی متبمانہ خاموشی دیکھئے کیا کہ رہی ہے اظہار رائے سے تشکیل رائے زیادہ وقت چاہتی ہے! بہر حال اس تصریح نے نتیجہ تنقید کا سارا الطف کھودیا، قلم کا وزن احتیاط چاہتا ہے، میری معروضات ”حکمت بہ لقمان“ کی حیثیت سے ہیں۔ میں خدا جانے آپ کو کون سے کیا چاہتا ہوں۔ کم سے کم ایک بلند پایہ معیار لطافت جو خود آپ کو اردو لٹریچر میں پیدا کرنا ہو گا اور جس کی نظر آپ کو صرف مغربی زبانوں کے رکھ رکھاؤ میں مل سکتی ہے۔ م

محاورت غائب۔ آپ غائب ابے خبری (یا شاید بے نیازی) کی حد ہو گئی؟ کسے آپ سفر سے میرے لئے کیا لائے؟

کم سے کم کوئی میرے مذاق کی خبر؟ سیرت نبوی کے متعلق کچھ پوچھنا نہیں چاہتا
پروفیسر مجاہد کے تقاضے سے، ”جلی سوسائٹی“ پر خود رو خیالات کا ایک حصہ اس ہفتہ میں بھیجتا ہوں۔

ندوة العلماء کے خطبہ صدارت میں دارالمصنفین کے کارناموں کی تفصیل کے سوا کچھ نہیں تھا

م۔ اکبر پور۔ کانپور۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۶ء

تسلیم سہیل غلام کی علالت سے سخت تعلق ہے میں نے بھی بے مان کے بچے پالے
ہیں اس لئے آپ کی ذمہ داریوں کا احساس رکھتا ہوں
ایک سر ہزار سودا خدا آپ کو مطمئن کرے

م۔ تحصیل اکبر پور۔ ۹ مئی ۱۹۱۶ء

تسلیم۔ آپ کی مفقود الخبری باعث تشویش ہے آپ ہی آپ وہم سا ہوتا ہے کہ
کچھ کو دور از حال میعاد بخار تو نہیں ہے جو وقت گزاری اور خاص رکھ رکھاؤ چاہتا ہے ڈاکٹری
علاج کے سوا طبیبوں کے بس کا نہیں خدا کرے میرا یہ خیال غلط ہوا اور آپ مطمئن ہوں

م۔ تحصیل اکبر پور۔ ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

تسلیم اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۶ء

نبی ڈیڑھ خط ملا۔ یا ملے۔ شکر ہے آپ وطن سے مطمئن ہو گئے اور ثمر محبت محفوظ رہا

۱۔ ناگپور کے اجلاس ندوة العلماء میں مولانا حبیب الرحمن خان شروانی مدد رکھتے اور ان کے خطبہ صدارت کی طرف اشارہ ہی

۲۔ مکتوب الیہ کے کسٹن بچہ کا نام ہے جس کو اس کی ماں نے برس ڈیڑھ برس کا بچہ ڈکڑا دیا تھا

۳۔ مکتوب الیہ کا ایک کسٹن عزیز جو مکتوب الیہ کے ساتھ رہتا تھا وہ بیمار تھا اور وفات پائی

”شبلی سوسائٹی“ کی نسبت ”بلبل کی زبان“ گل کا بیان کس قدر خوبصورت الفاظ ہیں یکا کر وہ
 تانیہ اور لہجے مختصر عنوان زبردستی کی کھینچ تان لیکن ایک مغربی ادیب کہتا ہے کہ جس طرح علمی
 و علمائین کے لئے بڑی سخت قید یہ ہے کہ موضوع سے ہٹے اور فرد جرم عائد ہوئی انشا پر داندی بین
 یہ آزادی ہے کہ کسی عنوان کے تحت میں بڑھتے چلے جائیے اور ادھر ادھر بھر کے نہ دیکھئے زیادہ سے
 زیادہ یہ کہ جہاں تک مسائل عصریہ کا تعلق ہے لہجے کے تعلقات کی طرف چشم سخن اشارے کرتی جائے
 آپ کیا فرماتے ہیں؟ ”گر وہ شب“ اور ”مندر کے کف کی پری“ کی داد تو دینی پڑیگی کہ یہ سترہ نہیں کہ
 اچھا جلد بندی سے متعلق میرے قیمتی مشورے لیجئے آپ نے انگریزی تجارتی کارخانوں کی جلد فہرستیں
 دیکھی ہیں سرخ یا نیلے کپڑے پر سیاہ حروف معمولی جلدوں کے لئے یہ نہایت موزون طریقہ ہے، خاصہ کی
 جلدوں کے لئے پورا کپڑا صرف خوش رنگ ہو ہم رنگ نہ ہی، دونوں پر طلائی نقوش و حروف
 نغان ایران کی جلد کے پاس ہے حیدر آباد سے دریافت کیجئے کپڑے پر نقوش کہاں اُبھارے گئے؟
 اگر ہندوستان کی کاری گری ہے، تو صرف کپڑے چھپو لیجئے جلد بندی دارالاصنافین میں گو کہ کپڑے کے
 یا لکھنؤ کے دو ہوشیار جلد ساز نہایت نفاست سے کر لیں گے ہزار کا کام دو ڈھائی سو میں ہو جائے گا
 انگریزی کارخانے نہایت گران ہیں خاص کر کلکتہ کا ٹھیکر سیٹی والا ایسا نہیں ہے
 حیات جاوید کی جلد نویں کلکتہ نے بنائی تھی تیس تیس روپے فی جلد لئے تھے

خوب یاد آیا بطریق منزل ”شوکت آرا نگیم“ کی جلد بھی پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔ پورے
 کپڑے پر طلائی ٹھپہ جس میں جال کی ترکیب نے رونق بڑھادی ہے بہر حال زیادہ خرچ کرنے کی
 ضرورت نہیں مسلمان نفاست مآب نہیں ہیں صرف خوش سلیقگی سے کام لیجئے جنگ کی

وجہ سے مشکلات کی انتہا نہیں سفید پوشی ہر صیغہ میں بلائے جان ہو رہی ہے میری غرض صرف یہ ہے کہ آپ جو کچھ کر سکیں انٹیٹیوٹ پریس کے پریشان خیال منہجہ کی ”منہجیت“ یعنی آدمے چمڑے اور آدمے کپڑے والی ترکیب نہویہ صرف مذاق کا بھونڈا پن ہے کفایتی چیز نہیں اپنے دارالمصنفین کے لئے کوئی ”طراز“ اس وقت تک وضع نہیں فرمایا جس کا حلی طلائقی نقش جلد کے بالائی حصے کی رونق بڑھاتا کھجور کا درخت اور ہلال اگر چین گیا تو دھرب کی دنیا، یعنی آپکا اونٹ تو موجود ہے۔ کیا اس کی جلوہ گری بے جوڑ نہ گئی؟

پروفیسر عبدالباری یادش بخیر بڑی رقم بکلیے۔ انکو کل لکھوں گا۔ گرمی کی انتہا نہیں یہ خط دوزخ ہو رہا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی ضرورت ہوگی۔ مہدی

تحصیل اکبر پور کانپور۔ ۲۶ مئی ۱۹۱۵ء

تحصیل اکبر پور۔ ۱۹ اگست ۱۹۱۵ء

مکرمی مدت کے بعد دوصفے دیکھے اور ممنون ہوا، سفر کی بے اطمینانی کے ساتھ بھی آپ نے ذرا تفصیل سے یاد فرمایا، ادبی رنگ آپ کے فقروں کے ترمین بھی جبرک اٹھتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوخی دور سے بلائیں لے رہی ہے

میں آپ کی جس اداسے خاص کا گرویدہ ہوں وہ اول درجہ کامیاب ہے جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے، ملک کا عام مذاق بالکل حوصلہ افزا نہیں، طبقہ امرالطریقہ سے قطعاً بے نیاز ہے، اسپر بھی مصنفین کا ایثار دیکھیے جو میرے خیال میں ایک طرح کی خودکشی ہے کہ وہ اپنی عزت

نفس کے لحاظ سے جو کچھ کرتا ہے بلند تر معیار کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے۔

یورپ کے چند افراد کو جو ریڈیو کی طرف سے مطمئن تھے، بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ خیاام کی مطبوعات رات کو انوقت میں کوئی طبع خاصہ (ایڈیشن دی لکس) ایسا نہیں ہے جو گول کرے کی آرائش کے لئے نہیں بلکہ دارالمطالعہ (study) یعنی نشست اور دفتر کے کمرہ مشترک کیلئے موزون ہو، دوسوا کا بیان چھاپا گئی جن میں ہر بابی کا خیال ایک تصویر کے ذریعہ سے ادا کیا گیا تھا اشاعت ممبروں تک محدود رہی، یعنی مجھے کوئی جلد نہ مل سکی، قیمت صرف ایک ہزار فی جلد تھی! آپ اس قسم کی بلند نظری کی کوئی نظیر پیدا کر سکتے ہیں، ہرگز نہیں، اور اب سے سو پچاس برس بعد بھی نہیں، اس لئے کہ لٹریچر کے مذاق صحیح کا کہیں وجود نہیں

سیرۃ کے متعلق کچھ سوال کرنا نہیں چاہتا کہ آپ کے اطمینان میں فرق نہ آئے معلوم ہے کہ حسن سیرۃ کے ساتھ صورت بھی اچھی ہوگی، اور آپ کی خوش مذاقی میری ظاہر ہر پستی کا پردہ رکھ لیگی، کانگریس، لیگ دونوں میں ہوں گی اسکو مشرق یون لکھتا ہے کہ ”بیوی کے ساتھ لونڈی بھی جائے گی“ اچھا فقرہ رہا۔ دارالمصنفین جنگی بخار میں مبتلا ہوا شکر ہے آپ بچ نکلے

مدی

تحصیل اکبر پور کانپور۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۵ء

کرمی عنایت نامہ ملا سیرت نبوی کی اشاعت پر دلی مبارکباد۔ ابتدائی اجزا

مقدمہ کی حیثیت سے پڑھے، دل بھر آیا کہ یہ لٹریچر اب کہاں؟

بھوپال میں کھرے سودے کی اچھی لٹھی، تین ہزار مل گئے۔ ازبکیم انیم بس است! آپ سے
 حوکل کے لئے عزت نفس اگر لقمہ تر جائز رکھ سکتی ہے تو کم سے کم وہ خوان شاہی کا تو ہو۔ خدا اکبر و
 بڑھائے وہاں کے نشاط انگیز موسم کا خاکہ جن الفاظ میں آپ نے کھینچا ہے مجھے بسیاختہ بخندان
 فارس کا وہ موقع یاد آگیا جہاں آڑاؤ نے سوادا ایران کی قدرتی نزاکتیں دکھائی ہیں لیکن جس طرح
 شیشے میں مے دو آتشہ نہو، اور شیشہ کتنا ہی صاف ہو بیکار سی چیز ہے۔ بوڑھے آزاد کی طرح آپ
 کے ہاں بھی اس چیز کی کمی ہے، جس کے بغیر تصویر میں رنگ آہی نہیں سکتا یعنی شاہی مہمان بھی
 کسی جتنی جاگتی ”زہرہ شب“، ”کنیز کا ذکر نہیں کرتا“ دیکھئے مسلمان بالخاصہ کیا سے کیا ہو گئے!
 مولانا کے شروانی کی ایک تحریر ملی، دیرینہ تعلقات کی تجدید کے ساتھ فرماتے ہیں:-

”میں نے سنگلاخ زندگی کے مرحلوں میں، آپ میں یونان کے سنگ تراشوں کی سی نزاکت
 اور مصوری دیکھی تھی، اب جو معارف میں آپ کا مضمون دیکھا تو اس کے الفاظ میں وہی مصوری پائی
 گویا بولتی چالقی تصویریں آنکھوں کے سامنے تھیں، جو زبان حال داستان عبرت سنا رہی تھیں،
 ”جان سخن“، ”شعر لہجہ نمبر ۵“ اور تین سو کے لئے پردہ خفا میں!۔۔۔“

ذرا ایک پھر کٹتا ہوا نوٹ معارف میں دیدیکے لیکن صرف شکر یہ نہیں۔ پان سفید
 کرارے اور خوش ذائقہ یوں تو لطافت کا کیا کہنا، لیکن خوبصورت ہاتھوں سے ملین تو کیفیت
 بڑھ جاتی ہے، اس محلیہ میں بھی ایک طرح کی ”شعریت“ ہے ”حیفہ عشق“، ”شعر لہجہ“ کے حصہ آخری

۱۷ سرکار عالیہ بھوپال نے تین ہزار دارالمستفین کو سیرت کی جلد اول کی اشاعت پر عطا کئے تھے ۱۷ بھوپال کے

۱۷ پروفیسر محمد حسین آزاد

کی نسبت کمین لکھ چکا ہوں کہ عطر میں ڈوبا ہوا ہے اور اب وہ اس شخص کے ہاتھوں سے لہ رہا ہے جو دائرہ علمائین اپنی خوش بیانی اور پاکیزہ خیالی کے لحاظ سے رئیس الادب ہے اس پر اضافہ کیجئے اس غلو ص کو جو مولائے مرحوم کو اپنے ”حبیب“ کے ساتھ تھا اس سے زیادہ موزوں نیت کیا ہوگی سچ ہے یہ بے مانگے کے موتی تھے جو ”دارالمصنفین“ کے دامن میں آگئے

شذرات میں ”شلی سوسائٹی“ کو جس کا دوسرا نام ”بزم شلی“ ہو گا چمکاتے رہئے، کم سے کم ایک صورت قائم کر دیجئے خود لکھئے، ماجد صاحب سے لکھوائیے، اور غور کیجئے، چندہ سالانہ کیا ہونا چاہئے مین تو ایک یا دو روپے رکھتا، تاکہ لوگ آسانی سے دئے سکیں، دس پانچ سو، پچاس نو، کرنے والوں کا خدا بھلا کرے یہ سلسلہ اگر چل نکلا تو سائر کی حیثیت سے ایک رقم معقول دارالمصنفین کی جیب میں ہوگی اور بہتر سے اضافی کام نکلیں گے

خوب یاد آیا، آپ کے ست اور ایلے (مضمون) میں ایک نفرض قلم اور ایک ٹھوکر گئی میری غلط جاتی نہیں ہے علیحدہ یادداشت بھیجتا ہوں ستمبر کے معارف کے کسی گوشہ میں جگہ دیدیجئے گا۔

حیدر آباد کی ادبی اسکیم بچوں کا کھیل ہو رہی ہے، ارکان دارالترجم پرے دے کی حد ہوگئی انجمن اردو بھی لپیٹ میں آگئی ہے

مین نے ایک کھلی چٹھی ہم کو لکھی ہے دیکھیے گا

”مرد با وضع اور خلیق“ اچھا آدمی تھا۔ افسوس ہوا اسے اپنی فردوس سے الگ ہونا پڑا

مہدی

لے ہوش گلرامی ایڈیٹر ذریعہ حیدر آباد دکن

تحصیل اکبر پور۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء

برادر محترم
عنایت نامہ ملا معارف مین ”اعجاز خسروی“ پر آپ کا چہتا ہوا
نوٹ لٹریچر کی جان تھا، مجھے آپ کی اخلاقی جرات کا قائل ہونا پڑا کہ سچی بات زبان پر
آئی ہوئی رک نہ سکی۔ چر یا کوئی صاحب کے دماغ میں یہ کوڑا کرکٹ معلوم نہیں کب سے
بھرا تھا جو علیحدہ رسالہ میں کھپ سکتا تھا لیکن انہوں نے غریب خسرو کے سر لگایا، اتم
ظریفی یہ ہے کہ علیگڑھ والے بزم خود سمجھ رہے ہیں کہ کلیات کی تصحیح و تہذیب یورپ کے
پیما نہ پر مبنی ہے، یہ ہمارے سب سے بڑے ”گہوارہ ادب“ کا علمی کارنامہ ہے

آپ اکبر پور اس لئے نہ آسکے کہ مسلمانوں کو اونٹ کی سواری کی عادت نہیں رہی، ورنہ
چار میل کپٹی شرک۔ کچھ بڑی بات نہیں، آپ کی نقل و حرکت مشرق و ہند میں دیکھی تھی کہ ”یو نو
آپ پر مٹے ہوئے ہیں۔ شملہ آپ کو پسند نہیں آیا لیکن مجھے تو نام سے بھی دلچسپی ہے، دیکھئے پھولون
کی سیج پر ”جوانی کی ورزش“ کی شائقہ اپنے چاہنے والے سے کیا کہتی ہے:-

دوسرا تیسرا یہ حملہ ہے یہ بھی کیا کوئی شہر ”شملہ“ ہے

ایکویسریں مذہب کی فکر ہے۔ حضرت شبلی کی طرح تمام دنیا سے الگ ہوں محرم ہویا ام
لیلا۔ دونوں غیر ضروری اصل مرغ کی ایک ٹانگ، صرف بندہ عشق ہوں، زواید سے غرض

۱۔ نواب اسحاق خان مرحوم ابوبکیشل کافرئس کی طرف سے خسرو کی تصنیفات چھپوا رہے تھے ہر تصنیف پر کسی نہ کسی جاس نے
غریب خسرو پر طعن و تفریط لکھی ہے، مجملہ اس کے ایک کتاب پر چر یا کوئی صاحب نے تقریظ کا حق ادا کیا ہے، اس کی طرف یہ اشارہ ہے
۲۔ حضرت مہدی مرحوم تحصیلدار تھے، اس زمانہ میں محرم اور لیلا ساتھ چلے تھے، اور ہندوستان میں کہیں نہ لگا رہے تھے
اس مناسبت سے مکتوب الیہ نے لکھا تھا کہ آپ کی تحصیل مین کیا حالت ہو اور اس باب میں کس مذہب کے پابند ہیں

نہیں رکھتا۔ اور ایک ضرورت سے زیادہ لائق دوست کی طرح ”مسلم“ ہونے سے شرماتا نہیں مہین
اب تو آپ کی فہرست سے نام نہیں کئے گا

علامہ شبلی کا جو مرتق حیدر آباد بھیجا گیا۔ میرا خیال ہے یہی سب سے بہتر تھا لیکن لطف جب
تھا کہ بڑے پیادہ پر اس کی ایک نقل، شاہی، مصور کی طیار کردہ ”دارالمصنفین“ کے نذر کیجاتی
اجدمیان کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ معارف میں وہ رنگ پیدا کرنا چاہتے ہیں جس کی
طرف آپ کو متوجہ کر چکا ہوں

آج کل کچھ معلوم نہیں ہوتا آپ کس دھن میں ہیں کیا کیا اسکیم ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔ کیا
ہو چکا ہے، نری ضابطہ کی سطروں سے تسکین نہیں ہوتی۔ خط کے دو چار کاغذ آپ کی خدمت
میں نمونہ بھیجے گئے تھے اور جن کے ذکر سے مجھے شرم آتی ہے ان پر یہ ٹیکس منظور نہیں تھا کبھی
کو لکھے، آپ کے دفتر نے لفافہ کی ”سمت صحیح“ کو جس طرف پتہ ہوتا ہے (چھوڑ کر دوسری طرف
ٹکٹ لگایا جو آج کل کے ”عوامد“ (ایچی کٹ) کی رو سے جائز نہیں ستم پر ستم یہ ہوا کہ ”شبلی ہوسٹائی“
کا نقش محفوظ نہ رہ سکا، اور اسے ڈاکخانہ کی مہر کا بار اٹھانا پڑا، بتائے کس سے جواب طلب کروں؟
خدا کرے آپ معاشاں جنگی بخار سے محفوظ ہوں۔ ہفتہ میں دو روز پانچ پانچ گرین کوئین
کی گولی کھائیے اور کچھ پیتے رہئے۔ شراب نہیں، صرف چائے، نہایت گرم اور دو وقتہ، ”صبح امید“
کا پہلا نمبر دیکھا کچھ پسند نہیں آیا

آپ کا۔ مہدی

۱۔ حضور نظام میر عثمان علی خان کی فرمائش سے مولانا شبلی مرحوم کی ایک تصویر جو اون کے مکان میں آویزاں تھی
بھجی گئی تھی

کیمپ ڈیراپور کا پتور۔ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء

پیارے مولانا عنایت نامہ ملا مجھ کو آپ کی بے اطمینانی کی اطلاع مل چکی تھی اور نہایت افسوس ہوا کہ یہ صورت پیش آئی زندگی کا یہی ایک صیغہ ہے جو کسی اصول مقررہ کا پابند نہیں اور جس قدر زیادہ غور کیجئے، کہن بڑھتی جاتی ہے لیکن اتفاقی طور پر جن کو یہ حوادث پیش نہیں آتے ان کی حالت نسبتاً لائق رشک ہے

مجھ کو مرنے میں تامل نہیں مگر بہتروں کے بعد جانا چاہتا ہوں لیکن کیا معلوم یہ روانگی کب ہوگی اپنا اپنا حصہ رسی ہے۔ امید ہے آپ کی استقامت حسرت فراوانہ پر غالب آئیگی اس خیال سے دل کو چوٹ لگتی ہے کہ جہان تک آپ کی سچ کی زندگی کا تعلق ہے لچسپیوں کے مظاہر کم ہوتے جاتے ہیں

شعرِ انجم سے پہلے ارضِ القرآن کی رسید دینی ہے۔ پہلی ہی نشست میں معتدجہ صدمہ دیکھ گیا لڑکچہ جن سرسید کی سی سادگی اور روانی ہے۔ غیرے غلط بڑھتی جاتی ہے اس لئے موزونیت کی کمی نہیں جو تاریخ کے لئے اس قدر ضروری ہے آپ نے دو سطروں میں بھی جلدی کی تقویٰ نہ کی یہ نہیں معلوم ہوتا ابھی بیٹ میں کچھ اور دبا دیا ہے یا سب باہر نکال چکے

شعرِ انجم دیکھی نہیں آنکھوں سے لگائی اگلے پچھلے بہتیرے نکتے یاد آگئے اور صدمہ ہوا کہ یہ نعمت ہمیشہ کے لئے چھین گئی صوفیانہ شاعری کی نزاکتیں جس نفاست سے دکھائی گئی ہیں ان سے بہت متاثر ہوا میں تصوف متعارف سے ذرا گھبراتا ہوں لیکن مولانا کے اعتقادات پڑھنے کے بعد ایک درویدہ اور خاموش اثر دل میں پاتا ہوں جس سے قوتِ انحراف قریب

قریب زیر ہو چکی ہے۔

اخلاقی شاعری میں زیادہ پھیل نہ سکے کہ مواد بہت کچھ تصوف کے نذر ہو چکا تھا عشقیہ شاعری میں تو دریا بہا یا ہے۔ وہ بھی موتیوں کا۔ بے اختیار جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھ ڈالوں لیکن وہی چبا لے ہوئے نوائے ہون گئے۔ کافران ادب۔ ماجد و باری لکھتے تو مجھے بھی ذرا لطف آتا کہ یہ دونوں ضرورت سے زیادہ لائق ہوتے جاتے ہیں۔ مادیت پر باری کی مزید قلم آزمائی نے دل کا ارمان پورا کر دیا لیکن ابھی گنجائش ہے۔

ہاں میں معارف کی ارتقائی اسکیم سے واقف ہوں جس کا خاکہ ماجد صاحب نے بھیجا تھا لیکن عمل کب سے ہو گا جنوری خالی نہ جاتا تو اچھا تھا۔

شعر انجم اور براؤن کا سرقہ قیاس مع الفارق سے بھی گیا گذرا خیال ہے دونوں کا موضوع بالکل جدا ہے کہیں کہیں ٹکڑ ہو گئی ہے لیکن نوعیت پھر بھی جدا گانہ ہے آپ نے یہ بحث دیباچہ میں خوبصورتی سے طے کر دی ہے ہدم میں عبد السلام صاحب کا پھیلاؤ اور ماجد کی ڈانٹ بھی دیکھی یہ تو تھا ہی ایک چریا کوئی سیرت النبی کا دکھڑا لے بیٹھے دونوں کی خبر لینی ہے مشرق میں چند سطریں دیکھئے گا۔ آپ کا مہدی

تحصیل ڈیراپور۔ ۲۴ فروری ۱۹۸۷ء

پیارے مولانا عنایت نامہ ملا۔ دو ٹوکے اصناف پر دلی مبارکباد، خدا کرے

لے حضور نظام فیہ روقی مدین دو سال کے لیے دوسرا ہمارا کاغذ لکھا

رہڑکی طرح یہ رقم بڑھڑا کر اتنی ہو جائے کہ کافرانِ ادب (ماجڈو باری) بھی آپ کی مولویت کے دائرہ میں آجائیں

اب آپ کی ذمہ داریاں بڑھتی جاتی ہیں جس سے باوصف آپ کی قابلیت اور اہلیت کے مجھے فی الجملہ خلش سی ہے،

سیرِ معارف اگر آپ نہیں بدل سکتے تو واپس کیجئے کاپور کا کوئی نامی پریس میرے لئے صفحاتِ خاصہ چھاپے گا آپ بھی کیا یاد کریں گے، لیکن تاوانِ کابل منجہ صاحب کی جیب ٹولیکا اس وقت اس سے قطع نظر کئے لیتا ہوں کہ میں خود بخدا باقیدار ہوں

معارف سے متعلق ماجد کی وسیع اسکیم کا خاکہ آچکا ہے، سرِ دست اپنی طرف سے کچھ اصناف کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی اگر انکے خیالات قوۃ سے فعل میں آسکے تو اس کے بعد تکمیل تصویر (Finishing touch) کی حیثیت سے کوئی بات سوچھی تو عرض کردن گا

حیدر آباد کی بزمِ ادب کے روحِ روان یعنی ماجد کی فرمائش سے مینے ”معاصرانہ چشمک“ کے عنوان سے چند صفحے لکھے تھے جنہیں ہتھیسس مالی و شبلی پر نظر ڈالی گئی تھی آپ پر بھی ایک فقرہ ہو گیا تھا، خیال تھا ”ذخیرۃ“ میں شائع ہو لیکن پردہ پر آتے آتے وہ دفتر ہی گاؤں خورد ہو گیا اب ماجد کا اصرار ہے کہ وہ معارف میں نکلے آپ کی طرف سے میرے فقرہ معترضہ پر اگر کچھ نوک جھونک ہوئی تو بارانِ طریقت کو لطف آئے گا مسودہ نظر ثانی کے بعد صاف ہو رہا ہے مارچ

لے مولوی عبدالماجد صاحب لی اے پروفیسر عبدالباری ندوی لکھے مرحوم کو اسکا اہتمام تھا کہ سعادت اور دائرہ مصنفین کی برکت جو انکے پاس ہائے وہ بے داغ ہو لکھے ذمہ حیدر آباد کن جو خطاب ہوش بگڑی کی اڈی مری میں بھٹکتا تھا

کے نمبر میں گنجائش رکھئے گا

آپ نے کمکشان کا نوٹس نہیں لیا کیا وہ ڈیپٹے بڈ ٹول، ابھی نہیں ہوئی، معرجم نقاد (جو)

پھر جاری ہو گیا) ارتقاء ادبی سمجھئے

مدت سے وطن (گورکھپور) نہیں گیا ایک چکر میں پڑ گیا تھا گورکھ سے، کی دل کی سیاہی
جب قلم سے نکلتی ہے تو زیادہ پھیلتی ہے، لباس متحدہ نہ پر ایک کم بین کی نظر لگی لیکن مہیل مرغ کی ایک

ٹانگ، حریف کو سپر ڈانسی پڑی اور مین خدا خدا کر کے ڈیڑھ سال کے بعد گمن سے چھوٹا اپنی تحصیل لہری

پر جس کا چند ان شائق نہیں مستقل ہو گیا یہ اضافی تصریح اس لئے ہے کہ وطن آیا تو دارالمصنفین

میرے لئے گھر انگن ہو گا اور آپ سے بوسہ بہ پیام کی جگہ۔ آپ عورت ہوتے تو کہتا لب لب

کی ٹہرے گی، آخری نفرون سے آپ کے تقدس میں کچھ فرق تو نہیں آیا؟

مہدی

تسلیم یہ غلط ہے کہ ”فلسفہ حسن“ آرائش و زیبائش سے بے نیاز ہے عورت کتنی

ہی حسین ہو لیکن بیوگی کے بعد وہ جو بن نہیں رہتا۔ ہیرا تراش لوٹاگ کے اترتے ہی اسکی سج دھج

تراش خراش، سب میں فرق آجاتا ہے مطبوعات، المصنفین کی لوح بالکل سادی اور رسالہ کی

طرح کسی قسم کی میل سے بھی سزا ہوتی ہے، اسپر سترم ظریفی یہ ہے کہ حاشے غیر تراشیدہ!

البیرونی (انجمن اردو) اور مضامین عالمگیر (انتظامی پریس کابنور) کے سرورق دیکھئے۔

سفید کاغذ پر اودی ہیں، اور حروف بالکین سے خالی نہیں آپ کی ”رہبانیت“ اس حیثیت سے لائق انسوس ہے، کتاب کی عظمت کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی تقطیع بڑی ہو، تمدن عرب میں ضخامت نے تناسب پیدا کر دیا تھا سیرت نبوی میں وہ بات نہوسکی، اگر معمولی کتابی تقطیع ہوتی تو پہلا حصہ کم و بیش ایک ہزار صفحوں پر قابض ہوتا، اور حیات جاوید کی طرح ایک ٹھوس اور نمونہ جلد ہمارے ہاتھوں میں ہوتی، موازنہ انیس و دیرین میں بھی غلطی ہوئی،

کیا سیرۃ کی طبع ثانی میں اس کا کچھ لحاظ ہوگا؟ یا اصل مرغ کی ایک ٹانگ! مولویت اپنے مرکز نقل سے نہیں ہٹے گی؟ خوب یاد رکھئے شایستہ طبقہ کی نگاہ میں اگر کوئی ایسا طبقہ ہو جوستان خیال اور فسانہ آزاد کا سائز رکھتا ہے

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کیمپ ڈیراپور ۲۴ مارچ ۱۹۱۹ء

تسلیم
شکر ہے آپ سفر سے مع انخرواپس آئے میرا خیال اس درمیان میں جانے
کمان کمان پہونچا

ابوالکلام کے ذکر کے ساتھ ان کے ”تذکرے“ سے متعلق ایک حرفت نہیں! ایک ادیب کی یہ بیگانہ وشی کمان تک لائق درگزر ہو سکتی ہے؟

مجھکو تمام عمر اگر کسی پر رشک آیا ہے تو رہنچی واسے پرشلی کے دل میں اس کی بھی جگہ تھی ”بزم شلی“ کے چند مرقعے دکھاؤں؟ لیکن دکن کی بجلی کا ذکر بھی آئیگا آپ کہیں گے بنیگی چاہتی ہے شعرا کی طرح عورت کو مرد بنا کر پیش کر دیا

م۔ ڈیراپور ۸۔ اپریل ۱۹۱۹ء

تحصیل ڈیراپور ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء

برادر محترم ۳۰ دن کے مسلسل فاقے کے بعد خدا کے نیک بندوں کو وہ وقت

کی رو میان ملنے لگیں آپ کو مبارکباد دینے کو جی چاہتا ہے رمضان ہو، یامی، جون، شہید کے لحاظ سے دو نو تمہد الاثر تھے، کسی نے پیشگی، ”یعنی سحری کھائی کسی نے شام کو کسرت کالی، کچھ ایسے بھی تھے جو ”زیستن ہرای غوردن“ سے زیادہ لطف نہ اٹھا سکے اور اوقات مقررہ کے پابند

رہے، اے میں آپ کے سلیقہ، احساس پر چھوڑتا ہوں کہ قانونِ فطرت کی رعایت دراصل کس طبقہ نے ملحوظ رکھی؟ یقینی ثانی الذکر نے، آپ ہی بتائے اُتری ہوئی صورت کو شاداب چہرے پر کیا حق ترجیح حاصل ہے؟

یہ تو آپ کے ایک فقرے کا ایک جواب تھا۔ فی عنایت نامہ میں بار بار پڑھا جس کے ۴ صفحے آپ کے خلوص کا بہترین منظر تھے، جی چاہتا ہے ”وقائع سفر کی چند سطروں“ کے عنوان سے کسی پرچہ کو بھیج دوں آپ کے مشاہدات کے اس حصے سے بہت متاثر ہوا، جو گزشتہ اسلامی تہن من کا ایک بگڑا ہوا خاکہ ہے جس قلم سے ارض القرآن سی سنگلاخ چیز بکلی ہو اس کے لئے رشیم پوتی بکھیرنا، چند ان دشوار نہیں، یہ کام استاد سے رہ گیا مگر شاگرد رشید اس کی تلافی کر سکتا ہے، وقت ہے کچھ کر کے دکھا دیجئے، دنیا کیا یاد کرے گی، زاویہ نشینون میں اس دل دو ماغ کے لوگ بھی موجود تھے؟

عارف کی نئی ”منسٹری“ کی بہت رہی۔ کارڈ دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا اور فوراً آپ کو لکھنے

بیٹھ گئیائی وزارت میں انشاء اللہ میرا حصہ ہوگا لیکن مصیبت یہ ہے میں ہر کام کو پیش کی حیثیت سے کرنا چاہتا ہوں ”جدید عنوان“ بیسویں صدی کا مناظرہ پیش نظر ہے اس کے ارکان یہ ہوں گے مذہبی، اخلاقی، مادی، فلسفی، تشکیکی، افادی، ہنرمیری وغیرہ، وغیرہ۔ آجید۔ وباری نے فلسفہ کا بہت رنگ جار کھا ہے، میں اس طرح عطر نکالنا چاہتا ہوں کہ یہ دو خالی ہاتھ نہ رہائیں لیکن مشکل کام ہے، اور وقت چاہتا ہے، یہاں کا غذات پٹواری سے فرصت نہیں، بتائیے کیا کروں، ابھی آپ کی اس اطلاع سے دل بہلاؤ نکھاکہ ”چشمک“ خوب معتدل ہوئی اور لکھنے والے کو اچھی سوچھی،

مہدی

ڈیرا ۲۵ جولائی ۱۹۱۱ء

برادر محترم عنایت نامہ ملا کا ”فر“ اور ”مہمانِ حرم“ ابرشک آیا کہ میں اس موقع پر نہ ہوا۔ آپ لکھتے ہیں کہ ”اس ہفتہ میں بخدا یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آفتاب کب نکلا کٹے و با کے دن گذرے“ آپ اس قدر معتبر راوی ہیں کہ میں اس کے حرف حرف پر ایمان رکھتا ہوں لیکن کیا میں اس سے یہ تیاس نہیں کر سکتا ہوں کہ جس طرح روزے نئی مشین کی ترتیب تکمیل کے نذر ہوئے، یہ ہفتہ نمازون سے خالی گیا! اگر آپ کا زہد اس ”قیدی سخت“ کی زنجیر ڈھیلی کر سکا تو میری ”رہنمائی“ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی یعنی آپ کے ساتھ میرا پردہ بھی رہ جائیگا، لیکن آپ اس

معلوم کے مضمون ”معاصرانہ چٹک“ کی طرف اشارہ ہے، اسے مولوی عبدالماجد صاحب بی اے، دارالمصنفین پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے اوس کے متعلق کتب دلیہ نے لکھا تھا

بھوتے پر راضی ہیں؟ پروفیسر باری، ماجد سے جو یہ ہیں اس لئے مفت خوری، یعنی گھربٹے وظیفہ کے لئے کچھ دیر سی ہے، لیکن فلک نالان کے لئے طرہ علق تھا، اس لئے روانہ کر دیجئے، زنگر ڈونکی بہتری گنجائش ہے، لیکن افسوس یہ ہے آبکی ایکڈمی کے کل پرزے اپنی جگہ سے ہٹانے میں جاسکتے، دارالمصنفین کی رکنیت کے لئے آپکا شکریہ، میں اسے نہایت خوشدلی سے قبول ہی نہیں کرتا، بلکہ اس اعزاز کے لئے مجوزین کا ممنون بھی ہوں

موسم نہایت توبہ کن ہے اس لئے آپ سے نصحت ہوتا ہوں لیکن آجکل کچھ حصہ میں نہیں صرف عالم خیال سے انکمیلیان کرتا رہتا ہوں جس نے اس زہر کو چکھا ہے وہی اندازہ کر سکتا ہے کہ شب امید عہد سے زیادہ باکیف ہوتی ہے! افسوس آپکا ناقابل تلافی سانحہ یاد آگیا بدستور آپکا مہمدی

تحصیل ڈیراپور ۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء

برادر محترم۔ ادھر آپ بالکل ہی خاموش رہے، سڑکی پر آپ کی فاتحہ خوانی نے سنا بہتیر دن کو رد لایا، صدیوں کا بیمار جب دم توڑ رہا ہو تو حسرت و یاس کا کیا ٹھکانا ہے مسلمانوں کا پولیٹیکل زوال تو فرماؤ دایان وقت کی مسلسل مطلق العنانیوں اور بے مہولیوں

۱۵ مئی عبد الماجد کا وظیفہ نظام حیدر آباد نے مقرر کیا تھا ۱۵ پروفیسر عبد الباری ندوی کا انتخاب عثمانیہ یونیورسٹی کے لیے ہوا تھا۔ ۱۵ مئی مکتوب لایہ کی عزیز بیوی کی وفات۔ ۱۵ خلافت کا نفرض اول منعقد ہو گا، میں مکتوب لایہ نے ایک مختصر لیکن نہایت مؤثر تقریر کی تھی جسے جلسہ کو نرم ماتم بنا دیا تھا اور اس کی طرف اشارہ ہے۔

کا نتیجہ ہے، لیکن قوم جو حیثیت مجموعی دور فنا سے گزر رہی ہے، یہ صرف اس کی پھٹکار ہے کہ ہم عقلی ترقیات کو کچھیلی جکڑ بند یوں سے آزاد نہ کر سکے، اور آج بھی ہکوا اصرار ہے کہ ہمارے مستقبل کی (اگر کوئی ہو) بنیاد اساسی ۱۳ سو برس کے فرسودہ نظامات زندگی پر رکھی جائے، بیشک شہب نے کسی زمانہ میں بڑے بڑے کام کئے ہیں، لیکن اب وہ زیادہ سے زیادہ اخلاق کی جبرٹری یا ضمانت کر سکتا ہے، کسی قوم میں مزاج عقلی نہیں پیدا کر سکتا، ہر زمانہ میں معیار قومیت یہ لیتے رہتے ہیں، آج یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ مذہب کشاکش ماحول اور خارجی موثرات کے لحاظ سے کسی قوم کی ترقی کے لیے اسباب ثانویہ کی حیثیت رکھتا ہے، علتِ اولیٰ نہیں ہو سکتا پاس کے پاس جا پان کو دیکھئے جس کے عقائد مجموعہ خرافات ہیں، لیکن وہ ترقی کی دوڑ میں اقوام تمدن سے پیچھے نہیں ہے، عقائد کی خوبی جو کچھ ہے ان کے مان لینے میں ہے، غیبت چند ان لائق لحاظ نہیں ہوتی، بہر حال داعی اور عقلی ترقی کے سوا کوئی ذریعہ نجات نہیں، اور یہ بے روک ٹوک ہونی چاہئے، معارف کی عقلیت پرست ہوں بعض صاحبوں کو اعتراض ہے حالانکہ موجودہ بیان بھی میرے خیال میں غیر کافی ہے، اور آپ کی روشنیالی امید دلاتی ہے کہ یہ پہلو دہتا ہوا نہیں رہیگا خریداروں کو پُر زور تحریک سے مجبور کئے کہ ہر شخص ایک خریدار بنیاد کر دے، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، گو کہ میں آج ہر سال دو کھرے نام بھیجتا رہتا ہوں اور چاہتا ہوں دوسرے بھی یہی کریں، تو تعداد موجودہ ہضاعت ہوتی رہے گی مولوی مسعود علی نے لکھا تھا کہ ایک ہفتہ وی۔ پی کی واپسی کا ہوتا ہے جو نہایت تکلیف دہ ہے

”تذکرہ“ ابو الکلام کی ایک جلد ہدیۂ ملی، ظاہری حیثیت سے لائق رشک ہے، اور کیونچہ مسٹر احمد کی مشاطہ گری نے حسن کاغذی کو خوب نکھارا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کتاب کہاں تک اپنے موضوع کے حدود میں ہے اب تک جس قدر دیکھ سکا ”اسماء الرجال“ کا خاکہ ہے، خود رد ریا کر س ہیں، بے ترتیب فصلوں میں جمع کر دیئے گئے ہیں، لیکن خاتمہ جان دیدنیے کے لائق ہے ذرا اچھی طرح کھلے گا، اظہار خیال محفوظ رہے گا، اہل ملی تبلیغ کو میں پسند تو کرتا ہوں لیکن موس ہے کہ مرض کا یہ اعلیٰ علاج نہیں

ممدی

”تنقید شعراجم“ تو خیر ایک صاحبزادے کے نیم فلسفیانہ دماغ کی گونج تھی، لیکن ”تنقید الفاروق“ کا لکھنے والا سال خوردہ، اور باران دیدہ معلوم ہوتا ہے، اسقدر سنہ بیٹھ ہے کہ تکلیف ہوئی، سارا زور اسپر ہے کہ شبلی نے جو کلمات، رخ روشن کی حیثیت سے دکھائے ہیں، آپ اس پر سیاہی پھیرنا چاہتے ہیں، جس سے اسلام سے نفرت پیدا ہو، ایسوں کا جواب دینا ضروری ہے لیکن حفظ مرتبت کے لحاظ سے ”نام“ نہ تو اچھا ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ مجھ کو سخت ناگوار ہے

م۔ ڈیراپور، مکتوبر ۱۹۱۹ء

تحصیل ڈیراپور، ۳۰ نومبر ۱۹۱۹ء

معزئی۔ آپ کی ”نہیں نہیں“ پر بھی دارالمصنفین میں ”نکدہ طباطبائی“ آمد متوقع چاہتی ہے

۱۷ مکتوبہ یہ (دلیان) کی دوسری شاہی کا طرف اشارہ ہے

کہ وہ ان سے جو آجکل نکلے ان سُرُون مین ہو
نینداں کی ہے دماغ اسکا ہے راتیں اسکی ہین
جس کے بازو پر تری رُفین پر نشان ہین

خلوت مین یہ نقشہ ہو جلوت مین آپ ہوں اور معارت تصویر اور مجسمہ کی ناجوازی بہ
آپ نے جس قدر شواہد ہم پہنچائے ہین ”فنون لطیفہ“ کی طرف سے اس قدامت طرازی کا شکریہ
لیکن عکسی تصویر کے لئے آپ کو تاویل کرنی ہی پڑی تصویر کے لئے آپ کا نصاب شرعی (یعنی آدھ دھڑکی)
جدت سے خالی نہیں تھا۔ جدت پر جدت یہ تھی کہ آپ نے ”ہاف ٹون“ کا ترجمہ خوب کیا

بہر حال مئیوین صدی مین ”آپ کے ادکار عالیہ دنیا کے لئے پچسپی سے خالی نہیں ہین مسلمانوں
پر یہ الزام تھا کہ ایک بے ضررفن کی نہایت ضروری شائع کو آپ معائنہ فرمائیں گے مذہبی کمزوری
سے ترقی نہ دے سکے یہ ایک بدنام داغ تھا جسے آپ نے مٹایا نہیں بلکہ اور پھیلا یا ہے

ہم دار سنگان فن شریفہ توسیدی بات یہ جانتے ہین کہ سرے سے بڑے میان یعنی مذہب کو تکلیف
دینے کی ضرورت ہی نہیں یہ ایک خالص صنعتی مسئلہ تھا جس پر ناک بھون چڑھانا یعنی مذہبی
شکجے مین کس کسانا ایک بیکار سی بات تھی، آپ جس نتیجہ تک سینکڑوں دن پلٹے کھانے کے بعد
بھی نہ پہنچ سکے، منتر لآسان دراصل اتنی سنگلاخ نہ تھی صرف نقطہ نظر کا پھیر ہے

نقش دفا، کا خوبصورت مصنف ”عالم تصویر“ کے پیش نظر ہونے کے بعد بھی جس موقع
کشی کے جواز کا فتویٰ دیتا ہے اس مین ”غیر ذی رُوح“ کی شرط ہے لیکن شائق فن کو معلوم نہیں

اس مکتوباً نے نہلام اور تصویر پر ایک مذہبی سلسلہ مضمون لکھا تھا

کہ تصویر تو جانِ تصویر ہی کو تو کہہیں گے
 کھجے کی تیری تصویرِ شباب آہستہ آہستہ
 بھری جائے گی شیشے میں شراب آہستہ آہستہ
 اودی اودی رگون میں دوڑتا ہوا خون جب تک سطح کا غدر پُا بھرنے آئے وہ تصویر نہیں خائے
 جس کی لکیر میں ہیں جن کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے میرا فلسفہ زندگی تو یہ ہے:۔
 سینے سے لگائے تری تصویر ہمیشہ

مہدی

کمپ ڈیر ایبند - ۱۵ جنوری ۱۹۷۲ء

مکرمی آپ کے ڈیڑھ خط زیر جواب ہیں ادھر لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا میں سناتا تھا
 ”دوسو لوی“ خلوت کے رنگیلے ہوتے ہیں لیکن آپ کی رو داود دعوٰی ”جہان تک معلوم
 ہوئی غیر حوصلہ افزا ہے۔ یہ کیا کہ مرعوب ہو کر ”صنعتِ قوی“ کی آبرو دکھائی خیر گذر کی علامت
 نے پردہ رکھ لیا لیکن دوستوں کو قلق رہے گا کہ جسے ”بستر شکن“ ہونا تھا وہ شاعری کی
 اصطلاح میں ”دشمنِ بستر“ نکلا عورت کتنی ہی نازک اور پچکدا ہو، لیکن یہ اس کی فطرت کا
 راز ہے کہ حریفِ مقابل کے ثقل پر غالب رہتی ہے، یعنی ہارنے والی نہیں یہ دلچسپ شکست
 خدا کے صرف مقبول بندوں کے حصہ میں آتی ہے، یہ تصریحات آپ کے مذاق سے کتنی ہی
 بیگانہ ہوں غیر سنجیدہ نہیں ہیں، اور گواہ آپ کا ”دعہ زفاف“ ”ہنرمون“، ”بسترِ علامت“ پر

ایک پاکیزہ زندگی کا بہترین منظر ہے جو خیال میں آسکتی ہے، زوالی دولت بنی امیہ اور عبد عباسی سے اس دور کا موازنہ ایک وسیع میدان تھا جس سے کتاب میں فلسفیانہ شان پیدا ہو جاتی اور دہیسی کے لیے کچھ سامان ہاتھ آجاتا لیکن مؤلف کا قلم ایک تنگ دائرہ سے آگے نہ بڑھ سکا اور تشنگی باقی رہی یہ سرسری اظہار خیال ہے تنقید نہیں،

ممدی

تحصیل ڈیراپور۔ سہراکتوبر ۱۹۲۲ء

برادر محترم آپ کے سفر یورپ سے خاص کر مجھے اس حیثیت سے دلچسپی تھی کہ وہاں کی تعلیمی تصنیفیں اور معاشرتی زندگی دلی آپ کی آنکھوں کے سامنے آجائگی، اور میں خوش تھا کہ اکبر اتفاقاً یہ ایسا موقع مل گیا ہے جو میرے زاویہ نظر سے حاصل زندگی ہے سچ کہنے کا کیا جج سے کم چیز ضروری تھا؟ کس قدر یہ لائق رشک ہے کہ آپ نے ایک ششماہی وہاں بسر کی جو ”رقاصہ فلک“ نہیں بلکہ جیتی جاگتی ”زہرہ ہائے شب“ اور ”دلت بے ضرر“ کے لحاظ سے دنیا کا پرستان ہے

لیکن سوال یہ ہے آپ میرے لئے کیا لائے؟ یعنی مولویت کے ساتھ جی جو ایک ٹھوس اور غیر متحرک چیز ہے، ارض مغرب کے اثرات سے جس حد تک متاثر ہونے کا موقع ملا۔ اس کا مرقع کاغذی کب تک طیار کیجیے گا، کثرت مشاغل میں بہتر اور آسان تر صورت تو وہی تھی

۱۔ مکتوب یادِ خلافت کے رکن کی حیثیت سے مالک یورپ کا سفر ۱۵ یعنی سفر نامہ

یعنی آپ کے روزنامہ پور پور کے چند صفحے، جس کی طرف میں نے ابتداً آپ کو توجہ دلائی تھی لیکن افسوس ہے سخت گیری، حساب، نزاکت تحریر کے لیے ناقابل برداشت تھی، یعنی میں اسے پسند نہ کر سکا کہ میری تحریر میں آپ کے ہاتھوں میں مدد دست غیر کی مس کردہ ہوں اس لئے یاد دہانی نہ کر سکا۔ تاہم یقین کیجئے میری آنکھیں کالے کوسوں جہاں تک آپ کی نقل و حرکت کا تعلق ہے، ہمیشہ فرش راہ رہیں اور آپ کی مع ان غیر واپسی میری زندہ دلی کے ایسے سامانوں میں ہے جن سے میں اپنی رفتہ زندگی کے بڑھانے کا کام لیتا ہوں

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آج کل سیاسیات کی جو حالت ہو رہی ہے، کہیں سے اس لائق نہیں کہ شرفیادہ سنجیدگی اس میں کوئی حصہ لے سکے اس لئے میں آپ کو اس طوفان خوش تیزی سے الگ تھلاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ سیاسی پیش قدمیاں و بیات کا خون کر کے رہیں، قوم آج کل تو انا اس قدر بگڑی ہوئی ہے کہ سرے سے کوئی مذاق ہی باقی نہیں رہا، لیکن جن کے نام کو آپ زندہ کر رہے ہیں یعنی شبلی کے، وہ کیا چاہتے ہیں؟ گوشت عافیت میں کسی ایک خیال کا ہو رہنا میری غرض معشوقہ ادب کی غیر مضر کا نہ پریشانی سے قضا ہے سیاسی میں آگ لگانے والے یعنی بھڑکتے انگارے تو بہتر ہیں، لیکن دبی چنگاریاں جس قدر باکیف ہوتی ہیں ان کی لذت اپنے دل سے پوچھئے، اور صرف ایک کے ہونے، اس پر بھی کسی قدر روانی کی امید نہیں خود ہی لکھے خود ہی واد دیدیجئے، دور سے ہاں میں ہاں

لے لے کر سرکاری عہدہ دار تھے، اور میری ڈاک خفیہ فکر کی مہر لگ کر مجھ تک پہنچتی تھی، اس لئے انہوں نے ہتھیار کی اور اس سفر میں مجھے کوئی خط نہیں لکھا (سلیمان)

ملانے والا ایک شخص اور ہے، اسے نہ بھولئے، ایک نئے کلنڈر میں آپ کا ایک ولایتی
 گروپ نظر پڑا اس قسم کا کوئی مرقع یا آپ کی تصویر ہو تو دارالمصنفین کو ہدایت کیجئے،
 وی پی مجھے بھیجی جائے

آپ کا فدائی

مہدی

عبدالماجد صاحب بی اے (دریابادی) کے نام

تسلیم ”بین بین“ بعض موقعوں کے لئے خوب رہا دستہ ماہل ”مغوا بالکل ٹھیک ہے لیکن ذرا مولوی کرامت جیسے کا ٹائپ ہے یعنی روزمرہ پر بار ہوگا۔ مگر میں لکھ ڈالوں گا اچھا اور ترجمہ کیجئے

(۱) Diametrically apposite

(۲) Translation is wrong side of the
Embroidery الفاظ زیر خط کی رعایت رکھئے گا

مہدی - بارہ (الہ آباد) ۲۴ - نومبر ۱۹۱۷ء

(۱) کتب درسی یا نصابی

لے کسی سابق خط میں مہدی مرحوم نے different کے لئے اردو لفظ دریافت فرمایا تھا۔ مکتوب لیبہ نے لکھ دیا تھا کہ ”بین“ سے اکثر موافق پر غور ادا ہو جائیگا اور لغت میں ایک لفظ ”متماثل“ بھی اسکے لئے ملتا ہے۔ لے مولانا کریمت حسین (حوم) مولف، فراڈ کا سبب۔ فقہ انسان غیرہ جو تفصیل و ملتی الفاظ کے استعمال میں مشہور تھے اسلئے مکتوب لیبہ نے ان الفاظ کے مترادفات دریافت کئے تھے۔

Policy, Discipline, Text books

(۲) ضبط عمل یا انضباط عمل

(۳) فرد عمل

نمبر ۲-۳۔ مصری لٹریچر کے اجتہاد کے لحاظ سے طے شدہ ہیں

م

بارہ۔ ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۶ء

پیارے دوستی کا رٹہ کیا واقعی آپ کے قلم کے سایہ میں ہے اپنے
پہل کی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کفر کس طرح ٹوٹا
لیجئے نیا پتہ بھیجتا ہوں۔ لکھیے اور مفصل لکھیے۔ پھر اچھی طرح کھلوں گا۔ پچھلے معارف
میں کس قدر پیار مضمون تھا۔ سچ یہ ہے آپ میرے دل کا ارمان پورا کر دیتے ہیں
مہدی - تحصیل لاہور۔ کانپور۔ ۲۰۔ مئی ۱۹۱۶ء

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۴۔ مارچ ۱۹۱۸ء

پیارے ماجد آپ کے عنایت نامہ کے جواب میں مینے قصداً دیر کی کہ اس
سلسلہ کو قائم رکھ سکوں اور آپ کے قیمتی اوقات پر زیادہ بار نہ پڑے
”دُرخ فیتون“ کی خوش سلنگی کا افسوس ہوا یہ شکایت شبلی اور سید علی کو بھی ہمیشہ
لے تشلیک مذہب پر سادہ کنٹرول پر اس وقت عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے سرخشاہ تالیف و ترجمہ میں تھے اور بان کے
حالات مہدی مرحوم کو لکھے تھے، اسلئے اسلئے علماء و اکر سید علی بلگرامی مرحوم ترجمہ تہذیب و تمدن ہند

مانتا۔ چھوٹا بھائی سمجھ کر حد و دوسے نکلا جاتا ہوں۔

میں نے بہتر سے بہتر اشخاص کو بھی دنیا میں ”کم مین“ پایا۔ دوسروں کے ٹکٹ قائم رکھنے کی صورت صرف یہ ہے کہ ہم نبٹاؤں سے بہتر حالت میں نہوں۔ اس خاصہ طبیعت کو نفسیات کی کس شاخ کی تحت میں رکھئے گا

”شبلی سوسائٹی“ پر معارف میں کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔ کہ یہ ذرا میرے ڈھب کی چیز ہوگی۔ ”نقاد“ کو بہت آدمی بنانے کی کوشش کی لیکن اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ مجبوراً چھوڑنا پڑا۔ میری کیسوئی کی طرف سے اطمینان رکھئے۔

”میں ادیبانہ یا معاشرانہ چشمک“ کے عنوان سے کچھ زہرا گلنا چاہتا ہوں دکھانا یہ ہے۔ کہ شبلی نے ”بہتر سے بہتر سوانح عمری“ کے مولف پر ہمیشہ چوٹ کی۔ چند موقوفوں کے اقتباسات میرے پیش نظر ہیں۔ حالی نے ہمیشہ شبلی کو قیاضانہ یاد کیا۔ لیکن ایک موقع پر جہلاً کچھ اختلاف کیا ہے اسکا پتہ نہیں چلتا۔

اسی طرح مولوی عبدالحق نے متعدد موقوفوں پر خبر لی ہے یہ بھی نہیں ملتا۔ متاخرین میں صرف شبلی اور دن کے غیر معترف تھے۔ یہاں تک کہ سلسلہ تصنیف میں دوسروں کا ذکر بھی نہیں آنے پاتا تھا۔

”دور اشتطبی“ کی حیثیت سے ”دردِ ارا“ مصنفین“ سے بھی ایک آدھا آواز مولوی

۱۔ مکتوب الیہ نے تجویز کیا تھا کہ شبلی سوسائٹی کے نام سے ایک انجمن قائم ہو جو شبلی کا وکی (دردِ ارا مصنفین) کی ایک ہلکی نسل ہو۔ ۲۔ نقاد اگرہ کا ماہوار ادبی رسالہ۔

نذیر احمد اور ”حیات جاوید“ کے خلاف نکلی ہے۔

لکھون تو بھینچون کمان؟ ”الناظر“ ہی موزوں ہوگا۔ لیکن وہ کٹر کافر ہے مکاتیب
شبلی پر پیرردانہ اظہار خیال سے تکلیف ہوئی۔

ہم لوگ شبلی کو غزالی و رازی جانتے سمجھتے ہیں معلوم ہے لیکن خطون میں انشا
پر دازی کا رنگ نہیں ہوتا۔ یہ ایسی رائے ہے جو الناظر کے مبلغ ادب کا بھانڈا چھوڑتی ہے۔
”وسلیم“ کام کے آدمی ہیں۔ لیکن ”انانیت“ بڑھی ہوئی ہے۔ اس جذبہ پر نگاہ رکھئے گا
اور دن کے ساتھ تحلیل ہو کر کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ آپ کی فضائے دماغی کو قطعاً غیر
مشترک ہونا چاہئے۔

میراجی چاہتا ہے آپ ایک لٹریری ڈائری کھول دیتے کم سے کم میرے معروضات
کے جواب کا تو یہ رنگ ضرور ہونا چاہئے۔ اب آپ کی کوئی نئی کتاب مجھے پڑھنے کے لیے
کب تک مل سکے گی۔ ناداری میں فلسفہ جذبات اور تاریخ الاخلاق کو دوہراتا رہا ہوں
یا کمالات برکے کو اٹھا کر ایک نظر دیکھ لیتا ہوں۔

میرے ہر وطن قاضی تلمذ حسین کیا کرتے ہیں؟ آپ سے مراد ام ہیں؟

بدستور آپکا۔ مہدی

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۴ اپریل ۱۹۱۵ء

پیارے ماجد عنایت نامہ ملا

میں آپکی پاکیزہ تحریر وں کو جس قدر دلچسپی سے دیکھتا ہوں آپ باوصف خلوص شکل سے اندازہ کر سکیں گے۔

”شبلی سوسائٹی“

پر بڑھتے بڑھتے کئی صفحے ہو گئے۔ اور گویہ خبر نہیں کہ اتنا تک موضوع سے ہٹ گیا ہوں تاہم اردو لٹریچر سے متعلق جو کچھ کہنا سنا تھا تپتے تپتے کی باتوں میں کچھ چھوٹے نہیں پایا۔ الناظر پر کچھ نوک جھونک ہے جسے راہ چلتے کی ایک اچھٹی ہوئی ٹھوکر سمجھنے لگھلی ہوئی چوٹیں کسی اور پرچے میں فرضی نام سے دیکھئے گا

انجمن اردو کا ذکر اس طرح آگیا ہے کہ پچھلے گناہ کا کفارہ ہو جائے غالباً یہ آپکی تاریخ الاخلاق کا تصرف ہے

معارف میں آپ نے ”فرنگی محل“ کا مقدمہ ”روح الاجتماع“ دیکھا ہوگا آپ کے رنگ کا نتیجہ ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہ اتنا تک نہہ سکا۔ عبادت سلام میں ایک بات ہے لیکن وہ بعض دفعہ بہک جاتے ہیں۔ یسایان کی نسبت لکھتے لکھتے ایک موقع پر فرماتے ہیں۔ کہ ”اُس کے دلائل نقش بر آب و پادر ہوا میں“ وہی مولویت کا اثر اسی پر تو کہنا پڑا کہ اظہار رائے سے تشکیل رائے زیادہ وقت چاہتی ہے۔

لے مولوی محمد یونس فرنگی محل۔

آپ نے فلسفہ جذبات میں نظام عصبی اور اس کے مرکز دماغی اور خدائی کی تصریحات کے سلسلہ میں "نفیست پر" جقدر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کا حصہ ہے۔ لیکن ایک دوست مجھے نہیں آپ سے پوچھتے ہیں: "جدید تحقیقات حواس خمسہ باطنی اور اس کی ترتیب کو جو غالباً یونانیوں سے ماخوذ ہے۔ کتنا تک جائز رکھتی ہے، اسی طرح دل اگر محال دراک نہیں تو اس قسم کے محاورات کا کیا مطلب ہے:-

”میرا دل یہ چاہتا ہے“ ”وجدان قلب یہ کہتا ہے“ ”دلی جذبات یہ ہیں“ بہر حال دل کے خواص و افعال کیا ہیں؟ دماغی محرکات اور موثرات سے دل کو کیا تعلق ہے؟ ذرا تفصیل سے لکھئے گا۔

خوش ہوا۔ آپ نے ”بکل“ کی تاریخ تمدن کی تکمیل کی۔ میں نے لکھا ہے اطلاعی تحریر تو اورنگ آباد سے ایک ہفتہ ہوا آئی۔ لیکن کتاب کا ابھی پتہ نہیں۔

میں ممنون ہوں کہ آپ نے حضرت ہوش بلگرامیؒ کی مجھے تقریب کی جو نہایت شائستہ اور زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کی تعمیل ارشاد کی پہلی قسط یعنی ”معاصرانہ چشمک“ جلد بیچون گا۔

آپ حیدر آباد کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ مباحثہ رسیان توڑانے کو جی چاہتا ہے۔ مگر خدا ہی ہے جو ”کاغذات پٹواری“ سے نجات مل سکے۔ کیا دنیا میں کسی کو ایسے شخص کی ضرورت نہیں جو اپنے ادب کے معیار لطافت سے دوسروں کی رونق زندگی بڑھاسکے

اس پہ ذرا غور کیجئے گا۔

سید امین الحسن صاحب سبل کی افراط و تفریط کا شکر ہے۔ ان کی ضیافت طبع کا سامان
ماہر کی حیثیت سے ہو گیا ہے۔

آپ کا۔ مہدی

۱۔ دل کے خواص و افعال اور متاثرات کے سلسلہ میں صوفیوں پر بھی ایک نظر رکھئے گا
جن کے ہاں دماغ نہیں، دل رئیس الاعضا ہے۔

۲۔ میڈم ڈی اسٹیل کے دو ایک ناول کا ترجمہ میں نے شاید پڑھا ہے لیکن شبلی کے ساتھ
ان کے خصائل کا قدر مشترک جس پر ”الناظر“ کے خوان ادب میں نیک نیکی سے
اشارہ کیا گیا ہے میرے دائرہ نظر میں نہیں ہے۔ کچھ آپ بتائیے؟

اکبر پور۔ ۲۵ اپریل۔

معاف۔ مارچ ۱۸۸۵ء

”مقدمہ روح الاجتماع“ اور ”مکالمہ برکے“ سے پہلو بہ پہلو۔ اخبار و سیر کے تحت میں
یہ تصدیقات ملتی ہیں:-

”آنحضرتؐ نے اپنے سامنے چار سو آدمی قتل کرائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ

۱۔ سید امین الحسن سبل کو باریک دہشت جو مکاتب مہدی کو قاصد ذوق سے پڑتے تھے،

کے جنازہ میں ستر ہزار (تقداد شرعی!) فرشتے شریک ہیں۔ ایک حریر کے جُبّہ کو دو کھچکر آنحضرت نے فرمایا جنت میں سعد کے روال اس سے زیادہ نرم ہیں۔
 میں آپ کی اس رائے سے اتفاق ہی نہیں کرتا۔ بلکہ قدر کرتا ہوں کہ معارف کا
 اور پرچون کے ساتھ نام لینا اُس کی توہین کرنا ہے۔ لیکن کیا ان اکتشافات کو آپ
 جائز رکھیں گے؟

م۔ اکبر پور۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۵ء

تحصیل اکبر پور۔ ۲۵ مئی ۱۹۱۵ء

پیارے ماجد عنایت نامہ ملا

گر می نہایت ناقابل برداشت ہے۔ تاہم یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کو جواباً
 لکھنے میں دیر کروں

خوش ہوا آپ کی روشنی طبع آپ کے لئے بلائے جان نکلی ”رسائل عماد الملک“ پر
 آپ کے قلم کی سرسبز جنبش بھی لٹریچر کا حق ادا کرے گی ”طبا طبائی“ کے ثقیل الفاظ کی ٹھوکرن
 سے میں اس قدر گھبراتا ہوں کہ ان سے قطع نظر ہی بہتر تھی۔ آپ اُن نزاکتوں کو سنبھال
 لیں گے ”جو صاحب الرسائل“ کے پیش نظر ہیں۔ یہ مطلب وقتاً فوقتاً مبادلہ خیالات سے
 مکمل آئے گا۔

آپ لکھتے ہیں۔ دل کے افعال و خواص صرف طبعی ہیں یعنی نفسیت سے کچھ تعلق نہیں

اس چھوٹے سے فقرے نے شاعروں اور صوفیوں کی ساری کائنات پر پانی بھیر دیا یعنی ”دل“ صرف مضمونہ گوشت رہا جاتا ہے میری خاطر سے ”تصوف اور علم نفس“ پر ذرا کھلکھراٹھا خیال کر ڈالئے جس میں جدید تحقیقات کا پہلو نمایاں ہو پھر میں ”شراب معرفت“ کے عنوان سے زہر آگلوں گا۔ اسی سلسلہ میں بیٹے ہو جائے گا کہ ”کمین شراب معرفت شراب انگوری تو نہیں“ لیکن میری انشا پر رازی آپ کے ہمتا فاطمہ عالیہ کے بل بوتے پر ہاتھ پاؤں نکالے گی! ورنہ نری باتیں کتنی ہی دلچسپ ہوں مزے دار نہیں ہوتیں

”معارف“ میں ”تصویرات کلیہ“ کے چند نمبر دیکھ کر خیال ہوا۔ بجائی مابد کا ایک قریب نکلا۔ پچھلے اتنا ظہر میں ”مادیت“ نے اس خیال کو اور تقویت دی۔ کیا اچھا ہوتا اگر آپ ان مسائل کو جو یونانیوں سے ماخوذ ہیں اور اسلامی لٹریچر کا ایک جز ہو گئے ہیں تحقیقات جدید سے ٹکراتے مثلاً احواس باطنی کو لیں۔ ان کی تجدید کس قدر ”نفیاتی“ حال کے خلاف ہے اسی طرح منطق کے بہترے دور از کار مسائل ہیں۔ جنکی وجہ بیان اڑانے کی ضرورت ہے شبلی نے ”فلسفہ یونان و اسلام“ کے سلسلہ میں کچھ اظہار خیال کیا تھا۔ لیکن اس کی تکمیل نہ ہو سکی آپ یہ کی پوری کر سکتے ہیں۔ ہوش تو بڑی رقم مٹلے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ لیکن پرچہ ابی اس ٹھاٹھ کا نہیں ہے۔

حالی کی ”غزلیت“ پر میں نے آپ کی تنقید بہت دلچسپی سے پڑھی لیکن تسکین نہیں ہوئی صفحہ مدود تھے۔

”معاصرانہ چشمک“ ذخیرہ کو بھیج دی گئی۔ دیکھئے آپ کہاں تک پسند کرتے ہیں۔ لپیٹ

میں عناصر خمسہ کا پورا دائرہ ہے۔ لیکن صلی زہن مثلی پر ہے

ناظم دارالمصنفین ہفتون سے مفقود انجیر میں ”مثلی سوسائٹی“ کا پتہ نہ چلا کیا حشر ہوا۔

آپ جانتے ہیں میں آکھو برا کیوں لکھتا رہتا ہوں صرف اس لئے کہ آپ کی جوابی

تحریروں سے لطف اٹھا سکوں

مہدی

تحصیل ڈیراپور۔ کانپور۔ ۱۲ جون ۱۹۱۸ء

پیارے ماجد آپ کے عنایت نامہ کو پڑھ کر مجھے تشویش سی ہوئی لیکن

اتنی خیریت ہے کہ حمام میں سب ننگے۔ بے دسے تنہا آپ پر نہیں ہے۔ تاہم احتیاط رکھئے گا۔

میں نے آپ سے لکھتو میں ذکر کیا تھا کہ آپ نے گوا حضرت کی تھقیص نہیں کی تاہم اظہار

خیال کی باریک تہ میں ایک طرح کی توضیح پائی جاتی ہے۔ اور یہ معلوم نہ رہا کہ ہے

مستشرقانہ بنیدگی نہیں۔ ایک آدھ لفظ کے ہمیر پھیر سے یہ شکایت دور ہو سکتی ہے۔ اور مقصود

بچر بھی ہاتھ سے نہیں جائے گا۔ یہ میں آپ کے لئے کر سکتا ہوں۔ آپ اجازت دیتے ہیں؟

پروفیسر عباڑی کی کیا رائے ہے؟ میں نے ان کو آپ کا ”رقیب“ لکھا لیکن عربوں کی

لے حیدر آباد میں ملی زہرست شورش کتبہ لایہ مولوی عبدالحق ناظم مرستہ ترجمہ سید راس مسعود ناظم تعلیمات وغیرہ کے خلاف پیدا

کی گئی تھی راجا راجہ صاحب کا خاص ترجمان تھا۔ ۱۷ مولوی عبدالباقی مدد دی

اصطلاح میں یعنی آپ دونوں ”محافظ عقلیات“ ہیں۔ کئے تاویل اچھی رہی؟
 ”عماد الملک“ کی رائے یہاں تک توجیح ہے۔ کہ اُردو میں تسمیہ کے رنگ میں اگر
 کوئی قلم اٹھا سکتا ہے تو وہ حالی ہیں۔ لیکن اوروں سے بالکل قطع نظر کر لینا ایسی مجتہدانہ
 خورائی ہے جو کسی طرح لائق تسلیم نہیں۔ بہر حال سُن لیا کیجئے۔ کچھ بحثیوں کا موقع نہیں۔
 اکثر موقعوں پر خاموشی، اظہار خیال سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔

اپنی نسبت تو یہ انتشار دہانی کی نسبت آپ کے فیاضانہ خیالات دیکھ کر سچ یہ
 ہے کہ بہت خوش ہوا۔ بشرطیکہ آپ اسے ”فہمی از راہ گوش“ پر نہ محمول کریں۔ لیکن یہ
 قطعی ہے کہ ”تحسین شناسانہ“ سے اچھے سے اچھے لکھنے والے بھی دنیا میں بے نیاز نہیں
 ہوتے۔ اور یہی گویا صلہ کا دوش ہوتا ہے۔

”چٹک“ خوش ہوا۔ آپ کو پسند آئی۔ شبلی کے ساتھ میری عقیدت معلوم ہے تاہم
 وہ حالی کے ساتھ جس طرح پیش آئے مجھے ناگوار سا تھا۔ میرا خیال ہے۔ شبلی کی بریت
 میں اُن کے سوانح نگار کو دقت پیش آئیگی۔ اس بات کی احتیاط کی گئی ہے کہ تمام
 مضمون میں کوئی ”ثقیل“ لفظ نہ صرف مفہوم شوخی خیال کی غمازی کرے۔ ایک
 جگہ ”کم ظرفی“ لکھ گیا تھا۔ اسے بھی ”خوش ظرفی“ کر دیا۔ سلیمان اعظم پر بھی مدت سے
 دانت تھا۔ اُنھوں نے ایک سانس میں حسن نظامی کے ساتھ غریب نذیر احمد کو لٹا
 دیکھا ہے میرا شائستہ دار برداشت کر جاتے ہیں یا مولویت کے تیور پر شکن پڑتی ہے۔
 ”شبلی سوسائٹی“۔ پرچہ کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی آپ ہی کے ارشاد کی تعمیل ہے۔ عنوان

محدود تھا۔ لیکن مین نے کھینچ تان کے اس قدر پھیلا دیا ہے کہ سب کچھ لکھ گیا جو کہنے سے کے لائق تھا

انشاپردازی کے لئے یہ کس قدر ضروری ہے کہ نثر الفاظ کا انبار نہ ہو بلکہ سائل عصر کے لحاظ سے خیالات کا معیار اتنا اونچا ہو کہ بڑے سے بڑا فلسفی بھی کسی قسم کی بیگانہ دہی محسوس نہ کرے اور یہ کس قدر مشکل ہے۔ لیکن لوگ نہیں سمجھتے۔

مگر ایک ہم خیال بھی بہت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ میری دنیا میں

مہدی

خط ختم کر چکا تو یاد آیا۔ آپ کی ایک بات کا جواب رہ گیا۔ آزاد و وزیر احمد کا واقعہ ایک غیر ضعیف راوی یعنی خود شبلی کا بیان کردہ ہے۔ آزاد کے استادانہ ٹھاٹھ کے سلسلہ میں۔ مولانا نے یہ تذکرہ فرمایا تھا۔ کہیں آپ کو سہو تو نہیں ہوتا تر دید کیسی؟ اور وہ بھی شبلی کی زبانی! یہ ضرور ہے کہ واقعہ اُس وقت کا ہے۔ جب آزاد کا دماغ بے کار ہو چکا تھا۔

اپریل کے الناظرین۔ آپ نے ایک بھرتی کے مضمون نگار (سلطان احمد) کے خیالات: ”مترادفات“ کے عنوان سے دیکھے ہوں گے کنکر پتھر میں کبھی قیمتی چیز بھی نکل آتی ہے۔ اسے پھر ایک نظر دیکھیے کس قدر دلچسپ اور وسیع میدان ہے۔ عربی فارسی میں جو کچھ ہے سب پناہی ہے۔

مولوی عبدالحق سے فرمائیے کہ زبان اور اصطلاحات کے لغات کی ترتیب کے بعد

جو ان کی نگرانی میں ہو رہی ہے۔ ”مترادفات“ پر بھی توجہ کر ڈالیں مفتی سرسایہ ہے نہ ہاتھ آیا تو افسوس رہ جائے گا

آپ نے یہ نہ لکھا۔ لائق رشک ہوش کس وضع قطع کے آدمی ہیں آپ کی طرح جڑھتا رہن ہے۔ یا میری طرح کچھ اُترتا ہوا۔ حیدر آباد کی ”بزم ادب کا“ ایک گروپ ہونا چاہئے۔ جناب حیدری اور اس مسودہ کو بھی بھانٹے سب سے پہلا خریدار میں ہونگا

مہدی

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ یکم اگست ۱۹۱۰ء

پیارے ماجد میں گھوم گھام کر پھر اپنے مستقر پر آگیا مدت کے بعد دو عنایت نامے ملے شکر ہے آپ نے ایک خطرناک مرض سے نجات پائی جو عموماً امراءِ یورپ کے حصہ میں آتا ہے۔ بہت کم مثالیں ایسی ہیں جس میں ”عمل“ کی ضرورت نہ پیش آتی ہو۔ اور عمل بہت کم کامیاب ہوتا ہے۔ یکم کہتی ہیں ”اُن ہاتھوں کی چوڑیاں خدا نے رکھ لیں جنگی مہمدی بھی ابھی اُداس نہیں ہوئی تھی“ میری ادبی دلچسپیوں میں وہ شریک رہتی ہیں۔ آپ کے عنایت نامے ان کی نظر سے بھی گذرتے ہیں۔ بہر حال غیر متوقع صحت پر تفرقہ دلی مبارکباد۔

دکن سے مجھ کو دلچسپی ہو چلی تھی۔ لیکن اب تو حالات سن سنکر سما جاتا ہوں

۱۰ مکتوب الیکٹر (Appendicitis) (وجع امعاء) کا مرض ہو گیا تھا، یونانی علاج سے شفا ہوئی

آئے دن کے حوادث سے جو پردیس میں پیش آئیں ہو اے وطن بھی جہاں بے طینانی
تو نونوگی

ہوش غریب کی سرگزشت نے بالکل افسردہ کر دیا۔ اُتار چڑھاؤ کی لائق افسوس حالت
ہر وقت پیش نظر رہتی ہے۔ کانپور سے ذخیرہ یا کسی رسالہ کا اجراء مشکل معلوم ہوتا ہے۔ رد و دار
یا علم دوست طبقہ بالکل نہیں ہے صرف کاروباری لوگ ہیں۔ میں کبھی کبھی ضرورتاً جاتا ہوں
تو اسٹیشن پر ایک ریلوے انجینئر کے ساتھ ٹرتا ہوں

”چشمک“ کی نقل نہیں رہی۔ پہل مسودہ محفوظ ہو تو رکھ لیجئے گا ”شبلی سوسائٹی“ میں
جن جن مقامات کو آپ نظر ثانی کے لائق سمجھتے ہیں علیحدہ کاغذ پر نوٹ کر کے بھیج دیجئے
ممنون ہوں گا

حضرت سہیلؒ کے ذکر سے بہت خوش ہوا۔ خدا نظر بد سے بچائے
مولوی عبدالحی کیا ہوں گے۔ انجن کس کی ہو کر رہے گی؟ مشرق کا مضمون بہت
غور سے پڑھا اور پرچہ محفوظ رکھا

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء

پیارے ماجد ایک خوش مذاق دوست کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ ملک میں

۱۔ سید امین الحسن سہیل موہانی۔ ۲۔ اخبارات دکن کے سلسلہ جملوں کے جواب میں ۱۱ جولائی ۱۹۱۷ء کے مشرق
راگور کھپور میں ایک فصل مضمون، مکتوبانہ کی حمایت میں شائع ہوا تھا۔

جس قدر اخبار و رسائل نکلے ہیں۔ اُن کی چوٹی کے مضامین لے لئے جائیں۔ اور سالانہ ڈیڑھ دو سو صفحے کا ایک رسالہ شائع ہوتا رہے آپ کی ”تشکیک“ پر و فی سر باری کی ”مادیت“ وغیرہ اس پایہ کے مضامین ہوں گے بھرتی بالکل نہیں۔ اس سے اندازہ کیجئے۔ اقتباسات کیسے رہیں گے۔ انتخاب کرنے والی کمیٹی۔ آپ۔ سیامان عظم پر و فی سر باری میری جگہ ایک کو آپ اور بڑھا سکتے ہیں

”شبلی سوسائٹی“ ہلکے لٹریچر کے لحاظ سے اس دائرہ میں ہو گا معارف بھجنا ہوں جن مقامات پر آپ نظر ثانی چاہتے ہیں تکلف کی ضرورت نہیں۔ کم سے کم نپیل سے نشان کر دیجئے۔ اور واپس بھیجئے۔ ہوش صاحب کا بھوپال سے خط آیا۔ کانپور سے ”ذخیرہ“ جاری کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہاں قطعاً کسی کامیابی کی امید نہیں۔

آپ کے ہاں آئے دن کی خیرگیوں نے میرا ہاں سہا خیا لی لطف بھی کھو دیا سوچتا ہوں ”عماد الملک“ کے ”مرجع العلماء“ کی کبھی زیارت ہوگی۔ لیکن اب تو اجزائے پریشان موتیوں کی طرح بکھرتے معلوم ہوتے ہیں۔

دارالمصنفین سے خبر آئی۔ شبلی کی آخری تصنیف کے آخری حصہ کی اشاعت کے لئے ”شیخ الاسلام“ دکن کی اپنی خواہ کا پہلا حصہ آپ کی اطلاع کے موافق جلد پہنچنے والا ہے۔ جناب سہل کی خدمت میں۔ تسلیم

مہدی

تسلیم۔ عنایت نامہ ملا۔ جواب آئندہ۔ معارف نہیں ملا۔ کہین ڈاک کے
 ”جن“ تو نہیں اڑائے گئے؟ نہ بھیجا ہو تو جلد بھیجئے یا کوئی دوسرا پرچہ وہاں مل سکے تو
 مقاماتِ خاص کو نوٹ کیجئے

اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۸ اگست ۱۹۱۵ء۔ م

تسلیم معارف معہ نوٹ ملا۔ شکریہ۔ ترمیم کر دوں گا ایک تو کاتب کا تصرف
 ہے ”تصریحات ابتدائی“ کو موضوعات لکھ گیا۔

کیا دماغ۔ نظامِ عصبی (Nervous System) کا دارِ اخلاف نہیں ہے؟ اور کیا یہ
 ترکیب جو کہین نظر پڑی تھی صحیح نہیں ہے؟ ۲۷ کا ہندم بہت دلچسپ ہے۔

اکبر پور۔ ۲۸ اگست ۱۹۱۵ء۔ م

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء

پیارے ماجد بچھلی تحریر کے بعد پھر آپ کا کچھ پتہ نہیں چلا سنا اس درمیان
 میں واقعات کی رفتار بدلی۔ آپ اور آپ کے یار ان طریقت نے ”شاہی محل میں
 دعوت کھائی“

کفر جس قدر رنگ لایا تھا۔ صفائی بھی اُسی پایہ کی رہی فتوؤں کی بھر مار ہو گئی۔

۱۵۔ اس میں بھی اخبارات دکن کے حلون کا جواب دیا گیا تھا۔

مشکل سے کوئی اخبار اس سے خالی ہوتا ہے۔ مین نے بھی وقت کی چیز سمجھ کر ”ہدم“ کو ایک مولائی کھٹی چٹنی لکھی تھی لیکن کسی اخبار میں مصلحت (؟) سے اب تک وہ شائع نہ ہو سکی جس کا افسوس ہے۔

اگر مطلع غبار آلود کچھ صاف ہو گیا ہے تو کیا یہ موجودہ لائق عزت ”شیخ الاسلام“
 دکن کا تصرف ہے؟ مفصل لکھئے۔ ضابطہ کی چند سطریں نہیں
 مولوی عبدالحق کیا رہے؟

انجمن اُردو پر تو کچھ آنچ نہیں آئی۔ ایک غلش ہو تو لکھوں۔ ایک ذخیرہ جس کی
 کوئی کڑی غیر ضروری نہیں۔

”ہوش“ غریب کا کچھ حال معلوم ہے؟ اب کہاں سے اُبھریں گے۔ علیگڑھ سے
 قصد تھا۔ مین نے اتفاق کیا۔ پھر لکھنؤ کی صلاح دی گئی
 کچھ میرے طلب کی بے پوچھی باتیں لکھئے۔ مولانا شروانی کا ایک نہایت
 دلچسپ صحیفہ ملا۔ چند فقرے سلیمان اعظم کو اقتباس بھیجے

سیرۃ نبوی کے ابتدائی اجزاء ”مقدمہ“ کی حیثیت سے پڑھے اور دل بھر آیا کہ
 یہ لٹریچر اب کہاں؟ جواباً لکھئے۔ مگر ذرا جلد حضرت سبل کی خدمت میں اشتیاق غالبانہ
 کی تقریب

مہدی

تسلیم وطن کی مع انخرواپسی پردلی مبارکباد کئی برس کے بعد موسمی بخار سے
مکلف اٹھائی ضعف کی انتہا نہیں ذرا سنبھل جاؤں تو آپ کو مفصل لکھوں عنایت
نامہ نہایت دلچسپ ہے کئی دفعہ پڑھا

م۔ اکبر پور۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۸ء

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء

پیارے ماجد جس طرح ایک بھوکا خوش ذائقہ کھانے پر گرتا ہے۔ اور
جب تک لقمہ تر جلد جلد حلق سے نیچے نہیں اُتار لیتا اس کی تسکین نہیں ہوتی۔ میں
چھپانا نہیں چاہتا کہ آپ کے دلچسپ عنایت ناموں کے ساتھ مجھے بھی یہی صورت
پیش آتی ہے۔ اس میں میرے ”کنگلے پن“ کو اس قدر دخل نہیں جس قدر آپ کے
بخل کو کہ یہ نعمت جلد جلد میرے حصہ میں نہیں آتی۔ خوش ہوا قفس کی تیلیاں
ٹوٹیں اور پر شکستہ طائر کو ہوائے وطن نصیب ہوئی۔ وطن بھی لائق رشک لکھنؤ۔ جسکی
فضائے بسیط آپ کی تمشیط دماغی کے لئے زائد از کافی ہے

آپ لکھتے ہیں ”وقت اپنا ہے قلم اپنا ہے۔ دماغ اپنا ہے“ ایک صاحب فرماتی
ہیں صاف کیون نہیں کہتے ”بگیم اپنی ہین“! یہ نکتہ رہ گیا تھا کمی پوری کئے دیتا ہوں

نیں اس کی ہے دماغ اوس کا ہے راتیں اٹکی ہین
جس کے بازو پر تری زلفیں پریشان ہو گئیں

کیا واقعی اب واپسی کا قصد نہیں؟ آپ تو فلسفی ہیں۔ دنیا دیکھنے کے لئے ہے برتنے کے لئے نہیں۔ اور ان کی حماقت سے لُطف اٹھانا بھی ایک عیش ہے۔ بہر حال میں آپ کو اخباری سیاسیات سے بے تعلق دیکھنا چاہتا ہوں یہ بُرا مرض ہے۔ خدا دوستوں سے بچائے۔ اچھا خاصہ آدمی دیوانہ ہو کر ہاتھ سے نکل جاتا ہے مثالیں بہت دور نہیں!

ایک دوست کو سڑ طیب جی نے انجمن ترقی اردو کے لئے دوسو کا چکن یا مین نے اس چندہ بے غایتہ کے لئے قید لگائی ہے۔ کہ تاریخ اخلاق یورپ جلد ۲ کی اشاعت کے لئے مشروط کر دیجائے۔

مولوی عبدالحق آج کل کیا کر رہے ہیں۔ کیا واقعی کسی اُردو کے لغت کی تدوین ہو رہی ہے؟

سیرۃ بنوی کی قسط مجھے پسند نہیں آئی۔ کتاب کی عظمت کے لئے لبائی چوڑائی اتنی ضروری نہیں ”حیات جاوید“ کی سی ٹھوس جلد کس قدر موزون رہتی۔ افسوس رہا۔ مین نے سنا حامد علی خان مرحوم نے مولانا کرامت حسین کی لائف لکھی اور وہ چھپ گئی ہے کہ مین وجود ہو تو وی پی بھجوائے۔

حیدر آباد کے نصاب میں کوئی کام کی چیز شائع ہوئی ہو تو مجھے بے خبر نہ رکھئے گا
 ”مرد خلیق و با وضع“ یعنی ہوش کا کچھ پتہ نہ چلا۔ کیا کرنے والے ہیں
 ”معارف“ مین ”دین حنیف“ کی بھر مار ہو رہی ہے ”عقلیات“ کا حصہ کچھ نہیں

ہوتا۔ سنبھالے۔ گرا چاہتا ہے

بھائی عبد المجید کو لکھنؤ کی تحصیلداری مبارک باد کیجئے گا بھول جانا ہمارا یاد رہے

مدی

”ہم نے اس قدر دیر کی کہ مین نے مسودہ خفیف تصرفات کے ساتھ صاف کرا کے
”مشرق“ کو بھیج دیا

مشرق مین ادھر دو مضمون۔ آپ کی ”بریت“ مین اچھے نکلے۔ یہ پروفیسر عبد القادر
کون ہیں؟ وہی جنگی اردو کی ”مکاتیب“ مین شبلی نے شکایت کی ہے۔ لیکن اب فتوح
لکھ لیتے ہیں۔

”چشمک“ سے متعلق کچھ مواد اور ہاتھ آیا۔ لیکن سمجھ مین نہیں آتا کس طرح اضافہ
کردن ”ہوش“ کا خط ملا طیل مین صبح امید کے لئے ”چکبست“ کو لکھا۔ اپنی رائے
لکھئے گا

م۔ اکبر پور۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء

تحصیل اکبر پور۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء

بھائی ماجد۔ عنایت نامہ اور ضمیمہ دونوں ملے جس میں روز ڈاک مین آپ

ہوتے ہیں۔ یقین کیجئے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی

۱۔ ”حیدر آباد کی ہزم ادب“ کے عنوان سے یہ مضمون مشرق مین شائع ہوا تھا

آپکا پرستان سفری۔ وہ بھی ”نخست روان“ (ریل) پر بہت ہی لائق رشک ہا۔ سچ
یہ ہے کہ جس لطیف اپنی پاکیزہ دوشی اور کافر ادائی کے ساتھ ”کائنات“ کے خوبصورت چہرہ
کا ”غازہ“ ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے شرط زندگی بھی ہے کہ بغیر اس کے دنیا سرے سے
رہنے کے لائق نہیں تھی

خوش ہوا۔ آپ ادب نچے پیمانہ پر اردو لطیف کی ارتقائی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں۔ آج
آپ سے زیادہ کس میں یہ قابلیت ہے کہ اس موضوع کی نزاکتیں سنبھال سکے ہم باوصف
حسُن ظن۔ ایسوں سے کمان ہٹا سید کر سکتے ہیں جو لیسان کے فلسفہ کا ماخذ قرآن میں
ڈھونڈتے ہیں۔ اسی طرح پیغمبران فلسفہ ہیوم اور مل کو اگر آپ روشناس اردو کر سکتے تو
کیا کہنا۔ آپ کی نکتہ سنجان ”مئے دو آتشہ“ کا رنگ پیدا کر دین گی۔ لکھئے اور میر منی ندگی
میں لکھئے کہ ایک تشنہ ادب آپ کے فلسفیانہ قلم کی روانی سے کچھ تو سیر ہوئے

میں سمجھتا تھا شبلی کے بعد میرے لکھنے پڑھنے کا مشغلہ گیا۔ لیکن کافران ادب آپ
معاف فرمائیں گے آپ اور عیاری اور ایک آدھ مولویوں کے دم سے جو خود اپنے نام
کے ساتھ ”مولانا“ لکھتے ہیں یہ سلسلہ قائم ہے جن میں آپ رئیس الطائفہ کی حیثیت
رکھتے ہیں سیرۃ پر میرا بھی جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں۔ لیکن اس قدر کثرت سے شبلی پر قلم
آزمائی کر چکا ہوں۔ کہ کچھ لکھنا صرف چبائے ہوئے نوالوں کا دہرانا ہے۔ کچھ نکتے بنائے
تو جیل نکلون

کسی نئے رسالہ کے اجراء سے قطعاً بہتر ہوگا کہ معارف جہان تک عقلیات اور ادبیات کے وسیع مفہوم کا تعلق ہے سطح فائقہ پر لایا جائے۔ یہ آپ کی خوش باطنی ہے کہ آپ نے ڈیرہ اینٹ کی مسجد الگ پسند نہ کی۔ خدا (بیان آپ بھی قائل ہوئے) آپ کی عمر بڑھائے میں دیکھتا ہوں آپ میرے دل کا ایک ایک ارمان پورا کر کے رہینگے ایک خیال مدت سے ستا رہا ہے کہ ملک میں کوئی سہ ماہی پرچہ نہیں قوم شائق ادب ہوتی تو یہ ترکیب آپ کے لئے کتنی موزون رہتی۔ اطمینان کے ساتھ تین چار صفحے کا ایک رسالہ۔ آپ کی فکر رسا کے سانچہ میں ڈھلتا رہتا خیر۔ معارف ہی کو بیچئے۔ بیشک قیمت بڑھانی ہوگی۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تہذیب الاخلاق کی طرح منتخب افراد سے ایک مقررہ اضافی رقم لی جائے اس پر غور کیجئے گا۔

”دچشمک“ اور معارف میں اچھٹتا ہوا خیال ہے جو مجھے بھی پسند آیا ایڈیٹر کی نوک جھونک مزہ دیجائیگی لیکن بیضہ ظالم ہوش کے پاس ہے اور وہ آجکل مبتلائے ”امرض عیش“ ہو رہے ہیں! کسی طرح قبضہ کیجئے۔

بوجہ آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے۔ اس لئے سہر دست آپ کو زیادہ اُلجھانا نہیں

مدی

چاہتا

ماڈرن ریویو کے سلسلہ میں یاد فرمائی کا شکریہ مضمون غور سے پڑھا۔ انگریزی بھی شکسالی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ”مسلمان“ کی جگہ ”مسلم“ نصیح تر رہتا کہئے

آپ کا یہ اقبال آپ کی زبانِ قلم سے صحیفہٴ دکن کو بھیجا یا جلے۔ پرچہ جلد واپس کر دینگا
 اس ہفتہ کے مشرق میں کچھ آپ کی نسبت پھر بے یقینتا ہوں۔ ایک فقرہ ہو گیا ہے
 لیکن پردے پردے میں میرے آپ کے سوا کوئی اور سمجھ نہیں سکتا۔ سب سے ذہین
 منتقل نہیں ہو گا۔ ترکیب ایسی رکھی گئی ہے۔ ہدم اس لئے شائع نہ کر سکا کہ شرار و ظفر علی خان
 کا جن حیثیت سے ذکر آ گیا ہے۔ وہ اس کی پالیسی کے خلاف تھا۔ بعض پچھلے مضامین
 ”کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں“، ”عباسی کے نتائج نکلتے۔ مجھے نہ سوچھی ورنہ دل
 کھول کر بخار نکالتا۔ کب تک باندہ رہے گا۔“

ہائے نواب آجی خان ! م۔ اکبر پور۔ ۲۲ نومبر ۱۹۱۵ء

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۲ نومبر ۱۹۱۵ء

پیارے ماجد آپ کا کارڈ باندہ سے لکھنا ہوتا ہوا کل مجھے ملا اور نہایت افسوس
 ہوا کہ محبت کا ثمر اولین ضائع ہوا۔ غالباً یہ عالمگیر بخار کی عنایت ہو گئی۔
 ہماری متفقہ ہمدردی۔ آپ سے زیادہ اولن کے ساتھ ہے جن کی بھری گود دفعتاً
 خالی ہو گئی اور جن کا آجکل یہ نقشہ ہو گا

یہ سینہ میں تازہ زندگانی رہے گا

تراداغ دل میں نشانی رہے گا

آپ نہانہ چھوڑتے تو اچھا تھا

ساتھ رکھئے یا ساتھ رہئے۔ کہ نئی نئی چوٹ کے لئے مزہم زخم کی ضرورت ہے قانون فطرت کا یہی بے تکاپن بعض وقت بلائے جان ہوتا ہے۔ مگر یہ انسان کی عام تقدیر ہے۔

بورڈ نے میری تعیناتی سیناپور کی کئی تحصیل میں کی ہے حکم مل چکا ہے۔ لیکن ابھی سبکدوش نہیں ہوا۔ غالباً اس ہفتہ میں۔ آپ لوگوں سے لکھنؤ میں ملتا ہوا جاؤں گا اس خیال سے خوش ہوں کہ خطہ اودھ ہے۔ اور اس قدر قریب ہونگا کہ اتوار کو لکھنؤ کی صحبتوں سے اکثر لطف اٹھا سکوں گا

ایک مرتبہ پھر مجھے جی ہمدردی کے اظہار کی اجازت دیجئے

آپ کا۔ ہمدی

تسلیم اودھ ملتے ملتے رہ گیا۔ خیال تھا وقفہ سبکدوشی (جو ایننگ ٹائم) میں آپ سے لطف صحبت رہے گا لیکن بورڈ کے ایک تار پر مجھے رُکنا پڑا۔ کانپور میں حفیظ صاحب اتفاقیہ ہاتھ آگئے۔ دیر تک باتیں رہیں۔ آپ کی ادبی قابلیت تقریر کا موضوع مشترک تھی۔ آپ کے پرستار دن میں وہ کسی سچے چھپے نہیں ہیں ہم خیالی بھی ایک چیز ہے دل کا بار کچھ ہلکا ہو گیا۔

مشرق میں ایک نوجوان عالم باہل کی ”تنقید معتدل“ یعنی ”سیہ کاری“ پر لے دے آپ نے دیکھی؟ ”دارالمصنفین“ کی طرف سے حق نمک ادا کیا گیا ہے۔ قلم کی یہ روانی کس قدر

۱۰۔ مہر علی میرا پتہ اب یہ ہوگا۔ تحصیل ڈیراپور۔ کانپور۔ م۔ ۳۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء

۶

ڈیراپور کا پتہ۔ ۲۳ جنوری ۱۹۱۹ء

کیمپ ڈیراپور۔ کانپور۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۹ء

پیارے ماجد مدت کے بعد عنایت نامہ ملا۔ خوش ہوا۔ معارف کے لئے آپ کی وسیع اسکیم علی غالب مین ڈپٹی جاتی ہے راپور کو ضرور پھانسا چاہئے۔ ان کے ہاں سرے سے یہ مدہی نہیں ہے یا دہنیں آتا مدت سے ریاست نے ادبی مشاغل مین ایک کوڑی بھی صرف کی ہو۔ آپ حلق مین انگلی ڈال کر کچھ نکال سکے تو ایک بات ہوگی ہدم مین عبدالسلام کی گھبراہٹ دیکھی۔ اور بہت تنہا مولویون مین ظرف ہی تو نہیں ہوتا۔ دُبل پتلا آدمی غریب سے برداشت نہیں ہو سکی سمجھے شعر المند با تھ سے گئی۔ آپ کی ڈانٹ پر لطف آیا جو فی الوقت تھی۔ اور جس سے اون کی اشک ٹوٹی ہو گئی ہوگی

دنیا مین کیسے کیسے پڑھے ہوئے جاہل ہیں۔ ایک صاحب شعر لہجہ کو براؤن کا سرتہ بتاتے ہیں۔ دوسرے ایک ”چریاکوٹی“ ہیں جو ”سلسلہ خسرو“ کے برائے نام مقدمہ مین شبلی پر ہلکا سا دار کر چکے تھے اب سیرۃ نبوی پر قلم فرسائی کی گئی ہے۔ میرے خیال مین یہ

لہ مکتوب الیہ نہ صرف سے خط نہیں لکھا تھا مددی مرحوم نے کارڈ پر مرنے پر علامت ہتھیام لکھ کر روانہ کی

یہود گیان اس لئے کسی حد تک لائق توجہ ہیں کہ پہلیک غلط فہمیوں سے محفوظ رہے اسکا
آسان طریقہ رفعت نفس کے تحفظ کے ساتھ یہ ہے کہ گناہ ترک کی بہتر کی جو بات کالیک
سلسلہ قائم رکھا جائے

افسوس ہے دارالتکفیر اور اٹلس کی خاص حیثیت کے لحاظ سے نگاہ نہیں پڑی
پرچہ تلاش کر کے پھر سے پڑھو گا۔

آپ کا فلسفہ غالب برکھے اردو لباس میں، ایک مضمون صبح امید میں، باری کی
مادیت کا دوسرا حصہ، ایک ایک کر کے پڑھا۔ زندہ باشی و جان من باشی سچ یہ ہے خدا
تم دونوں کو نظر بد سے محفوظ رکھے میرا ادبی مذاق بڑا بھلا جو کچھ ہے شبلی کے بعد تم ہی دونوں کی ذات
سے وابستہ ہے۔ اس میں دارالمصنفین کو شریک کر لیجئے

دوسرے اور دوسرے عشق (شعر العجم) کے آخری حصے پر آپ ہی لکھے میں قلم اٹھاؤں گا
تو وہی چبائے ہوئے نواے ہوں گے۔ میں جدت چاہتا ہوں اور یہ نکتہ رسی باری یا آپ کے
سوا کسی کے بس کی نہیں ضرور لکھئے آپ کے مضامین کی مقدار کو بتدریج بڑھانا ہے۔ کہ
کچھ دنوں میں اچھا خاصا کئی مضمون کا ایک رسالہ طیار ہو جائے۔

اخلاق یورپ کی دوسری جلد کی تقطیع کیا ہوگی؟ یعنی اول و دوم کو ایک میں جلد
کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟ تاریخ تمدن میں۔ انجمن کی خوش تئیزی دیکھ چکا ہوں
کمشان دیکھا (یا دیکھی)؟ نقاد کی ارتقائی صورت ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے

دارالتکفیر کی تلاش کے عنوان سے ایک گناہ مضمون شرق میں نوب کا مملکت جگہ کے قلم سے نکلا تھا۔ لاہور کا ایک بڑا

کجخت ہوش نے ”چٹمک“ نہ واپس کی۔ حیدر آباد چھوٹا۔ تو بھوپال کی فکر میں ہیں۔ اور وہیں جے ہیں۔ ایک ضافہ اس قدر چسپ ہے کہ مجھے بے چینی سی ہے۔ نقل رکھی نہیں بُنیفہ کسی طرح پنجہ غضب سے چھوٹا تو آپ کی رائے کے مطابق قطعی معارف کی نذر ہوگا
 ذرا نوک جھونک میں لطف آئے گا۔ مہینہ میں ایک خط تو آپکا ملتا رہے

پریذینٹ دسن کے مقدمات صلح پر جس کی انگلیوں کے اشارہ پر دنیا بھر کی حرکت کر رہی ہے آپ کے اضافی اصول نفسیاتی حیثیت سے آجکل کے سیاسیات کے لئے قطعاً ناگزیر ہے۔ لیکن یورپ کے کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں۔ دکھانے کے اور جس مساوات اور اخوت عامہ کا سمجھوتہ پیش ہے بد نصیب ٹرکی اور نیم مردہ ایران کا حصہ رسی جو کچھ ہوگا اوس کے خیال سے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ رہا یہ کہ آپس میں یہ کس طرح نپٹینگے۔ اس کی چند ان فکر نہیں

خوب یاد آیا بعض لوگ آپ کے مقابلہ میں اپنا درجہ قائم رکھنے کے لئے ”نفسیاتی“ کی جگہ نفسانی لکھتے رہتے ہیں جو خاص مفہوم کے لحاظ سے بے معنی یا کم سے کم غیر مصطلح تو ضرور ہے۔ حماقت کسی کی ہو دیکھی سے خالی نہیں ہوتی

آپکا فدائی

مہدی

۱۔ پریذینٹ دسن نے انسداد جنگ کے جو چوکہ بنیادی شرائط پیش کئے تھے، مکتوب الیہ نے ان پر چوکہ خراشاں لگا دی اور اعادہ کیا تھا، جو تاہم اخلاقیاتی و نفسیاتی اصول پر تھے

(۱) جاڑون میں نازک خُسار کی جلد بھٹ جاتی ہے۔ اس کو اہل لکھنؤ کیا کہتے ہیں
 (۲) دھوبی نے آبِ روان کا دوپٹے بے احتیاطی سے دھویا جس سے بعض جگہ بناوٹ
 کے تاڑ پھیل گئے یہیں سمٹ گئے اس حالت کو کیا کہتے گا۔ پورب والے جستہ یا خدا جانا
 کیا کہتے ہیں جو لفظ لکھئے۔ اوس پر اعراب ضرور لگائے

ڈیراپور۔ ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء

ڈیراپور۔ کانپور۔ ۱۱ مارچ ۱۹۱۹ء

پیارے تحقیق الفاظ کا شکریہ اس ہفتہ میں باری صاحب غالباً آپ کے
 سہان ہون گئے سلیمان اعظم بھی اپنا مستقر چھوڑنے والے ہیں۔ لکھنؤ کے اجتماع ثلاثہ پر مجھے
 رشک آئے گا

» معاصرانہ چشمک « ہوش نے بھوبال سے بھیجی اور کچھ زوائد کے ساتھ آپ کی تحریک
 کے مطابق معارف کے سرگالی گئی مین نے ایک ضمنی موقع پر اس بے باک کی خبر لی ہے
 جو کہتا ہے۔ شعرانجم در اوان « کا سرفہ ہے۔ اون دو صاحبوں پر بھی نوک بھونک ہے
 جن میں سے ایک نے شعرانجم کو سامنے رکھ کر شاعری پر ایک مبسوط مقدمہ لکھ ڈالا۔ دوسرے
 سیرۃ نبوی کے سرور ہے ہیں۔ آپ کو شکایت ہے کتاب میں »شعبدہ بازی« کا ذکر نہیں!
 نقاد نے الناظرین جو کچھ لکھا تھا ایک صاحب نے مشرق میں اوس کا کچھ جواب
 دیا ہے۔ یہ نقاد کون ہیں؟

آپکی وسیع اسکیم پر معارف نے کچھ مقرر نوٹ لکھے۔ کیا پراسپیکٹس کی حیثیت سے آپ اسے
نہیں پھیلانے کے قصد نہ تو جو خاکہ آپ نے مجھے بھیجا تھا۔ نمک مرچ کے ساتھ اوی کو پیش
کر دوں۔

پروفیسر باری سے کہئے "فلسفہ قدیم و جدید" پر موازنہ کی حیثیت سے اگر ۴، ۵ سو صفحے
اونہوں نے نہ لکھ ڈالے۔ تو دنیا کے اردو سے ایک مضمر کو شکایت رہ جائیگی۔ کہ جو کام کرنے کا
تھا وہ رہ گیا۔ شبلی نے منطق پر "الندوہ" میں نظر ڈالی تھی۔ لیکن ضرورت ہے۔ کہ اس قسم
کے تمام مسائل ٹکرائے جائیں۔ اور داد تنقید دی جائے۔ جو بات میں چاہتا ہوں وہ تاخرین
ادب کے کرنے کی تھی اون کے بعد آپ دو نو کا حق ہے

کوئی خالص ادبی کام کیجئے۔ مل جل کر اردو کا ایک لغت تیار کر ڈالئے۔ ایک
"دلفات الخواتین" بھی سہی۔ دنیا کیا جانے گی کہ تلواروں سے لگی اور چوٹی میں کبھی کس
وضعد ان خطہ کی زبان تھی محمود آباد کی طرف نہ دیکھئے۔ اپنی طرف دیکھئے

فدائی مہدی

تحصیل ڈیرا پور۔ کانپور۔ ۲۳ اپریل ۱۹۱۷ء

پیارے ماجد عنایت نامہ مل گیا تھا۔ اوی پر آج تک گزر کر تاربا۔ زمانہ میں
نظام تعلیم پر آپ کے خیالات دیکھے اب تو خیر سے اتنا ذخیرہ ہو گیا ہے۔ کہ حصہ اول کا

۱۷ رسالہ زمانہ (کانپور) میں اصلاح نظام تعلیم کے عنوان سے مکتوب الیہ کا مضمون شائع ہوا تھا

مجموعہ اگر شائع کر دیا جائے تو اچھی خاصی کتاب ہوگی

کہئے آپ راہپور سے کیا لائے۔ مادی اور ادبی دونوں حیثیت سے کچھ دہان کی زندگی کا خاکہ دکھائیے یعنی آپ جب تک رہے کیا کرتے رہے اس کے ساتھ یہ بھی بتائے کیا کیا دیکھا؟
مجھ کو آپ سے بالکل اتفاق نہیں کہ آپ اپنی فلسفیانہ تصنیفات کے لٹریچر کو عام فہم بنانا چاہتے ہیں۔ جو چیز ”خاصہ“ کی ہو اس کا وقف عام ہونا ایک عیب ہے۔ کیا حکماء متقدمین کی مثالیں آپ کے سامنے نہیں ہیں میرے مطلب بے معنی الفاظ کے انبار سے نہیں ہے لیکن فلسفیانہ موٹنگائیوں کے لئے جس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے وہ اشتابرداری کی معمولی سطح سے یقینی فائق تر ہوگا اس لئے اس امتیاز کو قائم رکھنا ہوگا۔ خود فلسفہ کے حقوق سفارشی ہیں شراب ”جام سفالین“ بھی شراب ہی ہوگی لیکن بلور کے شفاف اور ترشیدہ ساغر کی بات ہی اور ہے

ہاں درسی کتاب (کنکسٹ بک) کالب و لہجہ بقدر چاہئے آسان کر دیجئے۔ نازک دماغوں پر بار نہ پڑے۔ یعنی موم پر نرمی سے نقش اُبھرتا رہے۔

علی گڑھ سے یہ نگرہ یاوسی ہوئی کہ کافکے نظار میں آپ کی تاریخ الاخلاق کی دوسری جلد رکھی ہوئی ہے۔ پروفیسر باری ہلیل ہیں دماغ کے صبح ہونے میں نو کلام نہیں معدود گنوار معلوم ہوتا ہے

تحصیل ڈیراپور۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۹ء

پیارے ماجد آپ کا پچھلا عنایت نامہ اور اس کی دلچسپ تصریحات پیش نظر
تھیں کہ کمالات کی ایک جلد ملی۔ اس سے سیر نہیں ہونے پایا تھا کہ دفعتاً ہمدین آپ کے
وظیفہ علمی کی خبر دیکھی میری دلی مبارکباد قبول کیجئے
میں اس واقعہ کو آپ کی تمدنی ضروریات کے لحاظ سے صرف ایک مسئلہ اقتصادی
نہیں سمجھتا۔ اسی طرح عطیہ ماہوار کی سند آپ کی ادبی منازل کے لئے صرف پروانہ راہداری
نہیں ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ آپ کی

”حریت نفسی“

کی یہ وقتی ضمانت ہے جس سے آپ اس لائق ہوسے کہ بے رحم دنیا کے مقابلہ میں اپنی کامل
آزادی قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہی بڑے سے بڑا تحیل ہے۔ جو فلسفیانہ توکل کے اعزاز کے
لحاظ سے ناگزیر سا ہے

خدا۔ آپ کے ”مثنوی“ کے لئے بھی کوئی صورت نکال دے میری غرض پر و فیسر باری
سے ہے۔ یہ ترکیب میں نے اس لئے پیدا کی ہے کہ ”نصف بہتر حصہ“ میں ان کی کچھ
کی گنجائش نہیں

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ ”مشرق“ ملا اس میں آپ کی باریابی سے متعلق مزید تصریحات
دیکھیں۔ اب چینی یہ ہے کہ آپ سے مفصل من سکون۔ اس میں ٹھل نہ کیجئے گا

”معاصرانہ چشمک“ میں ایک فقرہ لکھا گیا۔ ”یہ اُس وقت کا خیال ہے جب خلی کی فکر بارہ لذتِ اشتہائے تصنیف نہیں ہوئی تھی“ حضرت سلمان کی مولویت انہما خیال کے اس پیرایہ کو ”ہتیک لائے نسوانیت“ سمجھتی ہے! اندیزِ آئندہ پر کچھ اور مٹنے آئے حالانکہ خاموشی بلیغ تر رہتی ہو، قہرِ چھپر نوک جھونک کا تھا۔ لیکن چوکے کئے۔ آئندہ پروگرام اب کیا ہوگا۔ کم سے کم میرا یہ حق لائقِ تسلیم ہے کہ اوروں سے پہلے مجھے اطلاعات ملتی رہیں

فدائی - ممدی

حالی و شبلی کی ”شامِ عید“ سے آپ کی ”صبحِ امید“ کا سقدِ روحِ صلہ افزا ہے بوڑھے ہو کر کچھ ہوئے بھی تو کیا۔ جوانی میں کھل کھیلنے کا موقع ملے تو ایک بات ہے۔ م

تحصیل ڈیرا پور۔ ۱۴ جون ۱۹۱۹ء

پیارے
مفصل خط کا شکریہ۔ میں نے نہایت دلچسپی سے حرفِ حرف پڑھا
آپ کی فلسفیانہ منتقامت کی داد دیتا ہوں کہ نہایت سخت آزمائش کے موقع پر بھی
جو دنیا میں پیش آسکتا ہے اپنا طمع نظر قائم رکھا اور آزادی نہیں کھوئی
”افزین باد برین ہست مردانہ تو“

سالانہ ایک تصنیف کی قید کو انشاء اللہ خان کی کرنے سمجھئے گا کہ بارہا مہینے میں
بارہ سو پر ایک کتاب لکھ دینا آپ کے لئے بڑی بات نہیں البتہ یہ مجھے ناگوار سا ہے

کہ آپ کو اپنے نئے افکار کا خاکہ محکمہ حساب میں پیش کرنا ہوگا۔ اسی طرح سفر حیدر آباد کے مصارف کا بار آپ کی جیب پر باد فلک نا، کی رفعت نفس کے لحاظ سے ایک گری بھڑائی بات ہے لیکن یہ شراط میرا خیال ہے مافوقی ہیں۔ اور جب آپ اعتبار پیدا کر لیں گے تو یہ بندشیں رفتہ رفتہ ڈھیلی ہو جائیں گی۔ سردست ان امور پر غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ نہ آپ کی شگفتگی طبع پر اس کا کوئی اثر ہونا چاہیے۔ ایک تندرست عورت کی طرح جو ہر سال ایک خوبصورت بچہ سے دنیا کی رونق بڑھائے۔ آپ کے دل و صغ کی پیداوار بھی ایک باقاعدہ نظام کے تحت مین ہوگی۔ اور اس طرح قوم آپ کو دیکھ کر کیمت اور کیفیت کا جہان تک تعلق ہے۔ ملک کے بڑے سے بڑے مصنف کے پہلو میں جگہ دے سکے گی۔ آپ کی کوئی تصنیف خاصہ جس پر آپ زیادہ وقت صرف کرنا چاہتے ہوں۔ اس کا ردوباری سلسلہ سے قطعاً الگ رہیگی۔

اب نئے ہاتھوں فلسفہ قدیم کے مقابلہ میں جس میں منطق بھی داخل ہے۔ اپنی برادری یعنی۔ ڈیکارٹ۔ لاک۔ کینٹ۔ مل۔ ہیوم وغیرہ کے افادات کو لایئے اور ٹکرا کر وہ بات پیدا کیجئے جو آج تک کسی سے نہیں ہو سکی۔ اس کی ضمانت میں کرتا ہوں کہ کامیابی آپ کی جھبش قلم کی بلائیں لے رہی ہوگی

گذشتہ تصنیفات کی نظر ثانی کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ فلسفیت کے

زور میں مذہب کی نسبت کوئی ریاکار یا طرز ادا ایسا نہ جس سے اس کی تحقیر تو خیر خفیف سے خفیف بے رخی (Indifference) بھی پائی جائے۔ جو کچھ

لکھے ”مسلم“ بن کر لکھے کہ بنجید کی تصنیف کا اقتضا یہی ہے۔ یہ نکتہ چالیس برس کے بعد سمجھ میں آئے گا۔ لیکن اس درمیان میں آپ کو مین کم سے کم ڈاکٹر لیسان کی طرح فیاض دیکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ کسی بائیں مذہب کی نفیت کا اعتراض دراصل ٹیٹھی چھری زہر کی کھجی کا مصداق ہوگا۔ اردو میں شبلی کے مصلح اعظم کو ”محمد“ نہ لکھے۔ آنحضرت لکھے، تو لٹریچر آپ کا شکر گزار ہوگا

ہمدی

تحصیل ڈیراپور۔ کانپور۔ ۳۱ جولائی ۱۹۱۹ء

پیارے ماجد کئی دن سے قصد کر رہا تھا کہ آپ کو لکھوں کیونکہ ریائیڈر ہو سچ چکا تھا لیکن آج موقع ملا

کافر ن گزٹ مین اردو ہندی پریس نفاست سے آپ نے اظہار خیال کیا ہے میرا خیال ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مین اسقدر گرویدہ ہوا کہ پرچہ کی خریداری کی درخواست بھیج دی

یہ اثر باقی تھا کہ معارف میں جواب آپ کا ہے۔ ”توجہ کی ماہیت نفسی“ دیکھی جی سچ یہ ہے میں سمجھتا تھا شبلی کے ساتھ لٹریچر کا لطف گیا۔ لیکن آپ کی نکتہ آرائیان سب سے بڑی کمی کی تلافی ہی نہیں کرتی بلکہ مجھے حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ خدا نظر بد سے بچائے معارف میں پھیلنے کا خوب موقع ملے گا۔ اور جتنے عنوانات قائم کئے گئے ہیں

اچکی جنبش قلم کے آثار اچھے اچھون کی نگاہ کو اُلجھائینگے

آپ نے میرے لکھنے لکھانے کو چاند کی روشنی سے تشبیہ دی ہے لیکن یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ چاند روشن باغیر ہے قائم بالذات نہیں۔ مجھے تو اس مدین رہنے دیجئے کہ آپ کے دل و دماغ کے نتائج سے اوروں سے زیادہ لطف اٹھا سکوں شبلی کی زندگی کا ایک مخمخ پیش نظر ہے کبھی دکھلاؤں گا۔ یوں رفتہ رفتہ مواد فراہم ہو جائے گا کسی پیانہ پر لکھنا ہو تکیس ایک در دوسری ہے لیکن خوشگوار در دوسری جس سے قطع نظر نہیں کیجا سکتی کافی مواد کے ساتھ نزاکت تنقید وقت و فرصت چاہتی ہے۔ اور یہ وہ جس گران ہے جس کا میری زندگی میں کمین پتہ نہیں۔

دارالمصنفین کی رکیت میری عزت افزائی ہے جس کے لئے مجوزین کا ممنون ہوں۔ انجمن ترقی اردو نے منہ نہیں لگایا یعنی باوصف آنریری خدمات کے مجلس شوریٰ میں باریابی نہیں ہوئی

ہاں صاحب ”دعویٰ“ میں ابتذال کیوں ہے یہ ظاہر ہے کہ آپ کے سینہ سے وہ چیز مختلف ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے

.....
دیکھئے اس مصرعہ میں ایک لفظ بھی فحش نہیں۔ پھر اس خیال کو آپ کس طرح ادا کریں گے میرا مطلب کسی ایسے لفظ سے ہے جس سے یہ صفات عرضیہ خیال میں آجائیں جالی عورتوں کے لئے کرتے کی جگہ کرتی“ یعنی یائے معروف سے گھبراتے ہیں۔ دستانہ کی طرح

چھی ہوئی محرم کے عوض مدقبائے تنگ، کمان تک جائز ہے۔ کیا یہ ایسی ترکیبیں ہیں جن کی بنیدگی لڑکچہ کی وقعت بڑائے گی۔ ایشیائی شاعری نے مرد و عورت کے تہیاز کو مٹایا۔ لیکن کیا جنس لطیف کے تعلقات اور تمیزات سے دنیا کی کوئی انشا پردازی قطع نظر کر سکتی ہے۔ اس کا جواب ذرا تفصیل سے دیجئے حضرت باری کمان ہیں۔ آپ تو حم (دارالاصنفین) میں ایک ہفتہ خوب مہمان رہے۔ بہت رشک آیا

مہدی

تسلیم۔ نقاد میں تنقید شعر لکھی ہے یہ ”حامل مغربیات“ جو خیر سے اردو بھی لکھ لیتے ہیں۔ کون ہیں۔ ہر سطر پر اعتراض ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟
کل کی تحریر میں ایک جگہ عورت کے مختصات و تمیزات ”پڑھئے متعلقات نہیں (Romantic) کے لئے آپ کے پاس کوئی لفظ ہے؟ کس طرح کام چلائیگا

م۔ ڈیرا۔ ۲ اگست ۱۹۱۹ء

تفصیل ڈیرا پور۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۹ء

پیارے ماجد میں آپ کو لکھنے والا تھا۔ کہ معارف کا دور جدید نہایت اُمید فزا ہے۔ خاصکر جواہر ریزے ”یعنی شذرات“ اس قدر دلچسپ اور ادبی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس عنوان کا مقصد واصلی جو کچھ تھا حاصل ہو گیا آپ

اس میں کچھ شک نہیں بہت لکھتے ہیں۔ تاہم عقلیات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ موجودہ بیانہ کو ابھی بڑا ہانا ہوگا۔ جو میرے خیال میں آپ معاف فرمائیں گے، غیر کافی ہے

یہ سنکر مایوسی ہوئی کہ سید الطائفہ عامیاء خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔ میں انکو ذرا سختی سے لکھو نکا مجھے یہ بھی خوف ہے کہ پروفیسر سراج کی موجودگی (جن کی نسبت سنا ہے آگئے ہیں یا حیدر آباد سے آنے والے ہیں) پر چہرہ بر اثر نڈالے۔ آپ تو ان کے بحر علمی کے دلدادہ ہیں لیکن میں خیالات کے لحاظ سے ان کی ”میانجیت“ سے گھبراتا ہوں انکی اوقات کبھی اتنی تھی کہ شبلی سے باتوں کے سلسلہ میں جہاں یہ آئے میں فوراً چپ ہو جاتا تھا۔ شبلی سنہیں دیتے تھے

بہر حال یہ بد نصیبی ہے کہ آج تک کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ دنیا کے اسلام کی فنا کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم عقلیات یعنی ارتقاء و داعی کو مذہب سے آزاد نہ کر سکے۔ پولیٹیکل زوال تو خیر حکمرانوں کی مطلق العنانیوں کا خمیازہ ہے

لیکن داعی انحطاط کی قطعی وجہ یہ ہے کہ ہم لیجان کی ”روح الاجتماع“ کا ماخذ

قرآن سے ہم پرہیز کرنا چاہتے ہیں !

انشائے غریبان کی بہت رہی۔ آپ کی فلسفیت قطعی الثبوت ہے لیکن اس کے

لئے یہ ضرور نہیں کہ آپ میرے مذاق کی سنجیدگی کی طرف سے غیر مطمئن ہوں

میں نے عورت کے سینے (جابلے خاستہ از بحر کافور) کے لئے آپ سے ایک نغظ

مانگا تھا۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی طے ہونے کی تھی کہ ”کرتے“ (یا بے مہول) کے مقابلہ میں ”کرتی“ (یا بے معرفت) کیونکر غیر بنجیدہ ہے؟ جب اس سے صرف اس فرق کا اظہار مقصود ہے جو مردانہ اور زنانہ لباس میں ہوتا ہے زبان بالخاصہ جن نراکتوں کی کنفیہ ہو سکتی ہے اُنکے لحاظ سے آپکو کیا حق ہے کہ دستانے کی طرح چھپی ہوئی محرم پر ”تجائے تنگ“ کا اطلاق کیجئے۔ گو مقصود ذہنی کچھ اور ہو!

اظہار خیال ایک مستقل مضمون چاہتا ہے۔ نوک جھونک کے لئے طیار رہئے

مہدی

تسلیم ادمر پھر آپ خاموش ہیں معارف میں آپ کی ”معتقدیت“ کا توڑ یوں ہو رہا ہے۔ کہ بیسویں صدی میں مجسموں اور تصویروں کا عدم جواز ثابت کیا جاتا ہے! گذشتہ حماقت کا اعتراف نہیں بلکہ اُس کی سند ہم پہونچائی جا رہی ہے سید الطائفہ سے کچھ ذکر آیا تھا؟

گندھی کے شاگرد رشید مہاتما ظفر الملک روزانہ اخبار کی فکر میں ہیں۔ یہی غنیمت ہے کہ سیاسی خلل دماغی نے ادبیات کے جرمس کو بالکل فنا نہیں کیا عبدالحق ”اورنگ آبادی“ کیون بنائے گئے۔ اس مسعود ولایت گئے یا چلے گئے گئے۔ یہ معنی سمجھ میں نہیں آتے

کلکتہ سے ”تذکرہ“ (ابوالکلام) کی ایک جلد ہدیۂ ملی۔ رانچی کے بعد یہ دوسری

رحمہری تھی ہمیرے نام بھی گئی۔ اس امتیاز سے بہت خوش ہوں۔ کیا اب بھی میرے بڑے آدمی ہونے میں شک ہے بلکہ نونین ایک ”انجمن بقاء اردو“ قائم کیجئے۔ آپ کی قسط حیدرآباد کی پہلی کتاب کیا ہوگی

ڈیراپور۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ء۔ م

آپ کی علالت۔ اور دکن کی سست کاری سے فکر ہو گئی خدا آپ کو دو نونینیت مطمئن کرے۔ بڑی بات ہے کہ صتا دے دام میں چھپکر چھوٹ نکلے ورنہ زندگی بیکار تھی۔ حضرت غسروانی کو لکھئے۔ آخری مرحلہ بھی کسی طرح طے ہو جاتا میں یہ لکھنا بھول گیا کہ آپ کی تحریک کے مطابق معارف کو ہر سال دو نئے خریدار معنی آرڈر بھیجتا رہتا ہوں۔ لیکن دارالمصنفین میں ایک موسم دیہی کی واپسی کا ہوتا ہے خدا سفید پوشوں سے بچائے تنقید شعر اعجم نہ دیکھی ہو تو بھی چون۔ تنقید الفاروق آج الناظر میں نظر پڑی

ڈیراپور۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء۔ م

ڈیراپور۔ کانپور۔ ۳ نومبر ۱۹۱۹ء

پیارے ماجد سید الطائفہ کو جواباً ایک خط لکھا پڑھنے کے بعد یہ شرارت سوچی کہ آپ کی نظر سے گزر جائے تو اچھا پڑھ کر لکھو بھیج دیجئے گا

اُسی پر آج تک گزر کر تاربا۔ جی گھبرایا اور اُسے اٹھا کر ایک نظر دیکھ لیا
 معارف میں جبقدر آپ کے تصرفات ہوتے ہیں۔ اُن پر میری گہری نظر ہوتی ہے۔ ادھیچ یہ
 ہے کہ اگر آپ کے قلم نے اسے نہ سنبھالا ہوتا تو وہ رُوح باقی نہ رہتی جس کے لحاظ سے وہ جرائد
 عصریہ میں کج پیش پیش ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں آپ اس قیمتی اد کو باوصف موانع
 جاری رکھیں گے مبادی نفس اور فلسفہ جذبات کے دوسرے ایڈیشن کا دلچسپی کے ساتھ
 منتظر رہوں گا

تاریخ الاخلاق کی دوسری جلد ملی۔ اور سب پڑ گیا آپ معارف فرائینگی میں نے
 کتاب ”گرفت“ کی نظر سے دیکھی لیکن سخت کاوش پر بھی مجھے کوئی بات ایسی نہ مل سکی،
 جسے اردو لٹریچر سے ایک خاص طرح کی مناسبت اور اپنے اونچے معیار لطافت کے ثبوت
 میں آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ کتاب ترجمہ کمین سے معلوم نہیں ہوتی
 ایک مستقل لٹریچر ہے جو حکیمانہ استخراج نتائج کے ساتھ سلاست اور روانی بیان کے لحاظ
 سے آپ اپنی نظیر ہے۔ کتنے لوگ میری اس رائے کو برداشت کر سکیں گے۔ کہ شبلی کے بعد
 اس دور کا لٹریچر دیاران باصفا، ماحد و باری کے سو کسی اور کے بس کا نہیں! خیر خدا
 نظر بد سے بچائے مجھ کو افسوس ہوا۔ آپ پچھلے دنوں زیادہ علیل رہے۔ فلسفی کو دماغی شکتی
 ہو نہیں سکتی یقینی مدد کی خرابی رہی ہوگی جس میں حضرت باری بھی گرفتار ہیں میں کبھی
 بیمار نہیں ہوتا۔ حالانکہ قومی کچھ بہت اچھے نہیں۔ اپنے تمام معمولات میں اوقات مقررہ کا
 خیال رکھنے یعنی ایک طرح کے انگریز ہو جائے۔ غذا پر آپ رسالہ لکھ چکے ہیں لیکن گوشت

کے ساتھ سبزی اور ترکاری کی کافی مقدار ہونی چاہئے

”حقیقت“، نہایت سلیقے سے نکل رہا ہے۔ ”الاملاں“ کے بعد جو خاص طرح کے مضامین کے لحاظ سے ایک نئی چیز تھا میر خیاں ہے کوئی ہفتہ وار پرچہ اس شان سے نہیں نکلا جن کی نظریں بہت زیادہ وسیع نہیں ہیں اُن کے لئے ادبی سرمایہ بھی زائد از کافی ہوتا ہے اور اخباری حیثیت تو اتنی اچھی ہے کہ ایڈیٹر لائق مبارکباد ہے۔ آپ کے پس پردہ مشورت کے آثار کو میری نگاہ تجسس بے نقاب کرتی رہتی ہے۔ اور اپنے کشف پر کبھی کبھی نہیں پڑتا ہوں

بے اختیار جی چاہتا ہے کچھ لکھ سکتا۔ لیکن میری منصبی زندگی ”تیلی کے بیل“ کی طرح میرے اوقات کا خون کرتی رہتی ہے۔ اوقات فرصت میں لکھنے سے زیادہ پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ لیکن اب کچھ بھجوں گا

”دارالمصنفین“ میں ملکہ سبکی کچھ آہٹ نہ ملی۔ اتنا معلوم ہوا تھا عہد زفات (ہنی مؤن) بستر علالت پر گذرا۔ اور جسے ”بستر شکن“ ہونا تھا وہ شاعری کے اصطلاح میں صرف ”شکن بستر“ نکلا میں نے اس خیال کو پھیلا کر سید الطائفہ کو لکھا ہے اور چوٹ کی ہے

مولویوں کے لئے۔ ”دارالمصنفین“ سے ایک کتاب نکلی جو افراط بنجیدگی کے لحاظ سے میرے لئے کم سے کم افسردہ کن تھی جس قسم کا مواد سیرۂ عمر بن عبدالعزیز میں بھیلایا گیا

لے مولا: نابیدمان کا عقد ثانی ہوا تھا

ہے، وہ الفاروق میں بہت کچھ موجود ہے۔ جہاں پھیلنے کی ضرورت تھی اپنی عمد عباسیہ کے ساتھ دور بینی امیہ کا موزن نہو بنی امیہ کے زوال کے تفصیلی اسباب۔ وہاں قلم کی روائی ساتھ نہ دیکھی

ممدی

کیمپ ڈیراپور۔ کانپور۔ ۲۵ فروری ۱۹۲۲ء

پیارے ماجد عنایت نامہ ملا۔ آپ نے عباری کی بے اطمینانی کا ذکر تو کیا لیکن نوعیت نہیں بتائی جس سے غلط کی انتہا نہیں میں نے بواپسی ڈاک اُن سے دریافت کیا ہے۔ خیر تو ہے؟ ”دفعۃً گردش روزگار“ سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ پوچھنا میں بھی اسی قسم کی صورت پیش آچکی ہے۔ کیا موجودہ واقعات اُسی سلسلہ کی کڑی ہیں؟ یہ خیال تو بہت اچھا ہے کہ مستقلاً ایک پریس آپ کے پاس ہو ”الناظر“ جہاں تک نام کا تعلق ہے، آپ کا عطیہ ہے لیکن ”حقیقت“ اگر آپ کے چارج میں آیا تو میں تو اس کی جگہ ”صحافت“ زیادہ پسند کروں گا۔ جدت طرازی کے سوا آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کے لئے لفظ بالکل موزون ہو گا۔ ”حقیقت“ معنا کچھ ہی ہو لیکن اس سے بڑے قدامت آتی ہے۔

اگر معارف اور الناظر آپ دونوں صاحبوں کے ہاتھ میں ہوا تو کیا کہنا ہے بخیرہ ریچر پر بار آجائی زینجائیں لکھنؤ کی ششہ رفتہ زبان کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن ایک موقع پر نہ بھانج

لے ایڈیٹر حقیقت کا ایک ناول جسے مکتوباً لیکر کے نام منون کیا گیا تھا

کی گفتگو اور اُس کالب و لہجہ اس قدر عامیانه اور سوجیانہ (Mundane) ہے کہ ایک بھٹیاری کی زبان بھی اس بھدے پن کا تحمل نہیں کر سکتی۔ فاطمہ شوخ سہی، لیکن بے باکی مین بھی ایک انداز ہونا تھا۔ اظہار سے زیادہ خیال کے لئے بعض نکتوں کو چھوڑنا تھا۔ لیکن ان نزاکتوں پر آپ کی طرح دوسروں کی نظر نہیں پڑے گی۔ بہتر سے سمجھیں گے تصویر کے دونوں رخ ہیں بڑے کو زیادہ نمایان کر کے دکھایا ہے۔ اور یوں مقصود ہاتھ سے نہیں گیا

سلیمان عظم تو اس طرح گئے جیسے کسی کے سر سے سنگ، رُکعبہ سے پہلے عزم لندن کا! ان سے یہ پوچھنا رہ گیا کہ تنہا آئیں گے یا وہاں سے بھی لائیں گے۔ مولویوں کے لئے تعدد حرم ناجائز نہیں ہے کیا اچھا ہوتا اگر یہ اپنے مغربی سفر کے تحضرات روزنامچہ کی صورت میں مرتب کرتے جاتے۔ اگر یہ اپنی مولویت سمندر پار چھوڑ آئے تو کام کے آدمی ہو جائیں گے

مذہب و عقلیات میں یادش بخیر

عباری نے دریا کو کوزہ میں کس کس کے بھرا ہے اور صدیوں کا زنگ چھڑایا ہے میری لئے مین جو حضرات خواہ مخواہ معقولات کو منقولات سے بھڑاتے ہیں اُن کے لئے اس لکچر سے ایک نیا تاریخی دور شروع ہوتا ہے

الوا حسنات نے بھی خلافت پر اچھا لکھا۔ آپ ”پیام امن“ لکھیں یا کچھ اور مین تو آپ کے قلم کا شیدائی ہوں لیجان نے بھی اس موضوع پر کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی بیش نظر ہوگا۔ بہر حال وظیفہ اگر جاری ہو گیا ہو تو قسطنطنیہ ادا کرنا شروع کر دیجئے۔ فلسفہ جذبات

کے نئے ایڈیشن کی کب تک آمد ٹمید ہے؟ ”اُردو لٹریچر کی ”تاریخ نشر“ پر آپ کب تک قلم اٹھائیں گے

میں فلسفہ اور لٹریچر میں جہان تک آپ کے دل و دماغ کا تعلق ہے متوازنیت چاہتا ہوں
شبلی بڑے آدمی کی بیوی ہوئے۔ کبھی کبھی اپنے خاص موضوع سے ہٹ جایا کرتے تھے

مہدی

عباری کی سرگزشت اُن کے خط سے معلوم ہوئی۔ اور فکر ہوئی کہ آزادانہ دماغی مشاغل کے
لئے کیا صورت نکالی جائے غالباً احمد آباد سے آگئے ہوں۔ ایسٹر کی تعطیل میں آپ وہ کمان
ہوں گے؟۔ یا آئیے یا بلائیے۔ میں نے پہلے بھی کبھی لکھا تھا مدت ہو گئی۔ باتوں کو زس گیا
عباری کی تو صورت بھی نہیں دیکھی ”پیام امن“ کا اخذ جہان تک گندھی کی تلخیص کا تعلق
ہے بہت پسند نہ آیا۔ کمان تک پھیلانے کا؟۔

آپ کے خط کم ملتے ہیں۔ آپ کا بھتیجا پوچھتا ہے جامع اللغات (۵/۶) غیاث اللغات
(۳/۴) سے کمان تک ضخیم تر اور مستند ہے؟۔

م۔ ڈیراپور۔ ۲۶ مارچ ۱۹۳۷ء

تحفیل ڈیراپور سے ۱۷ اپریل ۱۹۳۷ء

پیارے ماجد عنایت نامہ مل گیا تھا۔ جواب میں دیراس لئے ہوئی کہ آپ کو

لکھنا لکھنا بھی میرے لئے مشغلہ عیش سے کم نہیں کچھلے دنوں گرمی بہت رہی اس لئے قلم اٹھا اٹھا کر رہ گیا

عباری کے لئے آجکل دامنِ مصنفین کی نظامت خالی ہے انکو قطعاً وہاں جادو کیئے دنیا میں یہ لازمی نہیں کہ جو کچھ ہو میرے آپ کے نقطہ نظر کے مطابق ہو۔ خیال کا پورا نہ ہونا ہی ”آرزو ہے اور یہی کشمکش سلسلہ حیات کی وہ کڑی ہے جو بقائے ہستی کی ضامن ہے جس روز یہ نہیں ہم بھی نہیں عباری سافلسفی اور ذخیرہ خواہشات کو کم کرنا چاہے۔ سمجھ میں آنے کی بات نہیں زندگی تو بس اسی کا نام ہے کہ حال کچھ ہے خیال کچھ ہے مجھے سوچ پر جوانی کی ورزش میں (آپ ان تصریحات کے لئے معاف فرمائیں گے) اتنا لطیف نہیں آتا جتنا ریشمی آنچل کے باریک تاروں میں ”جہاں بے خاستہ از بحر کا فور“

کا تصور پاکیزہ پیدا کر سکتا ہے جس کی لطافت نقل کا مبابی کو برداشت نہیں کر سکتی۔

خیال ہی میں مزے وصل دلربا کے لئے

لئے جو بوسے تو ہونٹوں سے بھی چھپا کے لئے

خیر تو مطلب یہ ہے کہ دامنِ مصنفین میں وہ کچھ دنوں بیٹھے تو سکین گے اور رفتہ رفتہ ان کی غیر معمولی قابلیت کے مزید شواہد سے ایسی صورت نکل آئے گی جو ان کے زاویہ نگاہ سے بھی ان کے لئے موزون ہو۔ کانپور آنے کی امید لالی تھی پھر تپہ نہیں لگا۔ میں سمجھتا ہوں۔ ڈیراپور کی ٹھوکر لکھنؤ کی ثقافت آبادی کے لئے سنگ راہ ہوگی۔ اس لئے نجات اس کے کہ آپ لوگوں کو دعوت دے جائے میں خود ہی آؤں گا

”نوائے کیمبرج“ کا نام بہت پیارا ہے۔ آپ کے لائق ولایتی دوست کا پہلا مضمون
مین نے دلچسپی سے دیکھا

”روح الاجتماع“ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ سچ یہ ہے عربیت کے ساتھ جہاں انگریزیت
سمونی لگئی۔ پھر ذخیرہ الفاظ اور فقروں کی برجستہ اور چست ترکیب ترجمہ کو مستقل تصنیف
بنادیتی ہے۔ عباری مین یہ رنگ بہت گہرا ہے۔

آپ نے انگریزی کے بعد عربی پڑھی۔ تاہم ادائے خیال مین وہی زور اور بیاختہ
پن پاتا ہوں۔ جو ان لوگوں کا حصہ ہے۔ انگریزی جنگی زبان ثانی ہے۔ اور یہ ایک
استثنائے

روح الاجتماع کا مقدمہ پڑھ کر باوصف اس کے کہ آپ کے مجتہدانہ خیالات کا رنگ
رچا ہوا تھا۔ مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مین ایک حد تک مرعوب ہوا۔ بڑی بات یہ
ہے کہ لیبان کے اکتشافات نفسی تعلیمات قرآن سے نہیں بھڑائے گئے

اب آپ مہربانی فرما کے ”اخلاقیات“ کو لیجئے۔ اور تربیت پر نفسی حیثیت سے نظر
ڈالئے۔ کیونکہ اردو مین جب قدر مواد ہے وہ غیر مرتب اور ناقص ہے۔ لکھنے والے کی
معلومات کی وجہ سے پہلو بچا جاتے ہیں سب تو سب شبلی نے انفرادی مین احیاء العلوم
کو بہت سراہا تاہم اخلاق پر مستقل اظہار خیال نہیں کیا۔ نہ قدیم کو جدید اخلاقیات سے
ٹکرایا۔

آپ کی نئی تصنیف کا نام ”فلسفہ امن“ ہو تو کیا ہرج ہے، آج کل ایک نیا

عنوان ”اردو شاعری کی سبزرخی“ پیش نظر ہے۔ لیکن مجھے زیادہ کھلنا پڑے گا۔ آپ ڈانٹیں گے کہ ابتذال ہے۔

کمکشان کی برادری میں ایک اور اضافہ ہوا۔ ”شباب اردو“ آپ نے دیکھا ہوگا

فدائی مہدی

لیبان کی ”نفسیات تعلیم“ پر آپ نے کچھ نہیں لکھا۔ نہ تعلیم و تربیت کے نازک فرق اور مصطلحات امتیازات پر نظر ڈالی نتیجہ یہ ہے کہ اردو میں اس وقت تک یہ بحث جس معیت کے ساتھ طے ہونی تھی نہیں ہوئی اخلاقیات کا وہ حصہ جس میں خصائلِ نفسی ایک تک تغیر پذیر مانے گئے ہیں دائرہ تربیت میں آجاتا ہے۔ یہ بات بتانے کی تھی کہ اثر پذیری کی حد کیا ہے اور کمان تک آپ بڑے کو اچھا بتا سکتے ہیں

ظفر الملک تو ہاتھ سے گئے۔ اور ان کے ساتھ شاید ان کا اناظر بھی عباری کا کچھ پتہ ہے؟ آپ کا مکان کثرت افراد کی وجہ سے گویا سرا ہے کام کا موقع وہ بھی اس گرمی میں کچھ ملتا ہے؟

م ڈیرپور۔ ۷ جون ۱۹۲۲ء

تحصیل ڈیرپور ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء

پیارے امجد اور نگ آباد سے واپسی کے بعد میں سمجھتا تھا آپ کی قلم آزمائی

کے لئے اتنی باتیں مل جائیں گی کہ میری یادِ ناگزیر سی ہوگی لیکن آپ کو اتنی فرصت کمان؟
 سنا دولتی مسافر کے لینے کے لئے آپ بمبئی پہنچے اور منچر یہ اور ستم ہوا کہ عبا ری شریک
 سفر تھے

کئے مسائل حاضرہ سے آپ کو کمان تک دیکھی ہے؟ آج کل اچھے اچھے دماغ مختل
 ہو رہے ہیں جس ملک میں سرے سے مشترکہ قومیت کا پتہ ہی نہ ہو وہاں کسی اتحادِ عمل کا
 وجود ایک وقتی اور سیاسی لہر ہے جو ریت کے پیوستہ ذرات سے زیادہ مستحکم نہیں۔ ملکی آزادی
 کا کیا کمانا یہ ایک قدرتی حق ہے لیکن سوال یہ ہے انہائے وطن کے مقابلہ میں ہمارا
 حصہ رسد کیا ہوگا؟ اس کے آثار دیکھتے جائے۔

”گائے کا تو کچھ ٹھکانا“ بھائی گاندھی نے کیا

شیخ جی کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہے دیکھیے

مجھے جو کچھ فکرِ غریب ”اونٹ“ کی ہے۔ گائے کشی قریب قریب بند ہوئی لیکن کتنا
 سستا سودا ہوا؟ کسی کے منہ سے یہ نہ نکلا تم اردو کے گلے پر چھری پھیرنا چھوڑ دو۔ تو ہم بھی
 گائے کے خون سے دلکش ہوتے ہیں لا تو ازن قومی کے لحاظ سے جی جیتی ہوئی شرطِ کفایت
 وقت کی چیز ہوتی

گندمی بڑی بڑھاتے ہیں ہندی اردو ایک چیز ہے، ہر بار ہم انخطا دہنے ہاتھ سے
 نہ نکھا بائیں ہاتھ میں قلم لے لیا۔ بات ایک ہی ہے جس پر مسلمان بھائی راضی ہو جائینگے

تعب بنین یہ ایک دن ہو کر ہے مسلمان اب ہوم رول نہیں چاہتے ۲ دسوراجیہ کے دلدادہ
ہیں جس کی ایک ہندی ہوگی۔ اور تو اور علمائین مادہ اجتہاد پہلے بھی نہیں تھا رہی عصیت
بھی جاتی رہی۔ ایک مشرک کے منہ سے جہان کوئی کلمہ نکلا فرنگی محل بھی ہاتھ باند کر بیچے کھڑا
ہو گیا۔ اور تکبیر شروع کر دی!

ظفر علی سہت علی مفت ہاتھ سے گئے۔ ابھی دیکھتے جائے کس کس کی شامت آتی
ہے۔ مزہ تو یہ ہے کہ اس کا نام قربانی رکھا گیا ہے۔ علیگڑھ کا طبقہ الٹ چکا تھا۔ وہ تو ایمان گیا
ہی تھا خدا نے رکھا۔ اس غلط بحث میں ادبیات کا خدا ہی مالک ہے

معارف نکلا جاتا ہے غنیمت سمجھتا ہوں۔ آپ کے ”پیام امن“ کا انتظار ہی رہا۔ اس
درمیان میں آپ کیا کرتے رہے۔ عباری اس قدر ”بوسے غیر“ کے شائق بن گئے کہ میرا نام ہی لگتی
فہرست میں نہیں رہا۔ کہیں لطائف میں تو یہ چند سطرین دکھائے

پروفیسر براؤن کی تاریخ پر نہیں لڑے پچر کی تیسری جلد اگست میں آگئی تھی قیمت ۲/۷
۱۲-۱۳ مقامات پر شبلی نعمانی اور شعرالجم کا حوالہ ہے پڑ کر جوش میں آگیا کہ شبلی زندہ ہو
تو ان کو اپنا درجہ معلوم ہوتا۔ اس کا افسوس ہے کہ براؤن کو شعرالجم کی صر ۲ جلدین ملین
وہ بھی تذکرہ شعرالجم سے شبلی کی اصل موضوع یعنی ارتقاء شاعری اور خاص کر فردوسی پر
جس طرح داؤد تنقید دی گئی ہے ان کی نظیر نہیں ہے اس کا ذمہ دار دارالمصنفین سے زیادہ
آپ کے قلم کا اساک ہے تنقید نہ سہی چند صفحوں میں اگر کتاب کی ”نفیست“ کی تقریب کو ہی
لگئی ہوتی۔ اور شعرالجم کے پانچ حصے ایک یا دو ضخیم جلدوں میں مجلد کر کے بھیج دئے گئے ہوتے

تو براؤن کے اقتباسات ”دشراہم“ کو پورپ مین بھی زندہ رکھتے۔ کیا ”شبلی موسائلی“ مین بہتی بھی استطاعت نہیں؟!

”ولایتی مسافر“ اگر چوکا یعنی کوئی مکمل جلد ساتھ نہیں گئی تو ان کی مولویت کو کیا ہون اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اب بھی موقع ہے۔ براؤن کی چوتھی جلد کے صفحات کھلے ہوئے ہیں۔ فوراً تلافی کے لئے طیارہ ہو جائیے۔ اور ایک فنڈ کھول دیکھئے شبلی کی تمام تصنیفات کیمبرج تک آپ کے مختصر نوٹ کے ساتھ پہنچ جائیں۔ تو میرا ارمان پورا ہو جاتا۔ جواباً لکھئے اور مفصل لکھئے

انجمن اُردو کی رپورٹ بہت پسند کی تھی صرف ایک نئی کتاب ”مبادی صحت“ دیا ہے صحت ملی ”فلسفہ جذبات“ کے طبع ثانی کی فردائے انتظار غیر محدود ہے۔ حالانکہ دکھا گیا ہے کہ شایع ہو چکی! ایک ضروری بات رہ گئی سید الطائفہ نگرانی طلب ہیں انکو دارالمصنفین مین نظر بند رکھئے گا
ہمیشہ آپکا
مدی

بے نیازی کی بھی ایک حد ہوتی ہے!
نفیات پر آپ کی ”مبادیات۔“ ”پیام امن“ ”فلسفہ جذبات“ نقش ثانی
ان مین سے ایک بھی نہیں ملی۔ خیر تو ہے۔

م۔ ڈیراپور۔ ۱۹۔ ۱۰۔ ۱۹۵۶ء

مولوی عبدالباری ندوی کے نام

پیارے جناب آپ کا لطیف اور نکتہ خیز عنایت نامہ میں نے نہایت خوشی سے دیکھا اور ممنون ہوں کہ آپ کو میرا خیال آیا۔ ”الناظر“ جہاں تک میں نے کچھ سکا یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ آپ کا ادبی تخیل پورا کر سکے جو اس پرچہ کے اجرا کی علت غائی ہے جس کی ضمانت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ لائق اڈیٹروں کے قلم کے سایہ میں ہے۔ اس صوبہ میں کوئی علمی پرچہ آپ کے پیش کر دے مختص النوع مقاصد کے ساتھ ”نوجوانان قوم“ کے ہاتھوں میں نہیں تھا۔ اور شکر ہے کہ اس کمی تھے احساس کے ساتھ آپ نے ایک بہت بڑی ضرورت رفع کی۔ ”ہو نہار بروا کے چکنے چکنے پات“ ”معاشرت انسانی میں عورتوں کا درجہ متناسب“ بہت پسند آیا۔ مذہب کی ضرورت ”بھی تاریخی جدت کے ساتھ دلچسپی سے خالی نہیں اسی پتہ پر لکھتے لکھاتے رہے۔ کم سے کم ایک مضمون خالص فلسفیانہ رنگ میں ہو جسے جامعیت اور رکھ رکھاؤ کی حیثیت سے آپ اختراع فائقہ (ماسٹر پیس) کہہ سکیں ہم کو عام مذاق کی رعایت کی ضرورت نہیں بلکہ ناظرین کے دماغی اُفتق کی توسیع کرنا ہے اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں کہ جو کچھ کچھ

دوسروں کی عام رفتار سے الگ ہو کر نئی کہیں سے بھرتی نہ ہو۔ موضوع خیال اتنا اچھوتا ہو جسے اوروں کے قلم نے مس نہ کیا ہو

یہ لکھ رہا ہوں۔ مگر دل میں یہ چور موجود ہے۔ کہ آپ کے پاکیزہ لٹریچر کے قدردان اور وہ بھی زربفت کہان سے آئیں گے۔ نئے گروہ میں اس وقت تک صحیح مذاق علمی کا پتہ نہیں نہ پڑھنا لکھنا ضروریات زندگی میں داخل ہے۔ قومی لٹریچر سے بیگانگی ایک طرح کی خود سمجھی جاتی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ انگریزی شاید کچھ آتی بھی ہو اور دو تین سے قطعاً نہیں آتی۔ انگریزی کی غیر ضروری آمیزش نے روزمرہ کا جس طرح خون کر رکھا ہے آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ کسی کو احساس نہیں۔ مغربی تمدن اور شائستگی کے دلدادہ جہاں یورپ کی تقلید پر مٹے ہوئے ہیں اس خاص معاملہ میں اجتہاد سے نہیں چوکتے۔ یعنی تکلفات زندگی کے دد اسراف لکے ساتھ بھی قومی لٹریچر پر کچھ صرف کرنا جرم ہی نہیں بلکہ ایسا گناہ ہے جس کی قطعاً باز پرس ہو کر رہے گی

ایسے افراد معاف کیجئے کہان تک تو انا اس لائق ہیں کہ آپ کے خیال کی تصویر مرنی ہو سکیں! لیکن اس وقت ”فلسفہ مایوسی“ کو چھیڑنا نہیں چاہتا ان چند سطروں سے آپ کے ہرچہ کا ”خیر مقدم“ منظور ہے۔

موقع ملا۔ تو مغربیت کے ساتھ نئے نئے عنوان زندگی جو پیدا ہو گئے ہیں۔ اول میں

سے کسی بحث کو چھیڑوں گا آپ کا ”ایم مہدی حسن“

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۸۔ مئی ۱۹۱۵ء

مکرمی۔ ”تصورات کلیہ“ پر آپ کے خیالات میں نے نہایت دلچسپی سے دیکھے تھے۔ پچھلے الناظرین آپ کی لائق رشک ”مادیت“ دیکھ کر بھڑک گیا۔ اور آج آپ کو لکھنے کی مسرت حاصل کر رہا ہوں

کیا اچھا ہوتا اگر آپ فلسفہ جدیدہ کے اُن مسائل پر جو غنیمت سے آگے بڑھ کر یقینیات (سائنس) کے دائرہ میں آگئے ہیں، ایک ایک کر کے طبع آزمائی کرتے۔ جس سے اُس نقصان کی تلافی ہو جاتی۔ جو ہمارے روشن خیال علما کی کم توجہی سے آج تک ہوتا رہا۔ اکلکام میں علامہ شبلی نے فلسفہ پر جو کچھ لکھا آشنائے فن ہو کر نہیں لکھا۔ جدت و اجتہاد نے روحانیت کو اس قدر پھیلایا کہ ”نفیت“ بھی غائب ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب پایہ سے گر گئی

آج تک ”ارتقاء“ کا مسئلہ ہمارے ثقہ اہل قلم کے لئے بند رکھ لیا گیا ہے۔ کوئی صاحبِ قلم نہیں تو پہلو بچا بچا کے یعنی یہ نفویت اس لائق نہیں کہ اُن کے ذاتی مجتہدات کا ایک جزو ہو سکے۔ سنی سنائی بات ہے جو بسبیل تذکرہ، قلم سے نکل گئی۔ ارکانِ ندوہ نے جرات کر کے کچھ لکھا بھی۔ تو آیاتِ قرآنی سے بھڑانا شروع کر دیا۔ اس پر بھی تسکین نہ ملی۔ تو آخرین ”واللہ اعلم بالصواب“ سے سارے مضمون پر پانی پھیر دیا۔ سننا ہون ہو لویت بڑی سخت چیز ہے۔ اثر جلد زائل نہیں ہوتا۔ لیکن آپ نے مستثنیات میں مرن۔

اسلام یہ مضمون ”دمعاری“ میں چھپا تھا۔ مکتوباً لکھ کر یہ کے نام مرحوم کا یہ سب سے پہلا خط ہے

بہر حال مسائل جدیدہ پر لکھئے اور فلسفہ قدیمہ سے ٹکراتے جا کے قدیم فلسفہ جو تمام تر یونانیوں سے ماخوذ ہے اور جسے تقویم پارینہ ہونا تھا وہ آج بھی مسلمانوں کے سر کا آسیب ہے۔ اس کی درجیان اڑائے یونانی منطق کی غلطیوں پر بھی ہنگامہ رکھئے۔ اور سلسلہ میں سب کچھ کہہ جا کے جو کہنے کے لائق ہے

مسلمانوں میں اگر آپ ان نفوس قدسیہ سے قطع نظر کر لیں جن کے ہاں فلسفہ مقصود بالذات تھا۔ تو زیادہ تر تعداد آپ کو متکلمین کی لے گی جن کی غایت صرف یہ ہوتی تھی کہ مذہب کے مقابلہ میں جہاں تک ممکن ہے فلسفہ کو نیچا دکھایا جائے یوں سمجھئے کہ لحاف کا جھول جھال تھا کہ کچھ استر سے لیا اور کچھ ابرہ سے اوڑھ بیچ کر دو نو کو برابر برابر کر دیا

یہی ترکیب ہمیشہ جاری رہی۔ لیکن آپ کے فرائض موجودہ اکتشافات عالیہ کے لحاظ سے کچھ اور ہوں گے

علامہ شبلی نے ”فلسفہ یونان و اسلام“ کے سلسلہ میں فلسفہ قدیم و جدید کا موازنہ کرنا چاہا تھا۔ لیکن یہ کوشش مجھے افسوس ہے کہ ناتمام رہی۔ میری خواہش تھی کہ آپ کے ہاتھوں سے اس کی تکمیل ہوتی

مہدی حسن

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۳۔ اگست ۱۹۱۵ء

کمری آپ کے عنایت نامہ کا جواب اتنے دن کے بعد آپ کو تعجب ہو گا۔

لیکن میں اس درمیان میں اپنے مستقر سے دُور اور کسی قدر غیر مطمئن رہا
 کل ”مبادی علم انسانی“ کی ایک جلد نے آپ کی یاد تازہ کر دی اور ضبط نہ کر سکا
 اس لئے چند سطریں آپ کی نذر میں سرسید کا خیال تھا کہ ترجمہ میں جب تک مجتہدانہ رنگ
 نہ ہو بہت کام کی چیز نہیں۔ کسی زبان کا قالب اگر بدل جائے تو آشنائے فن ہو کر۔ یعنی
 علمی مسئلہ اس طرح لکھنے والے کی رگ و پے میں پیوست ہو جائے کہ وہ مُجدداً اظہارِ
 خیال کر سکے جس سے ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا۔ بلکہ خود ایک تَقل بالذات چیز ہو جاتی ہے
 اردو لٹریچر میں جس قدر اونچے درجہ کا مواد موجود ہے، آپ کی اجازت سے یہ کہنا
 چاہتا ہوں کہ وہ ایک ایک کر کے میرے پیش نظر ہے۔ لیکن آپ کی کتاب پہلی کتاب
 ہے جس میں مصنف کے خیال کے سایہ میں اس قدر بیباختہ پن اور عالمانہ خوش تِکر کیوں
 کے ساتھ ادائے خیال کیا گیا ہے۔ عہدیت کا یہ اثر ہے کہ سلسلہ بیان میں کہیں سے آپ کی
 اُردو کی ناداری محسوس نہیں ہوتی اور یہی کمال اجتہاد ہے۔ اسکی وقعت اور بڑبڑاتی
 ہے۔ جب میں خیال کرتا ہوں کہ ایک نہایت نازک اور دقیق مسئلہ پر پہلے پہل قلم
 آزمائی کی گئی ہے۔

ذہن کے سوا عالم مادی کا موجود فی الخارج نہ ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس سے
 پڑھنے والوں کو مشکل مناسبت ہوگی لیکن گتھی جس طرح سلجھائی گئی ہے۔ مجھے حیرت
 ہے کہ آپ اس حد تک کامیاب ہو سکے۔

آپ کی ”مادیت“ (مضمون الناظر) سے متاثر ہو کر میں نے ماجرہ صاحب کے لکھا تھا

کہ ایک ”رقیب“ پیدا ہوا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ اپنی خصوصیات جتانیں اس لئے مجھے یہ تاویل کرنی پڑی کہ یہ لفظ عجیبوں کی اصطلاح میں نہیں بلکہ عرب کے محاورہ میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی آپ دو نوجوان فاضل عقیلیات ہیں!

آپ ”ارتقاء“ پر ذرا کھل کر انہما خیال کر ڈالئے

”مبادی“ کے دیباچہ میں اسٹائل اور اسٹوڈنٹ کی پیوند کاری کس ضرورت سے

ہے؟ آپ کی انگریزی دانی تو مسلم الثبوت ہے!

اچھا نظر بد کا ”اسپند“ ہو گا
مہدی حسن

تحصیل اکبر پورہ کانپور۔ ۳۱۔ اگست ۱۹۱۴ء

برادر محترم عنایت نامہ ملا۔ آپ میری تحریر و ن کو دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی ادبی اخوة کا نتیجہ ہے۔ ورنہ میں تو صرف باتیں بنانے والوں میں ہوں لیکن انسان کے دماغی افق کی توسیع یعنی عقلیات کی موثر کفیان دراصل ایسی چیز ہیں جن پر ہر زبان کا لٹریچر ناز کر سکتا ہے۔ اور یہ آپ اور آپ کے ”رقیب“ کا حصہ ہے!

میں مانتا ہوں کہ حال کچھ ہے۔ خیال کچھ ہے۔ لیکن اسی کشمکش اور جدوجہد کا نام زندگی ہے۔ اور یہی بے اطمینانی آپ سے کام کر آئے گی

حیدر آباد کی حالت آپ دیکھ رہے ہیں جس کی طرف متوسلین کے سوا اُن کی بھی آنکھیں اٹھ جایا کرتی تھیں جو دنیا میں کچھ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کافی ذرائع کے نہ ہونے

سے دل کا ارمان دل ہی دل میں رہتا تھا۔ ریاست نے بہتیر دن کی حوصلہ افزائی کی
لیکن مستحقین کی کم - علامہ شبلی کے بیشک تین سو ہوے
عید ہوئی ذوق مگر شام کو!

یعنی عمر کے آخری حصہ میں جب وہ بہت زیادہ اُس سے فائدہ نہ اٹھا سکے
آپ اور ماجد صاحب کے لئے ضرورت تھی کہ قوم کے پاس کوئی علمی سرمایہ ہوتا
جس سے صرف ذاتی مصارف کے لئے دو دو سو دے جاتے۔ دارالمصنفین آپ کا عشرتکدہ
ادب ہوتا اور وہیں چھوڑ دے جاتے کہ جو جی میں آئے کر دیں۔ لیکن یہ انہونی ہے۔ ۱۵ برس
پہلے میں نے حضرت شبلی کو لکھا تھا کہ ”جو آگ برف کے ٹکڑوں پر سلگائی جائے وہ جل چکی“
آج پھر اُس کا اعادہ کرتا ہوں۔ بیشک سرسید کے وقت میں دفعۃً ایک تحریک پیدا ہو گئی
تھی۔ لیکن وہ باسی کڑی کا ایک اُبال تھا کہ آیا اور گیا۔ اب ملک میں کسی قسم کا مذاق نہیں
ہے اور اعلیٰ تر تصنیفات کی تو بالکل مانگ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔ تو کیا آپ لکھنا چاہتے
چھوڑ دیں گے؟ ”دشایان حال“ نہ سہی۔ ”مقتضائے نفس“ کی مد میں اس مشغلہ کو
رکھئے۔ اور تمام دنیا سے بے نیاز ہو جائے

”شبلی سوسائٹی“ میں کہیں کہیں قابل افسوس اغلاط رکھیں۔ لیکن خوش ہوں
کہ قیمت مل گئی اور وہ بھی امید سے زیادہ دیکھئے شعرا بعم کے آخری حصہ کی کبیارت
ہوتی ہے

ایک دلچسپ عنوان پر راجد صاحب کی تحریک سے مین نے کچھ لکھا ہے۔ کبھی دیکھئے
 بیقیضہ ”دہوش بلگرامی“ کے پاس ہے جو آجکل معتبور ہو رہے ہیں
 ”معاصرانہ چشمک“ نیا موضوع ہے۔ پورا دائرہ ہے جہاں تک متاخرین ادب کا
 تعلق ہے۔ لیکن بالخصوص مین نے شبلی و حالی کو ٹکرایا ہے۔
 اسید ہے آپ اپنا ”مقدمہ“ جلد ختم فرمائیں گے۔

آپ کا
 مہدی

تسلیم ایسی بھی بے نیازی کیا ہے کہ ہفتون اور مہینوں ایک کی دوسرے
 کو خبر نہیں۔ مین اس لئے نہ لکھ سکا کہ آپ باقیدار تھے۔ اس پھیر میں رہا کہ خود آپ کو
 میرا خیال آئے لیکن آپ کو اغیار سے فرصت نہیں۔ خیر۔ آپ کی تمکیشی کے مقابلہ
 میں۔ میری وفا کیشی۔ سچ کہنے کا کیسی رہی؟

”معارف“ مین ”دین حنیف“ کا رنگ غالب ہوتا جاتا ہے اُبالی کھچڑی مین
 مزہ نہیں آتا۔ زبان چٹارے ڈھونڈ ہتی ہے کچھ لکھئے اور لکھنوی ”کافر“ سے بھی لکھوائے

۱۵ مرحوم کا یہ مضمون ”معارف“ میں چھپا تھا ۱۵ مکتوبہ لکھ لکھنے کا تھا، ۱۵ اس عنوان
 سے ”معارف“ میں مولوی عبدالسلام ندوی اور مولوی ابوالحسن ندوی کے دو مضمون کئی خبروں میں لکھے تھے نکلے
 ۱۵ مولوی عبدالعاجد بی۔ اے۔ جو اس زمانہ میں لکھنؤ میں قیام رکھتے تھے

۱۔ یہ واقعہ (Romantic) ہے۔ شادی (Romantic) ہے اس کے لئے کوئی لفظ بتائیے۔

۲۔ (Imagination) کے لئے میں نے ایک موقع پر ”نظائے ادب“ لکھا۔ لیکن وہ خاص موقع کے لحاظ سے موزون تھا۔ میں ایسا لفظ چاہتا ہوں جس میں انگریزی مفہوم کے اطلاقی عمومی کی پوری جامعیت ہو

کیا مصروائے (Tahsilat al K) کے لئے متفاکات استعمال کرتے ہیں۔

م ابرور ۲۲ ۱۹۱۸ء

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۱۔ نومبر ۱۹۱۸ء

برادر م دو عنایت نامے لے۔ پچھلی غفلت شعاری کی تلافی ہی نہیں ہوگی بلکہ کچھ زیادہ مل گیا۔ اور میں یہی چاہتا تھا

آپ کے عطا کردہ ذخیرہ الفاظ سے میرا کام نکل جائے گا۔ ”افسانہ و ش“ کی ترکیب تہنی پیاری ہے کہ دیکھتے ہی بھڑک گیا مدت سے خلش تھی۔ ماجد صاحب کی برئیت میں مشرق میں اچھے اچھے مضامین نکلے۔ اور مجھے حیرت تھی کہ اچھے لکھنے والے جن سے میں واقف نہیں۔ ایک دم سے کہاں سے نکل پڑے۔ اب معلوم ہوا

”مکوئی‘ مشوق تھا اس پردہ نگاری میں“

اے کتب الہیہ ”فسانہ و ش“ جو یہ کیا تھا۔ مصروائے ”حدیث ماہ“ استعمال کرتے ہیں

آپ نے ”فلسفہ اجتماع“ پر نظر ڈالتے ہوئے نہایت چھیتی ہوئی بات کہی کہ اگر کوئی چیز لائق اعتراض ہے تو بعض جگہ اُس کا اسلوب بیان ہے جس قدر اختلافات پیش آئے انکار کر دینی نقطہ انحراف ہے۔ ”حیدر آباد کی رزم ادب“ کے عنوان سے شرق میں میں نے بھی کچھ لکھا ہے۔ جس میں آپ کا ذکر خیر بھی آگیا ہے۔ معلوم نہیں پرچہ آپ کی نظر سے گذر آیا نہیں؟

ادھر آپ کیا کر رہے ہیں۔ کچھ نئے افکار بتائیے فلسفہ برکھ کے آخری اجزا مطبع میں پہنچ گئے یا نہیں؟

مولوی عبدالسلام ”دیباچہ“ کے فلسفہ پر سلیقہ سے اظہار خیال کرتے ہیں۔ لیکن لکھتے لکھتے فرماتے ہیں کہ ”دیباچہ“ کے دلائل پادروہا اور نقش بر آب ہیں ”اس قسم کی تصریحات ایک زبردست فلسفی کے مقابلہ میں تنقید کا وزن گھٹا دیتی ہیں ایک نفع ٹوک چکا ہوں نہیں مانتے۔ مولویت کا اثر کسی طرح نہیں جاتا۔ ان کو نیک نیتی سے سمجھائیے کہ اظہار رائے سے تشکیل رائے زیادہ وقت چاہتی ہے میرے سیتاپور جانے کی خبر ہے اس سے خوش ہوں کہ آپ کے وطن اور ماجد سے قریب تر ہو جاؤ گے گا

مہدی

تسلیم عنایت نامہ کا شکریہ۔ جواب پھر کبھی۔ ”خطیب“ میں آپ کی جلوہ گری

۱۔ مکتوب الیہ اور مولوی عبدالماجد، ضلع دہارہ، بنگلہ کے ہیں۔

”فلسفہ غالب“ کے عنوان سے اگر مختصر نہیں ہے تو آپ کے اساک کی کافی حد تک کافی کر دے گی منجبر کو پرچہ کے لئے لکھا ہے۔

(Prophecy) کے لئے کوئی لفظ بتائیے۔ ایسے موقع پر۔ گناہ کی پروا نہ سہی۔ لیکن سوسائٹی کے دباؤ سے پروپرائٹی قائم رکھنی پڑتی ہے
Uncalled for کے لئے ”غیر مقصود“ مجھے پسند نہیں

”فلسفہ برکے“ کی تکمیل میں جس قدر دیر ہے اُس سے زیادہ اُس کی اشاعت میں دیر ہوگی۔ سو برس کی عمر کہاں سے لاؤں
ہمدی

تحصیل ڈیراپور کا پتہ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۵ء

کیپ ڈیراپور کا پتہ ۲۴ فروری ۱۹۱۹ء

پیارے باری صاحب
دُت سے میں نے آپ کو کچھ لکھا لکھا یا نہیں
لیکن آپ کی جدید تصنیف دیکھ کر ضبط کرنا مشکل تھا۔ اس لئے سرمائی دورہ کی سب سے پہلی فرصت میں چند سطریں آپ کے نذر ہیں۔ ”برکے“ میں آپ کا مجتہدانہ رنگ میرا خیال ہے پوری قوت سے بے نقاب ہو گیا ہے۔ کسی فلسفیانہ موضوع پر اداسے خیال آسان نہیں لیکن آپ اپنے وسیع ذخیرہ الفاظ اور ان کی تراش خراش اور چست بندش

لے یہ مضمون مولوی عبدالماجد کا تھا۔ کچھ غلطی ہو گئی تھی۔ ۱۵ مکتوب الیہ نے غالباً ”غیر ضروری“ یا ”نامطلوب“ تجویز کیا تھا۔ ۱۵ ”فلسفہ برکے“

ترکیب کے لحاظ سے۔ برکے سے کم سرمایہ دار نہیں ہیں اور یہی آپ کے لائق رشک لٹریچر کا وہ خاصہ ہے۔ جو اوروں سے آپ کو صاف الگ کرتا ہے۔ یہ جستگلی یعنی زورِ ”آمد“ آپ کے تراجم میں بھی موجود ہے جن کی لفظی گھس گھس سے علیحدہ ہو کر آپ اصلی خیالات کا قالب بدل دیتے ہیں۔ لیکن اس پر مین کچھ زیادہ کتنا نہیں چاہتا۔ ”مبادئی“ پر مابعد کے اظہار خیال نے آپ کو دوسروں کی طرف سے بے نیاز کر دیا ہو گا۔ سچ یہ ہے کہ یہ درد نوکتا میں اگر آپ کے قلم کے سایہ میں نہ تو تین توین خود آپ سے داد لیتا۔

جس ٹھاٹھ سے آپ لکھتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انگریزی دانی کے ساتھ عربی آپ کی زبان ثانی ہے۔

میری ایک نظر۔ آپ کے حریف مقابل یعنی کافر مابعد پر یہی ہے۔ آپ دونوں کو ٹکرا کر جو فرق یا آپ کی زبان میں مابعد الامتیاز میں نے پیدا کیا ہے۔ وہ اس قدر نازک ہے کہ بیان سے زیادہ غور کی چیز ہے جسے میں آپ کے سلیقہ ادبی پر چھوڑتا ہوں

مجھے آپ سے شکایت ہے کہ آپ کے فلسفیانہ کتشافات نے مجھے بڑی مصیبت میں ڈال دیا یعنی میں اب اس بحث کے سمجھنے کے بعد بھی اشیاء کے وجود خارجی کے خیال سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ اور اس کو بھی نہیں مانتا۔ کہ آگ اور برف میں کوئی کیفیت خارجی موجود نہیں ہے۔ جو کچھ ہے ذہن میں ہے۔ یہ مانتا ہوں کہ حادثہ کے سوا کوئی ذریعہ آگہی نہیں۔ بہر حال اگر میری غلط فہمی ترقی کرتی رہی۔ اور اس ابھرنے کو دور نہ کر سکا تو اپنے شہادت

و تفصیل سے عرض کروں گا۔

”ماہیت مادہ“ دیکھا۔ ”زندہ باشی و جانمن باشی“ ”ارتقا“ کی باری کب آئیگی۔

معارف کی وسیع اسکیم میں آپ کو لائق ماجد کا ہاتھ بٹانا ہوگا

ماجد کے ”فلسفہ غالب“ کا کیا کہنا۔ وہ جو کچھ لکھیں گے لڑیچہ پر احسان ہوگا۔ غالب

کا فلسفہ تفسیر القول بالالہیٰ بہ قائمہ تو نہیں۔ لیکن جو رکھ رکھاؤ غالب سے منسوب کیا جاتا ہے اُن میں سے اکثر ”محکات بعد الوقوع“ ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حکیمانہ صداقتیں ان کے

کلام میں موجود نہیں سوال یہ ہے کہ جس فلسفیانہ سانچے میں ہم اس کو ڈھالنا چاہتے ہیں۔ کیا شاعر بھی ہر جگہ اس نکتہ سے واقف تھا؟ اسی میں ذرا الجھکو کلام ہے۔ اور یہی

پہلو غور طلب بھی ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے۔؟ میری خاطر سے نہیں لگتی ہوئی بات کہئے

آپ کی مختصر نگاری سے میری تسکین نہیں ہوتی۔ جواباً لکھئے تو ذرا تفصیل سے

”برکے“ کے بعد آپ کا خاکہ ذہنی کیا ہے یعنی آپ کیا کر رہے ہیں یا کیا کرنا

چاہتے ہیں؟

ایک صاحب جو پاس بیٹھی ہیں۔ اس خط کو دیکھ کر فرماتی ہیں۔ تم سرسری خط میں جو کچھ لکھ دیتے ہو بڑے ”مضمون“ میں بھی اُس کی سائی نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ سچ ہے؟

۱۔ مکتوب الیہ کا یہ مضمون ”معارف“ میں چھپا تھا

۲۵ اگلے سچ ہے۔ ”رفیق زندگی“ کے محاف سے مسلمانوں میں بہت کم لوگ ہمدی روم کے برابر خوش

نست ہیں

اصرار ہے ماجد و باری کا فرق بتاؤ۔ کچھ آپ میری مدد کر سکتے ہیں؟

مہدی

تسلیم۔ آپ اور علیل! سمجھ میں آنے کی بات نہیں۔ موسیٰ اثر سے بچنے کیلئے مسلمانوں کی شراب (یعنی چاء) کا دو وقتہ دور اور حدے کی صفائی کافی ہے۔ اور ہونہیں سکتا فلسفہ بریکٹ کا مجھ داس راز سے واقف نہو۔ پھر یہ آپ "شکن" بستر کیون بنے باسن و سال تو ماشاء اللہ بستر شکن ہونے کا ہے۔ بواپسی ڈاک اطمینان دلائیے کہ آپ اچھے ہیں۔

دیکھیے بھائی ماجد رام پور سے کیا لاتے ہیں۔ خط ملا تھا

ڈیراپور۔ ۳۱۔ مارچ ۱۹۱۹ء م

تسلیم۔ آپ کی دماغی حالت یعنی فلسفیت جو کچھ ہے معلوم ہے اس پر عصبی لڑائی فطرت کی لالین رشک فیاضی ہے۔ رہا ہر مہینہ میں کچھ نہ کچھ علالت کا سلسلہ۔ یہ اگر استیلائے نسوانیت نہیں ہے تو آپ معاف فرمائیں گے۔ مددہ گنوار معلوم ہوتا ہے اسکا اقرار کیجئے۔ تو آپ کو ایک ایسی چیز پر لگاؤں جس سے کچھ دنوں میں شکایت کا قطعی استیصال ہو جائے گا

مہدی

ڈیراپور۔ ۲۳۔ اپریل ۱۹۱۹ء

تحصیل ڈیرالہور۔ ۱۳۔ مئی ۱۹۱۹ء

پیارے باری آپ معاف فرمائیں گے بے تکلفانہ مخاطب کرتا ہوں بعد کے گنوار پن سے میرا مطلب ”قبض“ سے تھا کہ یہ کسی نہ کسی پیرایہ میں بھلے آدمیوں کو تانا رہتا ہے حضرت شبلی باوصف شگفتگی تصنیفات اس کے اثر سے کبھی محفوظ نہ رہ سکے ہاں مجھ کو مآجد کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ آپ پونہ کے تعلق کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں جس سے تکلیف ہوئی جو صورت میرے خیال میں ہے وہ خدا ہی پوری کرے یعنی آپ دونوں کے لئے کم سے کم دو دو سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ علمی۔ کافرہندوستان میں جس چیز کو آپ ”دارالاسلام“ کہتے ہیں وہاں چھوٹے بڑے سب بلا استثنا ”دارالہل“ سے بھی گئے گذرے ہیں موقع کی کوئی حرکت نہ دیکھے گا۔ توڑون کا منہ کھلا رہتا ہے، لیکن جہاں ضرورت ہے۔ اشرفیوں کی جگہ پیسے بھی ہاتھ نہیں آتے اس لئے ملازمت کی گھیس گھیس سے نجات ملنی معلوم۔ انشاء اللہ دوسری صورت نکل آئے گی کہئے ”روحانی و شبلی“ کی معاصرانہ چشمک ”کچھ پسند آئی۔ ایک ہلکا سا وارید الطائف پر بھی ہو گیا ہے۔ آپ کے برہنہ خطوں میں زیادہ گنجائش نہیں ہوتی

مہدی

تسلیم ایک مفصل عریضہ آپ کی نظر سے گذرا ہو گا۔ خوش ہوا آپ

۱۔ مولوی سید سلیمان مہدی ۲۵ کارڈ مراد ہین

لائق سفر ہو گئے۔ خدا باجد کی طرح آپ کو بھی ”حریت نفس“ عطا فرمائے کہ پابندی میں
مشغول نہ رہیں کا لطف نہیں

میرا خیال ہے کہ وہ دن بہت دور نہیں ہے۔

وطن آپ کب تک واپس ہوں گے؟ اور آئندہ۔

ڈیراپور۔ ۲۳۔ مئی ۱۹۱۹ء م

خیر تو ہے آپ کا بالکل پتہ نہیں کیا آپ کے رمضان سے میرے مئی کے
شدائد کچھ کم ہیں۔ جو ایک دم سے آپ مڑ رہے ہیں۔ تحریری فائقے رند مشرب
دوستوں کے لئے کسی طرح موزوں نہیں روزہ رکھئے نہ رکھئے مگر مجھے یاد ضرور کیجئے

ڈیراپور۔ ۲۱۔ جون ۱۹۱۹ء

م

تحفیل ڈیراپور۔ ۸۔ اگست ۱۹۱۹ء

برادرِ م عنایت نامہ عرصہ ہوا مل گیا تھا۔ ضمیمہ بھی ملا اور خوش ہوا۔ خوش
رقابت نے آپ کے جذبہ احساس کو اُکسایا میں کسی کو چاہوں تو کوئی انوکھی بات نہیں
لیکن وہ بھی اگر چاہے تو بس سمجھ لیجئے جان کی خیر نہیں

نادم ہوں کہ آپ کو جلد نہ لکھ سکا۔ آج کی تحریر کفارہ معصیت کی حیثیت سے ہے

۱۷ مکتوب الیہ اس زمانہ میں زیادہ بار ہو گئے تھے

اور آئندہ کی ضمانت کہ اب ایسی چوک نہیں ہوگی۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی کی عیالالت کا ذکر کیا تھا گو متفسر حال نہ کر سکتا تاہم دل کو تعلق ہے۔ امید ہے اب محنت ہو اور آپ اُن کی طرف سے مطمئن ہوئیں

میں سمجھتا تھا ادبی درنگروٹوں کی بھرتی نے آپ کو ”فلک ٹا“ تک پہنچا دیا ہوگا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے داوی آودہ پاٹون کی زنجیر پوری ہے۔ میرا ایک طرف فیصلہ یہ ہے کہ سردست آپ کو آنکھ بند کر کے اسے منظور کر لینا چاہئے احمد آباد وغیرہ کی مانگ نسبتاً زیادہ لائق توجہ نہیں جس اہلیان کو آپ ڈھونڈتے ہیں اور جو آپ کے علمی مشاغل کے لئے بالخصوص نہایت ضروری ہے، اسی سلسلہ میں آگے چل کر اُس کی صورت نکل آئیگی اور میں ایک دن دیکھوں گا کہ ماجد کے حریف مقابل (!) نے کینٹ اور ہوم پر چاہا یا نہ ہو صفحہ لکھ کر ڈال دے۔

افسوس ہوا۔ معارف کے دور جدید کے آغاز میں آپ اس طرح غائب ہیں جیسے کسی کے سر سے سینک! میری متحسب نگاہیں ”توجہ کی ماہیت نفسی“ کے بعد اُس کے افکار عالیہ کو ڈھونڈتی تھیں جس کا کم شیدائی نہیں ہون۔ بہر حال جوانی میں بھرے ہوئے جوڑے کو جہاں تک لائق رشک دماغی تصرفات کا تعلق ہے میں سینہ بہ سینہ اور

۱۔ کتب الیہ کے بھائی کے متعلق حق کا شبہ تھا۔ بفضل اچھا ہو گیا۔

۲۔ حیدر آباد میں ”عثمانیہ ریونیورسٹی“ کے اساتذ کے لئے مکتوب الیہ کا نام بھی لیا جا رہا تھا۔

۳۔ مولوی عبدالعزیز صاحب کا مضمون ہے ”معارف“ کے دور جدید (یعنی جب اس میں ابواب اور اور مضامین کا اضافہ ہوا تھا) میں شائع ہوا تھا۔

ہم روایت دیکھنا چاہتا ہوں۔ آئندہ پرچے میں لازماً آپ کو کچھ نہ کچھ لکھنا ہو گا۔
 ”اقبال“ سے داد لینا میرے ذمہ کہ اُن کے ہاں آپ کی شریحی ”کلام“ کا دلچسپ
 رکھتی ہے۔ آپ کے جوڑی دار فلسفیت کا رنگ اس قدر چمک گیا ہے کہ لکھنؤ میں
 بیٹھکر ”جو بن“ سے خوش نہیں معلوم ہوتے اُن سے پوچھئے

آڑی ہیکل کو چوم لے گی

وہ چیز جو کچھ اٹھی اٹھی ہے

اس کے لئے کسی لفظ کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ایک چیز جو قائم بالذات ہو جو پست
 محرم (دوسرا کفر) کا قالب بن جائے اور اُسے سانچے میں ڈال دے۔ جس کی سرکشی
 دبانے پر بھی پردے پردے میں راز رستہ کو فاش کرتی ہو انشا پر داری کو لغات ایش
 سے کوئی لفظ دینا ہو گا۔

ایک صاحب (ابوالکلام) ”مستی“ کے پیچھے پڑے ہیں کہ بے لگاؤ اس کا استعمال
 سنجیدگی کے خلاف ہے۔ ان کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ
 ”ہائے بخت تو نے پی ہی نہیں“

پینے کا قرار کریں یا نہ کریں لیکن اس خوش کیفیت شخص نے مخمور آنکھیں (ریلی نیلیاں ٹوٹا بھری)

۱۵ ڈاکٹر اقبال نے ”فلسفہ ہرکے“ پر ایک مکتوب لکھ کر فرمایا تھا کہ ”ہرکے کا فلسفہ اردو میں لکھکر آپ نے زبان اور
 کلام دونوں پر احسان کیا“ ”کلام سے“ علم کلام“ مراد تھا۔

۱۶ سائے آئینہ تھا ”مستی“ یعنی اغریز لکھنوی کے اس استعمال ”مستی“ پر مولوی ابوالکلام آزاد کو اعتراض تھا
 ہدم میں اسی پر مباحثہ رہا تھا۔

تو دیکھی ہوں گی۔ پھر یہ تقدس ریائی ”کیا کفر“ نہیں ہے؟
 سید الطائفہ سے کچھ انصاف کی امید نہیں، کہ ان کے ہاں یعنی ”دارالمنصفین“ میں
 کہیں سے ”عورت“ کا گندہ نہیں۔ ایرانی سبزہ رخی کا نشہ ابھی تک آنکھوں میں چھایا
 ہوا ہے۔ اب تو چار صفحے ہو گئے؟

ہمیشہ آپکا مہدی

تحصیل ڈیراپور۔ ۳۔ ستمبر ۱۹۱۹ء

برادر محترم سب سے پچھلے عنایت نامہ کے بارے آج سبکدوش ہوتا ہوں۔
 معارف میں ”مذہب اور عقلیات“ پر آپ کے چند صفحے دیکھے۔ اُسی کے پہلو بہ پہلو محبت اور
 تصویر کے عدم جواز کا مسئلہ تھا۔ مسلمانوں نے فنون لطیفہ کی ایک ضروری شاخ کو ہاتھ
 نہیں لگایا۔ اس لائق افسوس فروگزاشت کا اعتراف بیسویں صدی میں بھی نہیں کیا
 جاتا۔ بلکہ اُس کی سند ہم بیونچائی جاتی ہے۔ آج فنائے اسلام کا اصلی راز یہی ہے، کہ
 مسلمان عقلی ترقیات کو۔ مذہبی بندشوں سے کبھی آزاد نہ کر سکے۔ ٹرکی اور ایران میں جو
 کچھ ہو کر رہے گا، وہ اسی ”بے عقلی“ کے ثمرات پیش رس ہیں۔ دنیا میں کوئی قوم ترقی تو
 خیر۔ باقی بھی نہیں رہ سکتی جب تک وہ مدت کی کشمکش اور ارتقاء تدبیر کی کے ساتھ اپنے لئے
 کوئی ”مزاج عقلی“ نہ پیدا کر سکی ہو۔ خیر۔ اب باقی ہی کیلید ہے۔ دور انحطاط سے گزرنے
 کے بعد موت ایک ”خاصہ طبعی“ ہے۔ اور یہ اب بہت دور نہیں!

یہ سن کر خوش ہوا کہ آپ کا مضمون پچاس ساٹھ مضمون پر قابض ہو گا لیکن دیکھنا ہے کافر نس اس کو مستقلاً گم نامک شائع کر سکے گی۔ اگر دیر ہے تو اس سے تو معائنہ ہی میں حل جانا اچھا تھا

آپ اپنے نئے ”ماحول“ سے کہاں تک مناسبت رکھتے ہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں کہاں تک امید ہے کہ خارجی موثرات کو آپ اپنے میلان طبع کے لائق کر سکیں خدا اطمینان دے۔ اور مستقلاً کچھ کام ہوتا رہے مجھے آپ سے بڑی بڑی توقعات ہیں یعنی جس کو چین میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں بڑے بڑے حریف میدان آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے ہاں جناب ”ماجد“ ہوں یا آپ۔ دونوں صاحبوں کی یہ ”مدرسیت“ میرے سمجھ میں نہیں آتی کہ عورت مرد بنا کر پیش کیجائے اور اس سے انشا پر دازی کی خمیدگی پر استدلال ہو میں نے عورت کے ”سینہ“ کے لئے جس پر ”سبزہ خود رو“ نہیں ہوتا آپ کو گون سے ایک لفظ مانگا تھا اسی طرح مجھ کو اصرار ہے کہ وہ گڑنا نہیں کرتی پسنتی ہے۔ کیا یہی حیا سوزی ہے جسے باوصف لذت کشی آپ بے نقاب دیکھنا نہیں چاہتے

آپ کا مہدی

کیمپ ڈیراپور۔ ۱۹۔ جنوری ۱۹۲۰ء

پیارے باری ۱۱۔ کی دوسطین مدت کے بعد دیکھیں گرفت سے بچنے

۱۲۔ ”ہب و عقلیات“ والا کچھ مراد ہے علیگڑھ کافر نس کی طرف سے شائع ہو گیا ہے

کے لئے یہ اچھا طریقہ ہے کہ الٹا کو تو ال کو ڈانٹا جائے۔ میرے پچھلے عریضہ کو جو احمد آباد حاضر ہوا ہوگا، ایک سہ ماہی ہو چکی جس طرح اُردو کے بعض ماہوار جرائد تیسرے۔ یا چھٹے مہینے نظر آ جاتے ہیں، آپ نے بھی اتنے دن کے بعد کر دٹ لی اگر میرے انتقال کی آزمائش منظور تھی۔ تو خیر ورنہ یہ تغافل جواب طلب کرنے کے لائق ہے

”مذہب اور عقلیات“ پر آپ کے چند صفحے نہایت دلچسپی سے دیکھے تھے جب ہی سے سخت انتظار تھا ابھی تک آپ کا عطیہ پہونچا نہیں۔ آج احتیاطاً علیگڑھ ”سلطان جہان منزل“ کو لکھ رہا ہوں

آپ اس درمیان میں کیا کرتے رہے؟ بھائی ماجد تو کچھ نہ کچھ کئے جاتے ہیں میں آپ دونوں کی دماغی رفتار کو متوازی دیکھنا چاہتا ہوں

وہاں کب تک پہونچے گا جہان کی زمیں آسمان ہے سنا جولا ئی سے آپ کا تقریر قوت سے فعل میں آئے گا بھی اب تو ”بوسہ بہ پیام“ سے تسکین نہیں ہوتی لکھنؤ جب آئیے مجھے ضرور بلائیے۔ یا آپ اور رتھ ڈیراپور آئیں

”حقیقت“ شالی سے نکل رہا ہے کچھ ہی ہو مجھے پسند ہے۔ البتہ نام اچھا نہیں ”دقائق“ سے نقیل حرف کی تکرار۔ ایک قدامت طرازی ہے جدت نہیں۔ شگفتگی

۱۵ حیدر آباد ”فلک نما“

۱۶ مکتوب الیہ کو شہید تلق کے ساتھ مرحوم کی روح سے ہمیشہ شرمندگی رہے گی کہ وہ اپنے نادیدہ قدردان کی دید سے ایک بار بھی مشرف نہ ہو سکا۔ ۱۷ مولوی عبد الماجد صاحب

نہیں میرا پرچہ ہوتا تو آنکھ بند کر کے کچھ اور نہ سوچتی تو ”صحافت“ رکھ دیتا کہ کم سے کم نئی تراش تو ہوتی

”اور ٹیٹل کا نفرس“ کے ضمن میں آپ کے نشر بہت ہی چھپتے ہوئے تھے ”پاک بھول“ کی نسبت کیا فیصلہ رہا۔ میں تو سمجھتا ہوں بابو انگلش کی طرح یہ ہندیوں کی گڑبست ہے ایرانی تلفظ اور کتابت دونوں میں پتہ نہیں چلتا

کچھ خبر ہے؟ سلیمان اعظم نے ”نہیں نہیں“ پر بھی ایک بقیس پیدا کر لی لیکن ڈولا۔ ”دارالمنین“ میں نہیں اُترا پری راگر ہو) غائب ہے اس کا بھی افسوس ہے کہ عہد زفاف (ہنی سون) بسترِ علات پر گزرا۔ جوان بیوی باطن کے رنگیلے مولویوں کے لئے ”طلائی زنجیر“ ہوتی ہے۔ اور خود شوہر گئے کا بار دیکھنا ہے سید الطائفہ کا لڑکچہ کہتا تک اس ”دو آتش“ سے متاثر ہوتا ہے۔ محمد علی چھوٹے راجہ کا چاند بھی گہن سے چھوٹا خدا ہی ہے جو یہ ادبی تبلیغ کو پھر اپنا مطمح نظر بنائیں۔ جو آؤ بھگت ہو ری ہے اُس کے لحاظ سے تو یہ دنیا میں ساتے نظر نہیں آتے خیر خدا ماجد و باری کو جلائے

سہدی

اے پردیسِ عید القادریم۔ اے ”اور کمنٹل کا نفرس“ پونہ میں ”یائے جمول پر ایک متفقانہ مضمون پڑا تھا۔ مکتوب الیہ بھی اس کا نفرس میں شریک تھا اور ”حقیقت“ میں اس پر چند سطرین لکھی تھیں

اے مولوی سلیمان صاحب نے دوسرے شادی کی عقد کے دن وہ بیمار تھے

ڈیراپور۔ کانپور۔ ۱۸۔ فروری ۱۹۳۷ء

برادرِ م
آپ کا مفصل عنایت نامہ زیر جواب تھا دو مذہب و عقلیات
بھی پیش نظر تھا کہ آج ماجد کے خط سے معلوم ہوا آپ کسی وجہ سے غیر مطمئن ہو رہے ہیں
چونکہ نوعیت معلوم نہیں، اس لئے سخت خلش ہے
براہ مہربانی بواپسی ڈاک لکھئے۔ کیا صورت پیش ہے ڈیراپور گھر کی حیثیت
سے ہمیشہ آپ کے غیر مقدم کے لئے تیار ہے اور اس کا فخر ہو گا اگر آپ اُسے اپنے غالبانہ
خلوص کا مرکز بنا سکے

بہت سی باتیں لکھنی تھیں

مگر غیر شگفتہ روانی قلم تحریر کا حق ادا نہ کر سکے گی اس لئے آئندہ موقع کے لئے اُٹھا
رکھتا ہوں
ہمیشہ آپ کا
مدی

مولوی سید مقبول احمد سمدنی کے نام

تحصیل چھپرہ، ۸- دسمبر ۱۹۱۶ء

پیارے جناب جی چاہتا تھا کہ آپ کو بے تکلفانہ مخاطب کروں لیکن شاید آپ اسے مذموم جرئت پر محمول فرماتے اس لئے مجھ میں آپ میں پہلے سمجھوتہ ہو جانا چاہیئے

کیا آپ وہی صاحب ہیں جن کے والد ماجد گورکھپور میں کبھی ڈپٹی کلکٹر تھے آپ کا حلیہ مبارک۔ بوٹا سا قد، چھپرہ پر اجسم، سناپ نہیں رہا اور ہندی شاعری کا مرغوب یعنی کچھ دبتا ہوا رنگ۔ آج تک یاد ہے

آپ سوداگر حملہ کے کسی مہدی حسن سے واقف ہیں جس کو آپ کے ہم سبق ہونے کی مسرت۔ توبہ۔ عزت حاصل تھی

اگر اس کے جواب میں آپ ”ہاں“ کہہ سکتے تو بے وطنی میں دفع اجنبیت کے لیے معمولی سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔ آپ تو پھر بھی بڑی چیز ہیں۔

بڑے صاحب سے اتنا سلام نہیں ہوا۔ میں نے اجازت مانگی تو جوا بار شاد ہوا کہ اگر کے بعد ممدوح فتحگڑھ میں ہوں گے اور اُس وقت مجھے شرف باریابی حاصل ہو سکا

پردگرا مین کچھ تغیر ہو تو مطلع فرمائیے گا

آپ کا مہدی حسن

کیمپ چھپرہ مو۔ ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۶ء

پیارے مقبول آپ کے خوش سواد نکتہ خیز اور لطیف عنایت نامہ کی اگر داد دیتا ہوں تو اس لحاظ سے کہ آپ نے نقاد کے ”صحافی“ کو سراہا ہے ہم دونوں حاجی ہوئے جاتے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ آپ کے دائرہ نظر میں ہونا وہ بھی ادبی حیثیت سے میری کاوشوں کا اگر وہ دراصل لائق اعتراف ہوں، ایک ایسا قیمتی صلہ ہے جس سے دنیا کا بڑے سے بڑا مصنف بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا میں تو صرف حاشیہ نشینوں میں ہوں بھی ”دیاد ایام“ سے آپ نے میرے دل پر چوٹ لگائی۔ اب وہ پہلا سا جو بن کر کہاں وہ کساؤ اور رکھ رکھاؤ کہاں؟

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا یہ ہے

پھیلی تصویر کا ایک خاکہ رک گیا ہے۔ جسے شکل سے پہچاننے کا۔ دُور سے بیٹھے قسے سنائیے۔ یہ اور بات ہے۔ بڑا پے میں بھی پرستاروں کی کمی نہیں۔ اس سے خوش ہوا۔ کیسا فرق مرتبت یہ تو بے دالوں کی گرومی ہوئی اصطلاح ہے۔ اسیل مڑغ کی ایک ٹانگ! مجھے میرے چاہنے والے ویسا ہی پائین گئے۔ جیسا پھیلی صدی میں تھا

کچھ خبر بھی ہے ”حسن و عشق“ کی فتنہ گری جس نے کی تھی، وہ سایہ کی طرح ساتھ ہے اور دفتوحات، ”کاسلسلہ ہے کہ قائم ہے آپ کو پوچھتی ہے کہ کون بزرگ ہیں۔ کیا بتاؤں، بڑھی ہوئی دائرہ ہی کے ساتھ پیشی کے لائق نہیں رہے۔ اچھا میرے پرستان تک کب آئیے گا؟ آپ کی توفیق تو دیکھ لی۔ لیکن مجھے ۱۹ کے بعد اور بڑے دن سے پہلے ضرور بلائے۔ کہ ضابطہ کا سلام تو ہو جائے۔ بڑے صاحب کی زیارت کے بعد ذرا آپ کو تفصیل سے دیکھوں گا

مہدی

تسلیم۔ (۱) شکریہ (۲) خیال رکھوں گا (۳) آج الہ آباد لکھکر دریافت کرتا ہوں

نقاد ایک ہفتہ ہوا ملکیتا تھا چھبرائوین چھوٹا۔ چہرہ اسی بھیجتا ہوں کل ٹیگا اور فوراً روانہ خدمت ہوگا۔ ”محترمہ“ معنے ہو رہی ہیں دلگیر سے دریافت نہیں کیا کہ وہ بوڑھے غمزدہ کو اور پھیلاؤں گے افتتاحی مضمون پرائیڈ ٹیگر کی نوک جھونک دیکھے گا پردہ کے تار کچھ کچھ ٹوٹ چلے ہیں۔ ابھی پہلا نمبر ہے!

م۔ کیمپ گورنمنٹ گنج ۲۲۔ اپریل

”افسوس ہوا۔ کتابٹ واپس آئی!“

(برابر سے ایک آواز) ”آئی اس لئے واپس کی ہوگی کہ بڑے ہین بات نیچی نمونے

پائے۔ بس یہی خلوص تھا جس پر آپ اس قدر اتراتے رہتے ہین“

”خلوص ہین تو شک نہیں۔ لیکن مولویت کا کیا علاج ہے یہ سخت پچیدہ چیز ہے

م۔۔ کمپ گورسہائے گنج۔ ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۷ء

اکبر پور۔ ۲۔ نومبر ۱۹۱۷ء

پیارے دو نمونے بھیجتا ہوں۔ چکدہ سوئی کپڑے ہین جو فرخ آباد کے

چوک میں بڑی وکانون پر ملین گے۔ یاد آتا ہے۔ ۱۲ گز لمبے تھے

دونوں قسم کے ۴۔ ۴ گز لیکر پارسل میں بھیج دیجئے

احتیاطاً۔ ۸ گز کا مٹی ارڈر

اور سب بدستور

تعب ہے کانپور میں نہ مل سکے

مہدی

۱۔ مرحوم نے الیاس برائی کی قابل دید کتاب ”علم المعیشت“ بھیجی تھی۔ میں لکھ دیکھ کر واپس کر دی ضد ہضم
کس خیال سے بیگم صاحبہ کی اسی ترجمین ہے۔
مقبول

تسلیم کارڈ ملا ترقی پر مبارکباد متفقہ !
 ”پسلی پھڑک اٹھی نظر انتخاب کی“

غالباً آپ استقلالاً جاتے ہیں پیش رو کیا ہوئے ؟
 اچھا ہے پنشن سے پہلے کچھ گھوم گھام لیجئے۔ ساری عمر گھڑی پر گزری۔ ایک دم سے کہیں کا
 ہو رہنا بھی ٹھیک نہیں

م۔ اکبر پور۔ ۱۹۔ مارچ ۱۹۱۸ء

تحصیل اکبر پور۔ ۱۱۔ اپریل ۱۹۱۸ء

پیارے کارڈ ملا الہ آباد کی زندگی چاہتی ہے کہ بجائے چوتھے
 آسمان کے زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ مل جائے۔ اگر کوئی کھلا ہوا امکان مل گیا تو آپ کی
 موجودہ بے اطمینانیاں صرف عارضی ہیں
 کہئے۔ ”پیکر مثالی“ ”پیکر اصلی“ کے لئے کب جگہ خالی کرے گا یہاں مختلف خبریں ہیں
 آپ کے وطن سے ”دستگیر“ کے ساتھ دد ظالم، ”بھی رخصت ہوا۔ مگر اچھا لگیا۔ غالباً
 بیوی کے کھونٹے کا اثر ہوگا

نقاؤں میں آپ کی جلوہ گری بہت وقیع رہی مجھے تو اس کے سوا کچھ اور نظری نہیں آیا

اے میرے مضمون ”عجزن لیلی“ کی طرف اشارہ ہے جو سہ ماہی کے رسالہ نقاد میں شائع ہوا تھا مقبول

کم سے کم یہ سلسلہ جاری رکھئے

وطن میں اور یہاں طاعون کی وجہ سے بے اطمینان رہیں۔ شکریہ ابھی تک سب

محفوظ ہیں

کلیات خسرو کی ۲ جلدیں۔ علیگڑھ سے جڑی آب و تاب سے شائع ہوئیں

اور سب بدستور

۴۴

تحصیل اکبر پور۔ ۲۲۔ اپریل ۱۹۱۹ء

پیارے بھائی آپ کی عنایت آمیز یاد فرمائی کا شکریہ

کیون صاحب۔ معارف اور کاسٹ گڈائی۔ بس قدر دانی دیکھ لی اس کی بلند

نظری تو اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ”جام جم“ کو ظرف سفالین سے لائق ترجیح نہیں سمجھتا

سچ یہ ہے کہ معارف کا ادب پرچون کے ساتھ نام لینا اس کی توہین کرنا ہے جن مضامین

کو آپ بھرتی سمجھتے ہیں وہ اردو لٹریچر کی فتوحات ہیں۔ یعنی اس سے پہلے آپ کی زبان

میں یہ خیالات کبھی آوا نہیں ہوئے تھے۔ علمی پرچہ ہے۔ اسے ”دماغی ورزش“ کے لئے

رکھئے۔ دل بہلانے کے لئے بہتیرے ہیں جس میں نقاد بھی کسی سے کم نہیں۔ میں نے اسے

بہت ”آدمی“ بنانے کی کوشش کی۔ انتہا یہ ہے کہ شروع شروع مقاصد تک اپنے

قلم سے لکھے لیکن آؤنٹ کی کوئی کل سیر می نہیں مضمون نگاروں میں کچھ مادہ ہوا نہیں

پرچہ کو جو ہونا چاہئے تھا اس کے لحاظ سے کرتا گیا۔ لیکن غریب دلگیر کیا کرے
 ”شبلی سوسائٹی“ کے تحت میں آپ میرے تفصیلی خیالات معارف میں دیکھیں
 گے۔ آج کل طبیعت تو موزون نہیں لیکن فرمائش سے مجبور ہونا پڑا
 اور سب بدستور

کلیات خسرو کی جلد میں بڑی آب و تاب کے ساتھ علیگڑھ سے نکل رہی ہیں ہر
 جلد کے ساتھ عالمانہ مقدمہ ہوتا ہے۔ یہ یورپ کی تقلید ہے
 م

تسلیم کارڈ ملا، افسوس ہوا۔ کثرت کار کا اثر آپ کی صحت پر ہے
 رمضان میں اگر ”قصر“ جائز نہیں تو کچھ پی لیا کیجئے
 جوُن کے معارف میں ”شبلی سوسائٹی“ دیکھئے گا اور حیدر آبادی امرالکے پرچہ
 (ذخیرہ) میں ”معاصرانہ چشمک“ لیکن آپ کو فرصت کہاں؟ نقاد غالباً جہان سے
 آیا تھا پھر لوٹ گیا۔ قمر زامانی سبز قدم نکلیں
 اور سب بدستور
 م

تسلیم۔ مولانا کے شروانی کی نسبت آپ کا احتمال ذہنی صحیح نہیں۔ اُنکی شان اس سے بہت ارفع ہے۔ محرکاتِ مین میری تحریر کے سوا کچھ نہیں تھا۔ کبھی اُنکے خط کا اقتباس دلچسپ بھیجوں گا۔ ابوالخیر کا مخاطب صحیح طبقہ فرمانروا ہے بیشک دریدہ ذہنی لائق اعتراض ہے۔ لیکن حیدر آباد ہو یا بھوپال۔ ضرورتوں کا کافی احساس نہیں ”اونٹ کے منہ مین زیرہ“ سے کام نہیں چلتا

”نقاد“ لکیر بیٹھا جاتا ہے۔ جولائی کا ”خواب پریشان“ دیکھئے۔ فعلِ تانیث پر درہ داری نہیں چھوڑتا۔ یہ غالباً مشیتِ بعد از جنگ ہے! ضلع کا لٹریچر لکھ گیا تھا ”تحریرِ مسموم“ کو میری طرح آپ بھی نظر انداز کیجئے۔ جو صرف حرکتِ قلب بڑھائے گی

۱۳۔ ستمبر ۱۹۱۵ء

تحصیل اکبر پور ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء

برادرِ م کارڈ ملا مین نے اس خیال سے کہ تعطیل مین آپ وطن گئے ہونگے ایک مفصل تحریرِ دہان کے پتہ سے بھیجی تھی جس مین آپ کی وفاداری اور ایک رنگی جو شروع سے میرے معاملہ مین رہی سراہی گئی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ تحریر آپ کو نہیں ملی۔ آپ ابھی تک اچھے نہیں ہیں جس سے فی الجملہ غلش سی ہے۔ کچھ پی ڈالئے۔

فرخ آباد کے حوادث سے بہت افسوس ہوا مختلف صورتوں میں ہر طرف جنگی بخار نے پاؤں پھیلارکھے ہیں۔ میں بھی علی الرغم چار محفوظ نہ رہ سکا۔ اور ایک ہفتہ تک پلنگ پر پڑا رہا۔ عزیزان وطن کی خیر منانا رہتا ہوں کہ رفیق زندگی کے سوا۔ میری بقیہ دنیا میں ہے یہ معلوم نہیں ہوا۔ آپ کے پیش رو کا کیا حشر ہوا؟ اور آپ اس سلسلہ میں رہے ہیں؟
 قدم جمنے کی امید نہیں

کیا سٹربن ابھی ٹوٹینگے۔ آپ کی سررشتہ داری بھی صد خصمی رہی
 کہ ہر بادادش بود شوہرے!

کارڈ پھیکا تھا۔ کچھ ادھر ادھر کے تذکرے۔ ادبی چاشنی اور لکچسیوں کی کمی نہیں ہونی چاہئے۔ ابھی آپ بہت زندہ ہیں مولویت افسردگی کی مراد نہونے پائے۔
 سب اچھے ہیں اور یاد کرتے ہیں۔ ہنئے ”صد“ لکھا بیوی جان کتنی ہیں کہ عورتوں کا محاورہ ”ست خصمی“ ہے۔ تحقیق کیا ہے؟ خواہ مخواہ کسی کی طرف داری نہ کیجئے گا

کیمپ۔ ڈیراپور۔ ۱۸۔ جنوری ۱۹۱۵ء

پیارے بھائی مدت ہوئی میں آپ کی طرف سے کچھ غافل سارا اس دریاں میں آپ کے درعنایت نامے لے۔ اور آپ کی وفا کاری کا نقش جاتے رہے۔ یہ تو نہیں کہسکتا کہ مصروفیت اس کا باعث تھی۔ آپ اسے زندانہ تغافل سمجھئے۔ جو ایک حد تک

بیخودی کا مراد ہے

شکر ہے کہ میں مستقل ہو گیا۔ یعنی جن کانٹوں میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ خدانے ان سے بچھا
چھڑایا۔ اور ایک دفعہ پھر جہان تک خوش صفات رفیعہ زندگی کا تعلق ہے، گویا پھولوں کی

سیج پر ہوں

ڈیراپور کرسمس ویک میں بڑے لطف رہے نفیس پسند حاکم اور اُن کے ایک جرن
یورپ میں ہمانون کا کیمپ اس طرح آراستہ کیا گیا تھا کہ آپ دیکھتے تو یورپ کا ایک
ملک معلوم ہوتا۔ آرائش کے سلسلہ میں بعض مقامات پر مرمی سطح بنائی گئی تھی جس پر
موتیوں کے حرفوں میں موزون کتبے پیش کئے گئے تھے۔ سامنے فریج اور امریکن جہنڈے
تقاطع کے ساتھ اوپنچ میں برٹش پھریرا لہا رہا تھا۔ اُن کے سایہ میں "God save
the King" جلی حرفوں میں منتظم کے وفادارانہ جذبات کا اعلان کر رہا تھا۔ اور آگے
بڑھ کر ایک طرف (long line victorious Britannia) کا جاذب نظر
ہور رہا تھا

اس پر اصناف کچھجئے۔ ایک وسیع بچتہ تالاب کا منظر جس کے دو اطراف خیموں سے
گھرے ہوئے تھے۔ اور جس کے پانی کا متوج چمکتے ہوئے ساغر کو آنکھیں دکھارہا تھا۔ کٹسن
لایٹ کے بڑے بڑے ہنڈے۔ تالاب کی چو طرف سیر ہیون پر ہزار چراغوں کی روشنی ۲۵ کی
شب کو کیمپ بقیعہ نور بن گیا تھا سرخ روشن۔ قدم قدم پر جہنڈیاں۔ پورے کیمپ کا حصار
سفید گھڑوں سے آباد کی نمائش کا خاکہ تھا۔ جو چوتھی کی دامن کی طرح صبح ہو رہا تھا

خیر سب تو اضافی امور ہیں۔ میں اس تہذیب پر مٹا ہوا ہوں کہ صاحبِ عائد شدہ الزم (نقلِ خفیف) کا خیال بھی نہیں آنے دیتے۔ زور سے باتیں نہیں کرتے۔ یعنی کہیں سے نہ اہتمام، کو دخل نہیں ہوتا۔ صرف صاف گفتگو کرتے ہیں

بڑی تعطیلوں میں بڑی جہل پل رہی۔ بھائیِ افراغ صاحب آئے۔ بھتیجے آئے، لڑکیاں آئیں۔ احمد آیا۔ کیا بتاؤں ایک ہفتہ کس طرح گزرا ایک سال کے بعد کہن سے چھوٹا تھا جسے دیکھ کر خوشدلی کا جسمہ خوش ظرف میزبانہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو اکلا پھلا قصہ پیش نظر کر دیتے تھے جس سے وقت موجودہ سے افادہ کی تحریک اور بڑھ جاتی تھی لڑکیاں ابھی ہیں۔ ۴ صفحے ہو گئے۔ داستانِ مسرتِ فرختم نہیں ہوئی۔ ادبی رخ بھر دکھاؤں گا سختِ عدیمِ الفرستی میں بھی میثغلہ شرط زندگی ہے

مہدی

بدستور آپکا

کارڈ دیکھ کر افسردہ سا ہو گیا۔ اتنی مصروفیت کہ انسانیت باقی نہ ہے۔ کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ اس پر آپ کی معشوقانہ سوزِ مزاجی۔ جب دیکھئے دشمنوں کو کچھ نہ کچھ شکایت آتی ہے۔ مولوی تو بڑے کڑے دم اور چاق چوبند ہوتے ہیں۔ آپ نے قبل از وقت کیوں گردن ڈال دی

بیانِ سب بدستور

م۔ کیپ ڈیراپور۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء

کارڈ

تسلیم۔ فردری کے بعد پھر کوئی آواز نہ آئی۔ آپ کا پتہ غالباً آئے گئے
میں دورہ مین تھا۔

”نہ کھلی آنکھ مری ہائے رنج غفلت میری“

کئے ادھر آپ کیسے رہے؟ اور حالات کیا ہیں۔ وطن ساتھ ہے، یا پردیس میں؟
(نئی ترکیب ہے)

مین بدستور۔ اس درمیان مین بعض لاجواب تصنیفات ملین

م ڈیراپور۔ ۳۱۔ مارچ ۱۹۱۹ء

تحصیل ڈیراپور۔ ۲۷۔ جولائی ۱۹۱۹ء

برادر محترم کارڈ ملا اور مینے نہایت صدمے کے ساتھ یہ خبر دیکھی۔ کہ آپ کی
رفیق زندگی نے ترک رفاقت کی۔ اور آپ زندگی کے آخری حصے میں تنہا رہ گئے جب انکی
محبت کی بہت زیادہ ضرورت تھی

میری اور میرے خاندان کی متفقہ ہمدردی قبول فرمائے ”اور گزشتہ یاد“ سے دن
کاٹئے کہ اب قیامت تک اس کی تلافی ہو چکی۔ اپنا اپنا حصہ رسدی ہے۔ قانون قدرت
اس معاملہ میں کوئی اصول مقررہ نہیں رکھتا۔ آپ کی افسردگی کے خیال سے دل بیٹھا
جاتا ہے

خدا استقلال دے۔ سخت سے سخت صبر آزمائی کا موقع ہے

ہمدرد - ممدی

تحصیل ڈیراپور۔ ۱۴۔ ستمبر ۱۹۱۹ء

بھائی مقبول مدت سے کچھ خبر نہیں۔ مین بھی خاموش رہا۔ لیکن آپ کے دردِ دل کے احساس سے خالی نہیں۔ رفیقہ زندگی شراب کی طرح جتنی پُرانی ہو زیادہ باکیف ہوتی ہے۔ یہ وہ راز ہے جو ہوس پرستی کے شیدائیوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن مین اس کے اندازہ سے قاصر نہیں ہوں۔ کیونکہ اس زہر کی تلخی میرے حصہ میں آپ چکی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مین اسوقت مجروح ہو جب عمر کی دوپہر تھی۔ لیکن ڈاہتی چھانڈوں یعنی عمر کے کچھلے دور میں تو یہ سانحہ بالکل ناقابلِ تلافی ہوتا ہے۔ خاصکر ایک ایسی خوش صفات اور با وفا ہستی کی ابدی جدائی دراصل شوہر کی رُوحانی موت ہے۔ ان خیالات کے ساتھ مین کیا آپ کی تشفی کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ تو بہت دیندار اور پورے مولوی ہیں۔ حوادث کے لحاظ سے ”شیست ایزدی“ یاس کی مراد سہی لیکن ”د سرسلیم خم ہے جو مزاجِ یارین آئے“

کیا اس کے سو اکوئی اور چارہ کار ہے؟

اس کا صدر یہ ہے کہ آپ کی سیدھی سادھی زندگی مین جب قدرِ تحریک پُچھی اور موزونیت تھی۔ وہ فنا ہو گئی۔ اور جب رُوح زندگی ہی باقی نہ ہو۔ تو محض جی لینا صرٹ

کا ایک صیغہ ہے۔ یا یون سمجھے کہ بے غایتی کے لحاظ سے ایک فعل اضطراری ہے جہین ارانے
یعنی ذاتی خواہشات کو چندان دخل نہیں۔

افسوس۔ الہ آباد کی آب و ہوا شروع سے راس نہ آئی۔ آخر کیا فیصلہ کیا۔ ”نئے گمنگمٹ“
کا ذکر بیوفائی کی تلقین ہے۔ لیکن تلافی مافات نہ سہی۔ وقت گزاری تو ہو جائیگی۔ کمزورگی
کے لئے ایک سہارے کی ضرورت ہے۔ وہ بھی جب ”عصائے پیری“ کا دور ہو۔ میں آپ کے
خیالات ذرا تفصیل سے سننا چاہتا ہوں۔

ڈیراپور کی رونق وطن میں منتقل ہو گئی ہے۔ آجکل وحشت خیز تنہائی ہے اور میں
پانچ روز کے لئے ایک تقریب کے سلسلہ میں وطن میں بھی گیا تھا۔ افرارغ یاد کرتے تھے
اور سب بدستور آپکا ہمدرد۔ مہدی

تسلیم نقاد میں مضامین کیا لکھوں ”کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی
رہا“ اڈنٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ پہلے ایک ”خانگی“ ہم پر پوچھائی گئی تھی۔ اب
ڈنکے کی چوٹ ایک ”سراے والی“ پیش کی گئی ہے۔ یعنی ”دزمانی“ کی جگہ ایک شگفتہ
”دکلی“ نے بی شاہ صاحب ”تصوف“ کے دلدادہ لغزش مستانہ سہارا ڈھونڈتی ہے
موقع ملا اور پھسلے

ایک مصیبت یہ ہے۔ کہ جب سے مجھے ”دارالمصنفین“ کی ملکیت کا اعزاز حاصل

ہوا ہے۔ تحریر تو خیر میرا خیال بھی ”کاپی رائٹ“ ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی یاد کرتے رہے

م۔ ڈیرا۔ ۳۱۔ ستمبر ۱۹۱۹ء

تحصیل ڈیرا پور۔ پہلی نومبر ۱۹۱۹ء

بھائی صاحب۔ ڈیرہ خطے۔ اس کا افسوس رہا کہ آپ موسمی اثر سے محفوظ نہ

رہے خیر انداد نہ ہی۔ رفع مرض بھی شکر گذاری کے لائق ہے۔

آپ کا اصلی علاج تو جیسا بار بار لکھ چکا ہوں وہی ہے جسکی مختلف صورتیں خیال میں

آئیں۔ لیکن لائق عمل صرف ایک ہی ہے جسکی طرف پنے آپکے بھائی صاحب

قبلہ کو متوجہ کیا ہے۔ رہے چودہری صاحب اُن کو اپنے بالوں میں میٹھے تیل کی ”عطریت“

سے فرصت ہو۔ تو کسی اور کے کام آئیں۔ ”کنے کو آندھی کرنے کو خاک“ میں تو اُن کے خلوص

کا اُس وقت قائل ہوں گا جب آپ کے لئے یہ کم سے کم اس کے مصداق ہوں

”عجبہ چون پیر شو دیشہ کند لالی“

اس ہفتہ میں لکھنؤ سے ایک نفیس ہفتہ وار (حقیقت) آیا۔ پس پردہ لائق ماجد کا ہاتھ

ہے۔ اس لئے ظاہری اوصاف کے سوا معنوی حیثیت سے بھی ملک کی روایات یعنی بازاری

مطبوعات سے سطح فایقہ پر ہو گا

پچھلے مہینہ میں تذکرہ ابوالکلام کی پہلی جلد ہدیہ آئی

”دعویٰ جمیل و لباس حریر“

بڑے اہتمام سے چھاپی گئی ہے۔ فوٹو بھی ہے۔ ”سینے سے لگاتے تری تصویر پیشہ“ اپنی مالتصویر

سے گھبراتا تو نہیں لیکن جدت کے لئے ادبی مشاغل سے بھی اُلجھتا رہتا ہوں کہ فطرت آراہون
میں تازگی پیدا ہوتی رہے

خدا کرے آپ کی بقیہ زندگی جلد فسانہ کارنگ اختیار کرے کہ یہ ایک ضرورت ہے جس سے
جیتے جی قطع نظر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میرا فلسفہ تو یہ ہے کہ زندگی صرف اسی کا نام ہے
بدستور۔ آپ کا مہدی

کیکپ۔ ڈیراپور۔ ۱۶ مارچ ۱۹۳۶ء

برادر محترم یاد نہیں آتا میں نے آپ کو کہاں چھوڑا؟ لیکن یہ نہ سمجھئے گا۔ میں اس
درمیان میں آپ کے خیال سے کبھی علیحدہ رہ سکا

سالانہ ریمارک کے بعد زمین بدلی آسمان بدلا۔ یہاں تک کہ کل تیسرے نئے آقا کے ضلع
سے مل کر آیا ہوں۔ کائنات میں ایجابی قوتوں کے ساتھ سلبی عناصر بھی وقف کار رہتے ہیں
یعنی رد عمل جاری رہتا ہے جس تفصیل کی نسبت بے ضرورت یہ اضافی ریمارک کیا گیا تھا
کہ وہ وصولی کے لحاظ سے پچھڑی رہی۔ اس دفعہ ضلع میں سب سے اول ہے۔ مگر یہ جزئیات
اس لائق نہیں کہ ان کو آپ کے خط میں نمایاں جگہ دی جاوے۔ یہ تذکرہ بھی آپ کے طینان
کے لئے آگیا۔ یعنی جہاں تک اغیار کے غیر مخلصانہ جذبات کا تعلق ہے۔ ہر طرح محفوظ ہوں
عالم اسلامی اس قدر تاریک ہو رہا ہے کہ یقین کیجئے کسی کی خوشی ناخوشی کا احساس
ہی نہیں رہا۔ مہین کی سی منظراری حرکت ہے جو فرائض منصبی کی حیثیت سے جاری ہے

پسند آئے نہ آئے۔ اتنی فرصت اور دماغ نہیں کہ اس نکتہ پر فکر آرائی مزید در دسری بڑھائے
کچھ صیغہ کی بنائے۔ اس کا کیا انتظام ہو رہا ہے

”نہیند اُس کی ہے دماغ اسکا ہے راتیں اُگی ہیں

جکے بازو پر تری رضین پریشان ہو گئیں“

سنا ایسٹر مین آپ نیا نقشہ جانے والے ہیں۔ کیا صحیح ہے؟

دو فتر کے اُجھاؤ کے بعد آپ کچھ وقت پڑھنے کے لئے نکال لیتے ہیں؟ مالک متحدہ مین
نئی قسم کا تحصیلدار ہوں کہ ”کاغذات پٹواری“ کے ساتھ ساتھ شریف تر لڑکچہ کا شغلہ کبھی
ساقط نہیں ہونے پاتا۔ لیکن ”سامنا ہے آفتاب عشق سے“۔ مست و بیخود ہوں شراب
عشق سے، یعنی اخلاقی محویت کے بعد ادبی مصروفیت کا نمبر ہے۔

روزانہ ڈاک مین جانے کیا کیا ہوتا ہے

کبھی کبھی آپ بیباختہ یاد آ جاتے ہیں

کیا آپ کانپور کی رونق بڑھانے والے ہیں یا تھے؟

اور سب خیریت

تحصیل ڈیراپور۔ ۱۸۔ مئی ۱۹۴۶ء

پیارے بھائی۔ عنایت نامہ مل گیا تھا۔ جسے دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ مین سمجھتا تھا

پہلی سی دھپسی اور وفاداری نہ سہی۔ وقت گزاری کا سامان تو کچھ ہو ہی جائیگا۔ بات یہ

ہے جب دل میں اُسنگ نہیں ہوتی تو کچھ کرتے دہرتے بن نہیں پڑتی۔ اور غیر ارادی طور پر معاملہ ملتا جاتا ہے۔ خدا ہی ہے جو گئی زندگی واپس آ سکے۔

عبد الحفیظ صاحب کی یاد فرمائی وظیفہ لب ر *sewice* (منہ) سے آگے نہیں بڑھتی۔ مین ان کی ٹوٹی مین کبھی مقبول نہیں رہا۔ تاہم غنیمت ہے کہ بھوئے نہیں۔ کیون صاحب تنخواہ کے اضافہ کا کچھ دنوں بہت غل شور رہا۔ اب کمین سے آواز نہیں آتی کیا ہو رہا ہے۔ نئی سول سٹ میں معلوم نہیں میرا نمبر کیا ہے۔ اور پرانے اکیل کے مطابق -/175 کی نوبت کب تک آئے گی۔ بہر حال -/250 نہ سہی -/250 تو ہو ہی جائیں گے۔ سنتا ہوں مستقلی کا ابتدائی درجہ یہی ہے آپ گورنمنٹ کے میکہ مین رہتے ہیں۔ (سسرال لکھتو ہے) اور غالباً وہیں جدید اسکیم دوڑتے کو مین ہے۔ کچھ بتائیے دو کمکشان“ کی برادری مین ”شباب اردو“ ایک نئے رسالے کا اضافہ ہوا

دارالمصنفین سے ایک نہایت اچھی کتاب رُوح الاجتماع، شائع ہوئی

ڑکی کا فیصلہ قسمت جو ہوتا تھا ہو گیا۔ اب مسلمان جو کر رہے ہیں وہ صرف قوت کا اتلاف بیجا ہے یعنی نتیجہ کچھ نہیں۔ سُرخِ اُسوقت لائق لحاظ ہوتی ہے جب کوئی آنکھیں دیکھنے والا بھی ہو۔ آج جس کے نگاہ مین تمام دُنیا حرف غلط ہو۔ وہ کسی مٹی ہوئی اور مٹنے والی قوم کے جذبات کی کیا پروا کر سکتا ہے۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تاریخ دُہراتی ہے۔ اور یہ اپنے ہی افعال کی پاداش ہے

کارڈ

تسلیم۔ آپ کے پڑوس میں میرا ایک پڑانا رفیق (بینی درزی) رہتا ہے
ایک ریشمی ٹکڑا اور دو ریشمی کوٹ لڑکون کے سینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ پارس تو اس کو مل گیا۔
لیکن کپڑے طیار ہو کر نہ آئے

آپ کے بھتیجے کا تقاضا ہے کہ سر رشتہ دار چچا کو لکھ دیجئے۔ میں جانتا ہوں آپ کی لطافت
یہ بار نہ اٹھا سکے گی لیکن درخواست کی تقریب کئے دیتا ہوں م

ڈیراپور۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۲ء

تسلیم میں بھی کتنا قاصر القلم ہوں۔ آپ کے عنایت نامے ملتے رہے لیکن
جواب میں صرف خاموشی۔ بچوں کے کپڑے وقت پر ملے۔ بینی رفیق سابق اور آپ کا
متفقہ شکریہ

افسوس ہوا حفیظ صاحب نے رفیقہ زندگی کھوئی۔ چھوٹے بچے۔ اب دادی جان
پالیں گی۔ نہایت تکلیف دہ فرض ہے

نقاد مرحوم کی جگہ کہکشان نے لی۔ چراغ سے چراغ جلتا چلا آیا ہے۔ دلگیر مفقود بچہ
صرف معارف پر گذر کیجئے

احرام جدید کا کیا حال ہے؟ اور سب خیریت۔ م۔ ڈیراپور۔ ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء

تسلیم۔ سب سے پہلے موقع پر جب آپ نے کانپور کی رونق بڑھائی بین صبح کی ٹرین میں پہنچا۔ لیکن آپ اگلی شام کو دفعتاً واپس ہو چکے تھے۔ بہت مایوسی ہوئی کارڈ کی پہلی سطر کا مطلب صاف نہیں تھا۔ شراب لطیف دو آتشہ۔ سہ آتشہ ہوتی ہوئی۔ ایک شاہنہروں کے درجہ کو پہنچی لیکن مقبول بھی ہوئی یا نہیں تحقیقی جواب چاہتا ہوں۔

عزیزی احمد وطن میں ہے۔ نتیجہ کا انتظار ہے۔ علیگڑھ کے لئے طیارہ بیٹھا ہے۔ اور سب بدستور۔ انجمن اردو کا معرکتہ الآراسہ ماہی رسالہ در اُردو، آپ نے دیکھا؟

م۔ ڈیرا پور۔ ۱۲ جون ۱۹۲۱ء

تحصیل ڈیرا پور۔ ۸ اگست ۱۹۲۱ء

بھائی صاحب۔ خط ملا۔ آدم دھو کے جس قمیص کو آپ نے یاد دلایا ہے اسکی نوعیت تو یہ تھی۔

رہا تو مہینے کا بار گران۔ اس میں تو صرف گنہگار محبت یعنی حوّا کا حصہ تھا۔ اگر تشریف حاضرہ رجالیہ کے خیالات کے مطابق آدم کی مرضی کے مطابق رہا۔ تو یہ جنس لطیف کی دوسری شکست ہوئی۔ جس پر آپ ناز کر سکتے ہیں۔ لیکن میں تو اس کو چے میں اُس کی فتوحات چاہتا ہوں جو دنیا میں بازی ہارنے کے لئے نہیں آئی۔ فطرت کی یہ بھی ایک عشوہ گری ہے۔ بہر حال متفقہ کوشش کے کامیاب نتیجے پر دلی مبارکباد!

نذیر احمد کی کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مولویوں کی بیویاں اُن سے بہت خوش رہتی ہیں۔ سرسری نظروں سے دیکھا کہ نہ پہونچا سکی جو لکھنے والے کا نقطہ مقصود تھا۔ مجھ کو تعجب تھا۔ میرا ان شعب کی سی سپاٹ زندگی میں حسین جدت کا نام نہ ہو، سامانِ دُپسی ہی کیا ہو ہو سکتا ہے۔ لیکن اب سمجھ میں آیا فطرت کا تباس مولوی رواجی پاکیزہ دُشی سے کم سے کم اس لائق ہوتا ہے کہ..... یہ وہ نشاطِ کار

ہے جس کے لحاظ سے بڑے بڑے رنگیلے مولویوں کی گرد کو بھی ہمیں پہونچ سکتے
آپ میرے ساتھ نہ چل سکیں گے۔ اس لئے نازک خیالیان چھوڑتا ہوں
اُردو نمبر ۲ کا انتظار ہی رہا۔ لائقِ بخوری کے مضمون میں سوا اس کے اور کوئی
خوبی نہیں کہ مرحوم کا ہے۔ شاعری کی تنقید ایک خاص طرح کی لطافت چاہتی ہے ایک
ہی بات اگر یہ پھیر کر کہی جائے تو خوش بیانی اور بھی ناگہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ شخص
کا حصہ نہیں

دارالمصنفین اگر سیاسیات بے غایت کے پیچھے اپنا ادبی وقار کھو بیٹھا تو یہ بھی مسلمانوں
کے حصے کی ایک ٹھوکر ہوگی۔ جب تک کچھ اور نہ ہاتھ آئے۔ انقلابِ الامم اور روحِ الاجتماع
کے ساتھ سلسلہ برکھ کی تینوں کتابوں کو پیش نظر رکھئے۔ میں تو بے دے کربا دُش بخیرِ عبادی
اور ماجر پر گزر کر لیتا ہوں کہ انکا سلیقہ تحریر شبلی کے بعد میری اشک شونی کرتا رہتا ہے۔
جب کوئی نئی تصنیف نکلائی نہیں ملتی تو شعرِ مجسم کا چوتھا اور پانچواں حصہ (جسے میں سلسلہ
کی مکمل جلدوں سے علیحدہ بھی مجلد کر لیا ہے اور جس میں شاعری اور اُضافِ شاعری پر

پانسو صفحے میں تنقید عالیہ کا حق ادا کیا گیا ہے۔ اُٹھا کر ایک نظر دیکھ لیتا ہوں۔ اور
تھوڑی دیر کے لئے میری فضائے دماغی ایک جداگانہ عالم پیدا کر لیتی ہے
انجمن ترقی سے ایک اہم تالیف یعنی مولوی وحید الدین سلیم کی وضع اصطلاحات
ہاتھ آئی قیمت ۱۰۹ جب وقت ملا کہیں سے دو چار صفحے دیکھ لئے جس صفحے کو دیکھنے نظر کی
پھانس کا سامان موجود بہت تحقیق و کاوش سے لکھی گئی ہے۔ تاہم شوخی قلم کیلئے حرج گیری
کی کافی گنجائش ہے لیکن لکھے کون اور کس کے لئے؟

حضرت اکبر اور راجہ کے ساتھ آپ کی بزم آرائی۔ لائق رشک ہے کبھی ان صحبتوں میں
جیتا تھا۔ فضائے دہر گئی۔ مدت سے گولر کا بھنگا ہو رہا ہوں۔ موسم کے چڑھاؤ اتارنے
اس دفعہ کچھ زیادہ ستایا۔ شب کو تنفس سے کچھ تکلیف رہی
اور سب بدستور

مہدی

تسلیم۔ کارڈ ملا۔ بہت صدمہ ہوا کہ نئی روح نے ترک رفاقت کی۔ خدا
اُس کی مان کو محفوظ رکھے

میں دو مہینے کی رعایتی رخصت پر وطن جا رہا ہوں۔ ڈیراپور سے موسمی اثر سے
مغلوب ہو کر دو تین روز کے لئے کانپور آیا اور زیر علاج ہوں۔ کل یا پرسون واپس پہنکا

احمد ساتھ ہیں یہ انہیں سے لکھوا کر بھیجتا ہوں
حاضر الوقت احمد کی طرف سے مُودبانہ تسلیم

کامپور - ۳۰ اگست ۱۹۲۱ء

د۔ کالج دار ڈمیڈیکل کالج لکھنؤ۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۱ء

برادرِ مہربان
ستمبر میں دفعتاً علیل ہوا۔ اور چونکہ رعایتی رخصت کا حق حاصل تھا۔ ڈیرا پور سے وطن یعنی گورکھپور آیا۔ یہاں باقاعدہ علاج ہوتا رہا۔ لیکن حالت نہ سنبھلی اور نازک سے نازک تر ہو گئی۔ تمام اعضاء رئیس یعنی دل پھیپھے گردے اور جگر نے اپنے مخصوص افعال چھوڑ دیئے۔ آقاؤں کا زیادہ تر بار زیادہ تر خادم یعنی جگر پر پڑا عزیزان وطن لکھنؤ لائے۔ اور یہاں سب سے بڑی علما جی اکیڈمی کے رئیس الاطباء یعنی ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے۔ پہلے صحت کی طرف سے قریب قریب مایوسی تھی۔ اب حالت امید فرما سکتی جاتی ہے

اسے بھی میرے غرور کی شکست سمجھے۔ میں سمجھتا تھا کہ ایک باقاعدہ زندگی جو کم و بیش میں پچیس برس تک کسی قابل ذکر بیماری سے محفوظ رہی ہو۔ یوں ہی گذر جائیگی لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی۔ خدا کرے یہ آخری سبق ہو

پلنگ سے پاؤں اتارنے کا حکم نہیں۔ لکھنے کا نہایت شائق تھا۔ لیکن قلم کا استعمال تاخیر۔ فکر و خیال کا بھی حکم نہیں۔ یہ چند سطرین لکھوا کر بھیجتا ہوں

پار سال ایک اونی کپڑا شاہناہ کے سوٹ کے لئے مینی درزی کو بھیجا گیا تھا اس وقت تک اس نے سی کر نہیں بھیجا مینی کو تین خط بھیجے گئے کہ وضع قطع کے ساتھ پھلی ناپ بھی بدل گئی ہے اس لئے کپڑا بھیج دو۔ دوسرا جاڑہ سر پر آگیا۔ تین چالیس روپیہ پھر صرف کرنے کو جی نہیں چاہتا خاص کر جب لکھنؤ میں زیر علاج ہوں مین آپ کو قسم کی تکلیف دینا پسند نہیں کرتا ہوں لیکن آپ کی بھانج کو اصرار ہے کہ جس طرح ممکن ہو مینی سے کپڑے کریرنگ پارسل کے ذریعہ سے بھیج دیجئے تاکہ محفوظ لجاوے مینی اب بھی ٹالے گا اور اصرار کرے گا کہ سی کر بھیج دوں گا لیکن بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ اس کو اس فعل سے باز رکھیں گے اور اپنے ارولی سے پارسل بنوا کر بھیج دیں گے آپ کو یہ لکھنا بھول گیا کہ مجھے چار مہینے کی رعایتی رخصت کا حق تھا جس میں دو مہینے کی پہلی اور دو کی اب بڑھائی امید ہے آپ معہ خاندان بخیریت ہوں گے

آپ کا بھائی مہدی

خان بہادر ناصر علی مرحوم کے نام

میرے پیارے جناب ڈیڑھ خط لے اب تو آپ کے عنایت ناموں کی کچھ
چاٹ سی لگ گئی ہے بار بار پڑھتا ہوں اور سیری نہیں ہوتی۔ جی چاہتا ہے یہ کثرت سے
میرے پاس ہوتے کیونکہ آپ سے بہت دور! کبھی نہ کبھی یہ مجھے مانگے جائیں گے
» دائرہ ادبیہ، پیچھتا ہوں۔ میری طرف سے عید کا ایک ناچیز یہ ہے۔ اپنے قبول
فرمایا تو میری عزت افزائی ہوگی۔ برہم کا نوٹ بہت ہی پھڑکتا ہوا ہے۔ آپ پر بھی ایک
نقرہ ہو گیا ہے

تعریف سے خوش ہونا انسانی کمزوری ہے جسے اگلے حاققت سمجھتے تھے لیکن سچا
اعتراف میرے خیال میں ادبی ترقی کو ابھارتا ہے اس لئے خوش ہوں کہ آپ کے
سلسلہ میں میری بات بھی نی ہوئی ہے۔ » مقیاس الشباب « کی آپ کو داد دینی ہوگی
نور جہان کے ذکر کے ساتھ کیونکہ ملکن تھا کہ

اس کا خیال نہ آتا جسے مغربی شعراء » بہترین عطیہ فطرت « کہتے ہیں۔ میں نے اس موقع پر
»وفینہ حسن« کے لئے »مقیاس الشباب« لکھا ہے اور یہ خاص میری گھڑت ہے

آپ دیکھیں گے منانت میں کقدر شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور گویہ نہیں کہہ سکتا کہ اس ترکیب پر مجھے ناز ہے تاہم لذت احساس سفارشی ہے کہ ابھی سوچی، آپ کی کیا رائے ہے؟ کہیں اس سویرے مذاق خاص کی غمازی تو نہیں ہوتی۔ میں آپ کی نگاہ میں ذرا ثقہ رہنا چاہتا ہوں

بان جناب یہ بالکل صحیح ہے کہ آپ ”خود کوزہ و خود کوزہ گرد و خود گل کوزہ“ کے مصداق ہو رہے ہیں، لکھنا لکھنا آپ کے لئے اتنا مشکل نہیں جسقدر اشاعت کی غیر ضروری درد سری جس کے لئے آپ کسی طرح موزون نہیں لیکن کیا کیجئے گا۔ آپ کی قوم کو لڑ پیچر سے بالکل لگاؤ نہیں۔ نہ آئندہ کچھ امید ہے۔ بیس برس پہلے اپنے فرمایا تھا کہ ”جو آگ برت کے فکڑوں پر سلگائی جائے وہ جل چکی“ آج تک اس فقرے کی آواز باز گشت میرے قانون میں گونج رہی ہے، لٹری مذاق کی حیثیت سے ہم بڑھے نہیں بلکہ کچھ اوڑھ بیچے ہٹ گئے، ہین بہر حال اسباب ترغیب میں سو اس کے کچھ نہیں کہ جو کچھ کیجئے اپنے نفس کی رعایت سے یعنی صرف اس لئے اس مسئلہ کو جاری رکھئے کہ جیتے جی کا سودا ہے۔ پھر آپ کہاں اور یہ بزم آرائی خیال کہاں؟

دو چار برس اس رفتار سے بھی اگر آپ چلتے رہے تو اے عام کے ہاتھوں لپچر کو کچھ نہ کچھ مل ہی رہے گا۔ پچھلا سراپہ تو خدا نخواستہ برباد ہی ہو چکا

لیکن میں نے یہ ”فلسفہ مایوسی“ یعنی بے وقت کی شنائی کیوں چھیڑی ہے؟ اب بھی وقت ہے اور بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ذرا دل پر رکھ لینے کی بات ہے۔ پھر دیکھئے گا

آپ کی ”تنقیدات عالیہ“ ربانی کری ٹی نیرم اردو لٹریچر کی فتوحات کو آگے چل کر یاد دلانے کی اور میں نہیں میرے بعد ”افاداتِ نصری“ پر نہایت قابلیت سے کوئی ریویو کر رہا ہوگا
 مصری لٹریچر سے بہت مانوس ہوں اس لئے بعض وقت اچھی سوچتی ہے ”ہائی کری ٹی نیرم“ کا نباہ کتنا اچھا ہو گیا۔ خدا کرے آپ کو پسند آجائے
 ہمیشہ آپ کا مہدی

الہ آباد

پیارے جناب مفصل یاد فرمائی کا شکریہ سب جمل کے عوائدِ رسمہ (ایٹی کیٹ) کے لحاظ سے شام یون بھی ایک ضروری چیز ہے یعنی جس طرح گنوار سمجھتے ہیں ”مُحْسَن دِن کا خاتمہ“ نہیں ہے بلکہ وضعِ اِصلقون میں اس سے ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے لیکن میری پرسون کی شام اس لئے قیمتی تھی کہ ”ہاتف“ ڈاک صلائے عام کے پچھلے نمبروں کا پیکٹ لایا۔ کیا بتاؤں کتنی خوشی ہوئی میں شب کو معمولاً پانیر پڑھتا ہوں یہی فرصت کا وقت ہوتا ہے۔ لیکن قسم لیجئے جو اسے چھو ابھی ہو ایک نشست میں سارے پرچے ختم کئے لیکن مضامین غیر چھوڑنا گیا

بس یہ قطع تھی جیسے کسی بھوکے فاقہ مست کو سادے خشک کی جگہ خوش ذائقہ بریانی لمجائے اور وہ کھائے نہیں بلکہ ایک دم سے بنگلہ شروع کر دے یا رمضان کی رعایت سے یوں سمجھئے کہ سحری نہیں کھائی اس لئے افطار پر ٹوٹ پڑے اب جُنگالی کی ٹھہرے گی

یعنی جب زیادہ باکیف ہوں گا آپ کے افکار تازہ پھر آنکھوں میں جگہ پائیں گے
اور باقسط دھرتا رہوں گا

میں کو ایک حد تک کھپڑ گیا تھا جس کا افسوس ہے تاہم اس حیثیت سے
خوش نصیب ہوں کہ آپ کے اجزائے غیر فانی کا اتنا بڑا مجموعہ ایک وقت میں ہاتھ آیا
جس کے لئے میرا دلی شکریہ قبول فرمائیے

آپ سیری عمر دریافت کرتے ہیں۔ بس یہی ۳۶-۳۷ ہوگی۔ یعنی آپ جس وادی کے
صدر نشین ہیں۔ اُس کے حاشیہ تک پہنچ گیا ہوں

ایک زمانہ تھا جب تیرھویں صدی کو استغاثہ دتا دیکھتا تھا۔ یا اب خیر سے اتنا ہو گیا
کہ آپ نے مضمون کی فرمائش سے میری حوصلہ افزائی فرمائی لیکن سچ پوچھئے تو دن وہی
تھے جو گذر گئے یاد ایام رہ گئے

میں جس قدر آپ کے دل و دماغ کے نتائج دیکھتا ہوں یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے
کہ آپ کے مقابلہ میں لائق سے لائق لکھنے والے کی مٹی خراب ہے۔ دوسرے پرچون میں
تخمر غیر کا چھوٹا پرین اتنا آج اگر نہیں ہوتا جتنا آپ کے ہاں۔ اس لئے مجھے اگر حیرت کا منظر
ہے تو اس کی صورت صرف یہ ہوگی

کام اُنکا تھا نام میرا تھا

یعنی لکھنے اور میری طرف سے لکھنے بہر حال تعمیل ارشاد میں عذر نہیں۔ دائرہ ادبیہ اگلے
ہفتہ میں شائع ہو جائے گا اور مجھے یقینی ہے کہ اکتوبر کے صلائے عام کی تکمیل سے پہلے آپ کی

نظرے گزر جاتا تو اچھا تھا

بے طرح جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں لیکن قوت صرف ہو چکی ہے اور بیچ پوچھے تو میرا صنوع
سُن صرف آپکا لٹریچر ہے۔ میری دانستگی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اسپرستم ظرفی یہ ہے کہ چاہتا
ہوں میری طرح اور بھی دیوانے ہوں

تعجب ہے کہ اس گھر خلوص کے ساتھ میں آج تک آپ کی خدمت میں بارہ آپکا
لیکن لٹریچر ہی تعلق بھی ایک چیز ہے آپ کے عنایت نامہ سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسے مدت کے
بچھڑے جن میں نہایت گاڑھا اتحاد رہا ہوا اب ملے ہوں

اس سے مایوسی ہوئی کہ آپ تیرھویں صدی کے پرچے مجھے مانگتے ہیں میرے پاس
صرف متفرق پرچے ہیں جن کو نہایت خوشی سے بھیجوں گا۔ لیکن میں یہ اُمید کرتا تھا کہ آپ
کے لائبریری میں مکمل جلدیں ہونگی مع شے زائد یعنی متفرق طور پر آپ نے جو کچھ لکھا
لکھایا ہے۔ وہ بھی کہیں نہ کہیں ہوگا براہ مہربانی جہاں جہاں سے کہوئے ہوئے اجزاء
اسکین پتہ لگائیے مجھے یہ نقصان کسی طرح گوارہ نہیں اگر اخبار کو لکھئے۔ دوست
اشناؤن کو ابھاریئے۔ پرانی رفاقتیں کچھ تو کام آئیں

پھر دیکھئے گا کس آب و تاب سے آپ کے فلسفہ ادب یعنی اُردو ادبِ عالمیہ (کلاسیک)
کو دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں

اوصاف (کوالٹی) کے لحاظ سے تو آپ کے لٹریچر کا مرتبہ اتنا بڑا ہوا ہے کہ بقول ریا سن
کوئی اُس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا لیکن مجھے مقدار (کوانٹٹی) یعنی حجم بڑھانے کی فکر ہے

کم سے کم ۵-۶ سو صفحے تو ہو جائیں موقوف کتاب سے مجھے نفرت سی ہے جو شروع کرنے سے پہلے ختم ہو جائے میں چاہتا ہوں مجموعہ اتنا باکیف تو ہو کہ سرور کے ساتھ ہفتوں اور مہینوں خار رہے

اچکو لکھنے بیٹھتا ہوں تو خط آرٹیکل ہو جاتا ہے پھر بھی میری تسکین نہیں ہوتی لیکن اچکی درد سری کا خیال ہے

آپکا مہدی

الآباد۔

پیارے جناب میں ادھر ہفتہ عشرہ آپ کی طرف سے کچھ غافل سا رہا لیکن اسکی وجہ نہایت دلچسپ ہے۔ آپ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ دنیا میں کسی کو چاہنا غضب ہے لیکن اس سے زیادہ قیامت یہ ہے کہ کمین سے آواز آئے کہ ”تو مجھ پر مڑتا ہے تو میں بھی تجھ پر جان دیتی ہوں“

پہلے پہل آنکھیں کھولیں مدت ہوئی ایک رفیق زندگی مل گیا تھا تو خواب طفلی و آرزوے شباب پہلو میں تھی زندگی کا بہترین حصہ اس کی پرستش میں گذرا۔ لیکن اس نے ترک رفاقت کی آج تک داغ دل میں موجود ہے

یہ سینے میں تازہ نگانی رہے گا

تراداغ دل میں نشانی رہے گا

دنیا سے طبیعت بیزار ہو گئی قصد کر لیا پھر کبھی عقد نہ کروں گا کئی برس یوں ہی گزرے اپنے ڈھب کی چیز ملتی نظر نہ آئی جیسی چاہتا تھا وہ بس کی چیز نہیں تھی خدا خدا کر کے ایک جیتی جاگتی رہ رہ شب ہاتھ آئی اور آج اس لائق ہو گیا کہ آپ کو اپنے احرام جدید کی خبر دینے بیٹھا ہوں۔ میں بعض صورتوں میں کسی حد تک مغریت پسند کرتا ہوں یہی تھوڑی سی آزادی لیکن مصیبت یہ ہے کہ تعزیر خاندانی کے ساتھ گھٹاؤ کی کوئی حد نہیں۔ اور ہمارے ہاں اس قسم کے احرام اندھیرے کا نشانہ ہیں جس سے مجھ کو طبعی نفرت ہے لیکن شکر ہے کہ اندھیرے میں دفعتاً کبلی چمکی اور وہ گوہر شب چراغ مل گیا جس کی تلاش تھی۔ عورت اتنی تو ہو جسے آپ مجھ شاعری کہہ سکیں۔ جسکی دلکش آواز کا نون میں موسیقی کا مزہ دے جو اپنی لطافت و نراکت کے لحاظ سے شائستگی کا انتہائی نمونہ ہو

نفاست چاہتی ہے جس سیرت کے ساتھ صورت کی بھی اچھی سے اچھی ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ ہندوستان میں گوری چڑی عذرا اور زہرا کی جگہ سائولی کریم اور نصیب پیدا ہونے لگیں۔ اور جس صبح کی جگہ ایک طرح کا نمک ایجاد کیا گیا لیکن جس طرح میں دُوم درجہ کی کوئی چیز پسند نہیں کرتا یہاں بھی یہ معیار قائم رہا۔ آئندہ ہفتہ میں میرے پاس آجائیں گی۔ اور آپ انشاء اللہ اس کی جلوہ گری کے آثار صلائے عام کے صفحوں پر پردے پردے میں دیکھیں گے

دائرۂ ادیبہ آپ کی نظر سے گزرا اور پسند آیا یہ میری اُتیج کا بہترین صلہ تھا جو آپ سے زبردست انشا پر داز کے ہاتھوں مل سکتا تھا آپ لکھتے ہیں

”کھلی چھٹی نے مار ڈالا جس کام کے لئے نیچر جلدی کر رہی ہے۔ تم اپنے ذمہ اس کا عذاب نہ لو میں تم سے جیت نہیں سکتا تم نے اپنے مضمون میں جوانی کا زور دکھایا ہے کیا بتاؤں ان فقروں نے مجھ پر کیا ستم ڈبایا دل کی لگی بڑی ہوتی ہے“

میری چٹھی تو آپ کے ذہن میں شور مچا رہی ہے مگر میرے ضبط کو دیکھئے ۵ برس سے بھرا بیٹھا تھا

آپ خطابی الفاظ (القاب) کو اپنے احساس (Feeling) کا دستہ بنانا چاہتے ہیں ”کس قدر پر زور جدت خیال ہے آپ کا یہ فقرہ ریویو کے لئے مستقل عنوان چاہتا ہے اور میں لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے جسے جسے داد دیتا رہوں گا

اکتوبر کا ”صلائے عام“ عروس جمیل و لباس حریر لا جواب بکھلا صنت گری ہوئی آرٹ کا اچھا خاصہ مرقع ہے جو بیان اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا اکثر جگہ آپ کی نزاکت خیال میری آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکی لیکن دل کا درد نہ گیا خدا جانے کیا بات ہے۔ آپ کی تحریر سے دل کو چوٹ لگتی ہے جیسے مجھ پر گزری ہوئی کوئی پتہ پتہ کی کہہ رہا ہو۔ آپ لکھتے نہیں۔ دونوں ہاتھوں سے کلینچ کر لیتے ہیں یہ محاورہ غلط ہو تو خیر نہیں بخود ہی میں ادا لے خیال کر دیتا ہے)

جتنے مقام خاص تھے ایک ایک کو یاد نہیں کتنی دفعہ پڑھا اور ابھی یہ وظیفہ جاری رہے گا عید پراچھی داد مومن دی آپ نے جن سطروں کی طرف بالخصوص مجھے متوجہ کیا تھا وہ دل پر نقش ہو گئی ہیں جس طرح چھری گئے لکڑی کو بڑا ہوتی

ہے میں دیکھتا ہوں آپ کی تحریر کا کاٹ مجھے جینے نہیں دے گا آپ کے قلم میں زبان کی
 جگہ۔ چاقو، خنجر، تلوار سہی کچھ تو ہے خدا ہی ہے جو جان بچے
 ایک فقرہ میرے نئے عنوان زندگی کے لحاظ سے خاص میرے ڈھب کا تھا جس پر
 لوٹ لوٹ گیا

”عورت جب منہ پھیر کر چلنے کے لئے اٹھ کھڑی ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ چاہتی
 ہے کہ کوئی دوڑ کر دامن پکڑے“

اپنے خطوں کا اقتباس دیکھ کر بہت ہنسنا۔ خلوص اور قدردانی اتنی تو ہو ”اتنے
 ناصر علی آخر کمان سے آئیں گے“ جتنا اچھا تھا اس سے زیادہ اچھی داد ملی

اور آئندہ

آپ کا مہدی

جناب بن کارڈ ملا ہوا پس ڈاک یا دفرمانی کا شکریہ لیکن تسکین نہیں ہوئی
 مشرق میں مینے دائرہ ادبیہ کا سلسلہ چھیڑا ہے اور اپنے خیال کی پہلی قسط بھیج دی
 ہے جس کا موضوع سخن آپ کا اردو لٹریچر ہو گا۔ مدت سے میں آپ کی فکر میں تھا۔ تیرھویں
 صدی کے متفرق پرچے جانے کمان کمان سے بہم پہنچائے جس کا حرف حرف ایک
 ایسے زبردست قلم کے سایہ میں ہے کہ اگر آپ مصنف نہ ہوتے تو آپ سے بھی داد لو لواتا
 آپ مجھے نہیں جانتے مگر مجھ کو بیس برس کا نابالغ تعلق ہے ریاض سے پوچھئے

وہ بتائیں گے نوجوانوں میں اتنی سچی عقیدت شاید ہی کسی کو ہو وہ بھی اس حیثیت سے کہ آپ اُسے جس نطن تحمین ناشناس نہ کہہ سکیں۔ میں ایک خاص بات آپ کی پاکیزہ خیالی اور خوش بیانی میں پاتا ہوں جو اور کسی کے ہاں نہیں بھال جسطرح آپ انشا پر دازوں کی صفت اول میں ہیں میرا خیال ہے آپ کے پرستاروں میں کسی کے پیچھے نہیں ہوں دیکھئے ضمناً اپنی تعریف کر گیا ریویو میں بیس برس کی دہائی ہڈیاں اُکھاڑی ہیں مجھکو آصر رہے کہ تیرھویں صدی آہکی لائق رشک انشا پر دازی میں اختراع فائقہ یعنی ماسٹر پیس کی حیثیت رکھتی ہے اور اُسے کتابی صورت میں شائع ہونا چاہئے لیکن مضامین غیر نہ ہوں اب روان میں گاڑھے کا پیوند بے جوڑ رہے گا یہ فقرہ آپ کے رنگ میں ہے اس سے زیادہ آپ کی لٹریچر کی عظمت کا ثبوت اور کیا ہو گا کہ آپ کے ہاں نامہ نگاروں کی مٹی خراب ہے یعنی آپ کے ساتھ کسی طرح کھپ نہیں سکتے۔ دُنیا کے اور پرچوں کو دیکھئے دوغیرون، کے ہاتھوں جی رہے ہیں اگست کے صلائے عام میں جن صاحبوں نے آپ کو قلمی امداد دی ہے ایک کے سوا بے کوئی پسند نہ آیا لیکن یہ اوردن سے کہنے کی بات نہیں اکتوبر کے نمبر سے بھی جو کچھ امید بن میں واپس کی ذات خاص ہیں دوسروں سے میری تشفی ممکن نہیں اتنے ناصر علی کمان سے آئیں گے

ان چند سطروں سے آپ کو طیار کرنا مقصود ہے۔ مشرق میں آپ کی یونانیوں کی سی فطرت خیال کا بھی ذکر آگیا ہے میں تفصیل سے آپ کی خبر لی ہے۔ ذرا نوک جھونک بھی دیکھئے گا آپ میرے سوا اوردن کو اپنا خریدار بنانا چاہتے ہیں اور پھر مجھے فرمائش لیکن بڑے

غزرون میں کوئی بات ہوگی تمہیل ارشاد کردن گا

آپکا مہدی

جناب من

بہت خوش ہوا آپ نے بعض اصطلاحات پسند فرمائیں آجکل ثقات کی زبان پر انگریزی الفاظ کی جگہ اصطلاحات مصریہ چڑھتی جاتی ہیں بہت ہو اتو انگریزی توں میں لکھدی جس سے ترکیب سمجھ میں آجائے میں بھی اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہوں کئی لفظ مصر سے منگوائے مثلاً عوائد رسمہ بھی وہیں سے ملا مصر میں ”عوائد“ ایٹمی کٹ کی جگہ مستعمل ہونے لگا ہے کس قدر خوبصورت اور چھوٹا سا لفظ ہے آپ کی زبان پر چڑھ جاتا تو ایک بات تھی ہمارے ہاں آداب فرنگ اور جانے کیا کیا عامیانہ ترجمے ہوے جن میں سے ایک بھی آپ کے روزمرہ اور لب و لہجہ کے لائق نہیں

اختراع فائقہ میرے دماغ کی گونج ہے تصنیفات کے لئے تو اُم الکتاب اُمہات الکتاب وغیرہ ہو سکتے تھے۔ لیکن عربی میں ٹھیک اسطر پیس کا مفہوم پہلے سے موجود تھا۔ یعنی واسطۃ العقد جسے فارسی میں بے تکلف کل سرسبد کہتے لیکن یہ ترکیب نقل اور ایک طرح کی بیگانگی سے خالی نہ تھیں اس لئے مدت کی انٹ پھیر کے بعد اختراع فائقہ آپ کی نذر کیا گیا لیکن آپ کے کمال خوش بیانی کے نمونہ کو نہیں پہونچا جس میں ایک طرح کی شگفتگی ہے

اسی سے ملتا جلتا مادہ اختراعی۔ ارجنیلٹی (Originality) کے لئے موزون ہوگا جسے بعض جگہ جڈت اجتہادی کہئے

کلاسکس یعنی گریٹر لٹریچر کے لئے ادبِ عالیہ مصر کی جدید پیداوار ہے متاخرین کے ہاں ادب اُتھرا تھا جب تک بھد اپن آپ نے زبانِ اساتذہ سے دفع کیا ترکیب اچھی ہے اسی طرح آپ کی اردو میں ہائر کوئی سزم کی پیوند کاری دیکھ کر پھر دک گیا غریب اردو کے لئے شاید ہی یہ خیال اس سے پہلے کسی کو سُوجھا ہو لیکن کچھ دیکھئے تو ایک لفظ پیش کروں جس سے آپ کے دل کا ارمان پُورا ہو جائے ہائر کوئی سزم کے لئے تنقیدات عالیہ کتنا اچھا رہے گا بشرطیکہ آپ کو پسند آجائے

ایک جگہ مجھ کو یہ دکھانا تھا کہ آپ کمال انشا پر داری کے لحاظ سے اردو لٹریچر کے اسپیشلسٹ (خصوصی) ہیں یکتائے فن سے تسکین نہ ہوئی

انگریزی سے بچنے لگا ہوں کیونکہ منظور یہ ہے کہ میرا برا بھلا لٹریچر اس سے زیادہ سنجیدہ سمجھا جائے جتنا واقعی ہے۔ اور یہ ایک طرح کا دھوکا ہے۔ مجبوراً متاعِ غیر سے مدد لی یعنی مصر سے اختصاصی مل گیا جو آپ کے رنگ سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ ظاہر ترقی کی گنجائش نہیں

کبھی کبھی جی چاہتا ہے علمی مضامین آپ کی زبان میں لئے جائیں مگر اصطلاحات کی مصیبت کچھ کرنے نہیں دیتی۔ آپ نے عرصہ ہوا اصلاح الدین (خدا بخش) کی ایک کتاب پر نہایت لطیف ریویو کیا تھا جو میرے لئے خوب بد کاہانہ ہو گیا کسی طرح مردِ مر

دو سہرا فادات دان کر میر کے مکائے اور گوشہ تقاضا کرتے رہے اور سمجھے والوں نے
داد بھی دی لیکن سلسلہ آگے نہ چل سکا

آپ کا مہدی

پیارے جناب میں پچھلے دنوں آپ سے اس قدر بیگانہ رہا کہ سمجھ میں نہیں آتا
خطا کہاں سے شروع کر دوں کثرت محبت کبھی کبھی پاکبازی کا سبب ہو جاتی ہے اور آئندہ
کی ضمانت کہ پھر ایسا نہیں ہوگا اس لئے میری مسلسل خاموشی بھی مجھے اُمید ہے بیکار نہ جائیگی
یعنی جو ایک طرح کا کفارہ ہے سلسلہ سابقہ کی تجدید کے سوا میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس
زیادہ کھل کر آپ کو لکھ پڑھ سکوں گا

میں ممنون ہوں کہ آپ اس میان میں مجھے بھول نہ سکے دُور فنی خطا بھی ملتے رہے تحسین مضمون
میں آپ نے جو کچھ لکھا میری کاوش کا بہترین صلہ تھا جو خیال میں آسکتا ہے خاص کر مضمون
کا کاسہ گدائی لیلیٰ کے ہاتھ سے جس خوش ادائی سے شکست ہوا ہے وہ نگاہ امتیاز کا بہترین
مُرقع ہے

آپ کے ساتھ میرے صیغہ کے پیر مغان یعنی حضرت عرفان کے انتقادات بجائے خود
ایک مستقل چیز ہے دیر بہت ہو گئی ہے ورنہ بعض بعض حصے چھانت کر پیش کرتا۔ نور جہان کے
سلسلہ میں ایک فقرہ یاد رہے گا یعنی نا محرم ہو کر مقیاسُ الشباب کی تلاش کرنا لیکن بڑی
مشکل یہ ہے کہ حضرت مجھے اپنا جو ریدار سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں ”جسکی پیری ہے اُسکا

شباب کیا ہوگا“

انکو سمجھا دیجئے ”پیری و صدعیب“ تو پُرانا قول ہے لیکن سچ یہ ہے کہ جس روز
شباب کے ساتھ جذبات دو آتشہ رخصت ہوئے جیسے کامرہ نہیں۔ زندگی تو صرف
زُلف پریشان میں اُلجھاؤ کا نام ہے اور وہ بھی اُس سامان کے ساتھ جس کی تلقین خیا
نے اپنے فلسفہ شاعری میں کی ہے

مدت سے ارادہ کر رہا ہوں کہ اُردو لٹریچر پر تنقیدات عالیہ کے عنوان سے کچھ لکھوں
لکھاؤں۔ آزاد۔ نذیر احمد۔ شبلی وحالی نے جو زبان پرستقل احسان کے ہیں وہ ذرا تفصیل
سے ایک جگہ دکھائے جائیں خاص کر شبلی کو اُبھار کر پیش کرنا مقصود ہے جن کے فلسفہ
تاریخ نے اُردو لٹریچر کو سرمایہ دار بنا دیا لیکن فہوس ہے کہ میں اپنے قصرت میں اتنا وقت نہیں پاتا
ہمارے ہاں سنجیدہ لٹریچر تو کچھ پیدا ہو گیا ہے لیکن خالص دب کا آپکے واکسین سو وقت تک
پتہ نہیں۔ فلسفہ یا تاریخ کے ساتھ ایک خاص طرح کی انشا پردازی محض ایک قیمتی چیز ہے
یعنی اُس میں مُستقلّ ادب کا پہلو نہیں ہوتا نہ یہ غایت اُس بلکہ لٹریچر سے پوری ہوتی ہے
جن کی ناولوں کے پیرایہ میں ملک کے ہر حصے میں بھر مار ہو رہی ہے

میری غرض مُستقلّ ”لطائف ادبی“، یعنی (Ballads Letters) سے ہے۔ غالب
نے اپنی مشکل پسندی کے ساتھ اس رنگ کو کسی حد تک نبا لیا۔ لیکن نفس لٹریچر جو خود ایک
مستقل چیز ہے خاص طرح کی شرافت اور نزاکت خیال چاہتا ہے۔ نرے روزمرہ اور محاذ
کی اُلٹ پھیر سے کام نہیں چلتا۔ یہ بات میں آپ میں پاتا ہوں یعنی آپ جو کچھ لکھتے ہیں

خالص ادیب کی حیثیت سے اور کمال انشا پر داری کا اقتضا بھی یہی ہے کہ ادب
 یعنی لٹریچر اور اصنافِ سخن کی طرح خود مستقل بالذات ہو
 اور پھر کبھی آپکا مہدی

جناب ہوش بگرامی کے نام

تحصیل اکبر پور۔ کانپور

۲۶۔ اپریل ۱۹۱۸ء

پیارے جناب میری مزید پھانس کیلئے آپ کے عنایت کردہ ”لقمہ ماہی“ (بدیہ گوئی) کا دلی شکریہ لیکن جس طرح اونچے حلقوں میں کھانسی میز پر بن (آئیں کریم) دو چار چچون سے زیادہ لینے کا دستور نہیں یعنی جی چلے بھی تو شائستگی کا اقتضایہ ہے کہ ”دوہرانے“ کا خیال نہ آئے۔ مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی کتاب سے میری سیری نہیں ہوئی یعنی لطافت کے ساتھ مقدار موجودہ کافی نہیں

اودو لٹریچر میں آپ کی جدت پسند طبیعت کی طرف سے یہ ایک نیا عنوان ہے جسکی تحت میں بذلہ سخی، لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی وغیرہ کے شواہد کثرت سے ملینگے جن سے شکمی طور پر آپ کے دلچسپ موضوع تحریر کا رقبہ بڑھ جائے گا۔ صرف تھوڑے سے اہتمام کی ضرورت ہے یعنی مطالعہ کے سلسلہ میں اسی قسم کے نکتوں پر نگاہ رکھیئے کتاب کا بوٹا سا قد ”ہندوستانی مذاق“ ہے۔ ہم خالص عربی کی طرح بے میل

تو رہے نہیں ہندی ہونا کوئی وصف نہیں۔ عجی مذاق "کشیدہ قاسمی" چاہتا ہے اسکے لیے آپ کو ذرا پھیلنا پڑیگا۔ اس کا موقع دوسرے ایڈیشن میں باقی رہتا ہے آپ کے عنایت نامہ میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ جہاننگ "ذخیرہ" کے حسن ظاہری کا تعلق ہے، آپ اس کی کتر بیونت "کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اگر آپ اسکی قطع کا "مختون" کرنا جائز رکھیں یعنی طول میں نہیں عرض میں صرف ایک رانچ اڑا دیجیئے تو آپ کا پرچہ ولایت کے سیکرٹریوں اور دور کیوں جائیے معارف کی نصابی (اسٹینڈرڈ) قطع سے ہمدلیت ہو جائے گا اس طرح دو کالم کی جگہ صرف کتابی صفو رہا ایگا، جسکی تعداد آپ بڑھا سکتے ہیں۔ کتابت میں اگر زیادہ ترقی کی گنجائش نہ تو کم سے کم لوح کا سر ورق نہایت تعلیق اور خوش سواد ہونا چاہیے۔ فہرست مضامین بھی آپکو کہیں اور منتقل کرنی ہوگی۔ مآجد صاحب پکوتائیں گے کہ علم النفس کا یہ ایک لائن ہے جس سے قطع نظر کرنا دراصل پرچہ کی حق تلفی ہے لیکن یہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں "مجدد کی بڑ" سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ صرف اپنے مصلح کے پابند ہیں

آپ کے بڑھے ہوئے احسن ظن اور جن الفاظ میں آپ نے غلصانہ میری عزت افزائی کی ہے اس سے میں یہ سمجھ سکا کہ

"دور پہنچی ہے مری رسوائی"

تسکین نہیں ہوئی لیکن خط آرٹیکل ہوا جاتا ہے مضمون جلد بھجوں گا

آپ کا نیاز مند مہدی

تحصیل اکبر پور۔ کانپور۔ ۱۷ مئی ۱۸۷۷ء

پیارے ہوش آپ معان فرمائیں گے میں نے آپ کو بے تکلفانہ مخاطب کیا ہے۔ یہ چند سطریں آپ کے لطیف عنایت نامہ کا جواب تو نہیں ہیں لیکن سرِ درست رس رسید پر قناعت کیجیے۔ گرمی اس قدر سخت پڑ رہی ہے کہ لکھنے لکھانے کو بھی جو ایک طرح کا مشغلہ عیش ہے جی نہیں چاہتا

جشن شاہی کی خوشیاں مبارک! آپ یا مابد صاحب نے ایک حرف نہیں لکھا کہ بوسہ بہ پیام کی حیثیت سے کچھ لطف آتا۔ میں تو ذخیرۂ کامنوں ہوں کہ اُس نے بَکُل جائز نہیں رکھا۔ خاص کر آپ کی ذات خوش صفات کے متعلق اعزازی تصریحات میری انتہائی دُکھی کے سامانوں میں تھیں۔ خدا نظر سے بچائے

میرا پہلا مضمون جو آپ کے پرچہ میں باریابی کا فقر حاصل کرے گا۔ اُس کی سُرخی یہ ہو گی ”متاخرین ادب کی معاصرانہ چشمک“

سرشید۔ آزاد۔ نذیر احمد۔ حالی۔ شبلی جہان تک مواد لائق حصول تھا میں نے سب کو لپیٹا ہے۔ بڑھتے بڑھتے نصف فلسفیکپ کے ہو گئے۔ صرف صاف کرنا ہے۔ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ امید ہے نوک جھونک آپ کو پسند آئے گی خاص کر اس لحاظ سے کہ میں نے خود کچھ تصرف نہیں کیا۔ حالانکہ بزمِ ادب کے بعض ارکان کو باہم ٹکرا دیا ہے

ہاں صاحب! متا ہوں لکھنؤ کی نازک لکڑیوں کی طرح حیدر آباد کی ”لریاں“

دولیان نہ پڑھیے گا بہت لطیف اور چکدار موتی ہیں۔ اس کا جواب آپ اور ماجد صاحب
بل کر دیجئے۔ آپکا

مدی

تھیں اکرورپہ کا پورہ ۲۴ می سلسلہ

پیارے ہوش صاحب۔ مضمون بھیجتا ہوں۔ لکھنا تو خیر صاف کرنے میں
مڑ گیا۔ غالباً آپ اُسے ایک نم سے شایع نہ کر سکیں گے۔ لیکن دو کڑوں سے
آگے نہ بڑھائے گا۔ ورنہ دلچسپی میں کمی ہوگی۔ پڑھنے والے پہلے حصے جھوٹے
جائیں گے

آپ سے صرف ایک درخواست ہے یعنی میری کتابت کی خصوصیات
ٹھوس رکھی جائیں۔ جہاں جو فقرہ چھوڑ دیا ہے بجنسہ چھوٹا رہے۔ اسی طرح اقتباسات
کے لیے قوسی ترکیب ”۔۔۔“ جو کثرت سے ہے نظر انداز نہ کی جائے۔ یہ کا تر حساب
کے کرنے کی باتیں ہیں صحت کے ذمہ دار آپ بہ نفس نہیں ہونگے

اردو لٹریچر میں یہ نیا عنوان ہے اور گو تو تیشلی سوسائٹی پرنٹ پر صرف ہو چکی تھی
جسے آپ غریب معارف میں دیکھیں گے تاہم میں نے کچھ چھوڑا نہیں ہے یعنی جہاں
بھرتی بالکل نہیں کوئی بات جو لکھنے کے لائق تھی گرفت سے باہر نہیں رہی

آپ سے یہ سمجھوتہ ضروری ہے کہ اردو لٹریچر کے خلائقین لائق ذکر کا دائرہ میرے

خیال میں سرسید آزاد نذیر احمد اور حالی و شبلی سے آگے نہیں بڑھتا کبھی ان عناصر سے
پر بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ باجد صاحب کو میری تحریر سے اتفاق ہے لیکن ان مصنفین
میں سب سے زیادہ مجھ کو شبلی سے عقیدت ہے مگر آپ دلچسپی سے دیکھیں گے کہ حالی کے
مقابلے میں شبلی کا توڑ خود شبلی کے ہاتھوں انشا پر داری کی ایک عشوہ گری ہے جس میں
توازن قائم رکھا گیا ہے یعنی میں خود فریق نہیں بنا بلکہ خیالات کے مرقع میں جس کی
جو صورت تھی دکھا دی گئی۔ یہ نہوتا تو سخن سنجی آنکھیں دکھاتی

”چشمک“ کے اندر بچے کے سلسلہ میں ناظم دارالمصنفین پر بھی ایک ہلکا سا
دار ہے۔ لیکن پردے پردے میں کہ ناگوار خاطر ہو۔ حین نظامی کے ساتھ نذیر احمد کا
دکھڑائے بیٹھے اُدت سے کھٹک تھی جو اب نکلی بہتیرے چبھتے ہوئے نشتر ہیں۔ اگر
ذہن منتقل ہوا تو لطف آئے گا۔ لیکن ایک حرف غیر سنجیدہ یا لائق شکایت نہیں
صرف واقعات اصلی ہیئت میں پیش کر دیے گئے ہیں

کوئی خاص فقرہ یا رکھ رکھاؤ جو پسند ہو ضرور لکھیے گا کہ یہ آپ کے مذاق سخن
کے اندازہ کے ساتھ میری کاوش کا صلہ ہو گا جس سے اچھے سے اچھے لکھنے والے
بھی سستی نہیں

امید ہے کہ آپ کے ہاں برسات کی باریک ہوائیں چلتی ہوں گی۔ یہ خطہ تو جہنم
ہو رہا ہے یعنی مرنے کے بعد کسی دوسرے دوزخ کی ضرورت نہیں مضمون میں میرے
نام کیساتھ ”افادی الاقصادی“ نہ لکھیے گا آپ کا
مدی

تحصیل ڈیراپور۔ کانپور۔ ۱۸ جون ۱۸۵۷ء
 پیالے ہوش۔ آپکی عنایت آمیز تحریروں کا جواب اتنے دن کے بعد آپکو
 تجب ہوگا۔ لیکن میں ایک نئی تحصیل میں بھیجا گیا ہوں نقل و حرکت کی وجہ سے
 بے اطمینانی سی رہی

خوش ہوا۔ آپنے ”چشمک“ اور اس کی ترمیم پسند کی۔ اقتباسات سے میں
 آپ کی خوش مذاقی کا اندازہ کر سکا۔ ایک ایڈیٹر کے لیے ضرورت بھی ہے کہ اس کو لٹریچر
 سے گہری وابستگی ہو۔ لیکن میری نسبت آپ کے حسن ظن کی افراط۔ کیا محض آپ کے خلوص
 کا نتیجہ نہیں ہے؟

”ہوش“ کے ساتھ ”صاحب“ کی ترکیب آپ کو پسند نہیں آئی۔ اس نشتر سے مقصود
 بھی یہی تھا کہ آپکی لذت احساس کا ذرا پتہ چل جائے۔ میں خوش ہوں کہ میرا وار
 خالی نہیں گیا

”فضل العین“ ضروری ترمیم کے ساتھ ”ذخیرہ“ کے لائق بنایا جاسکتا ہے لیکن
 ”شبلی سوسائٹی“ کو شائع ہونے دیجیے میں نے سلسلہ میں اردو لٹریچر کے تمام معلقات
 اور رسائل حاضرہ پر ایک تفصیلی نظر ڈالی ہے اور آپ کو بھیجیں گے کوئی ضروری پہلو چھوٹنے
 نہیں پایا ہے۔ اس کا اقتباس تنقیدی نوٹ کے ساتھ آپکی طرف سے زیادہ تر
 موزون ہوگا۔

آپ کے جذب کی یہی حالت ہے، تو مجھے کبھی نہ کبھی حیدر آباد آنا ہوگا ”لچکا ریشے“

کے لحاظ سے آپ نے ”عالم نفسیات“ یعنی ماجد صاحب کو طفل مکتب بتایا لیکن میری نسبت یہ حوصلہ افزا الفاظ ہیں کہ اگر میں کبھی وہاں آیا تو آپ میرا ساتھ دے سکیں گے
الفاظ زیر خط خاص آپ کے ہیں

”تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر“ آپ کی معصومیت کے ساتھ میرا
بارِ عصیان کس قدر بڑھ جاتا ہے ؟ بلاغت اتنی تو ہو !

اخبارِ دن میں ماجد صاحب پر سنا بہت لے دے ہو رہی ہے۔ کچھ لوگ
دبے آزار ہیں ذرا خیال رکھیے گا۔ اندھیرے گھر کا چراغ ہے یعنی ملک میں خالص
عقلیات کا رواج نہیں ایسے ایسے تاریک خیال موجود ہیں کہ رات تو خیر ان کو
دن میں بھی نہیں سوجھتا

مہدی

تسلیم۔ رمضان میں اگر آپ کا قلم بھی روزے رکھتا ہے۔ تو میں ”تصر“ی
صلح دینا نہیں چاہتا۔ سگیزین کا واپس کردہ پرچہ تو آپ نے لٹایا ہوتا۔ آخر
بے نیازی کی کوئی حد ہے ؟

تحصیل ڈیرا پور۔ کا پتہ

۵ جولائی ۱۹۱۵ء

تھیں اکبر پور۔ کانپور۔ ۲۰ اگست ۱۹۵۷ء

پیارے ہوش میں پھر اپنے مستقر پر آگیا۔ آپ کے دو عنایت نامے
بھوپال سے ملے۔ میں نے جو عرضیہ حیدر آباد کے پتہ سے بھیجا تھا شاید آپ کو
نہیں ملا۔ جس میں کسی پرچہ کے اجراء کے لیے کانپور کی نامزدیت دکھائی تھی
میں حال میں یہاں تبدیل ہو کر آیا ہوں اس لیے ضلع سے زیادہ واقفیت
نہیں۔ تاہم یہ معلوم ہے کہ یہ ایک تجارتی منڈی ہے۔ مسلمان بہت کم ہیں جوہن
انہیں بھی ایک آدھ کے سوا کوئی رودار نہیں۔ اور مذاق ادب کا دوسرے سے
وجود ہی نہیں۔

محشری ضلع ایک پیداغز اور چلتا ہوا آدمی ہے۔ احتمال ہے کہ ”ذخیرہ“
کی گذشتہ روایات ”اجازت کے ملنے میں کسی حیثیت سے مانع ہوں
بہر حال آپ معاف فرمائیں گے تصحافت ہو یا کوئی اور مشغلہ ادبی میرے
خیال میں ایک طرح کی خودکشی ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ مشغلہ بیکاری جبکہ صحت
”توکل“ پر گزر کر نا ہودہ اس قسم کی درد سہی کے لیے جدید مواقع پیدا کر سکتا ہے
مذہب میرا خیال تھا کہ اگر اول درجہ کے معیار کے ساتھ مشغلہ پھیرا جائے
تو یقینی کامیابی ہوگی لیکن دارالاصنافین نے میرے قیاس کی غلطی ظاہر کر دی۔ ادب
میں اس خیال پر جم سا گیا ہوں کہ اس ملک میں لٹریچر کا صحیح مذاق نہیں ہوگا۔ کبھی
صحیح معنوں میں لٹریچر کی مانگ ہوگی

ان غیر و صلاہ افرا خیالات کے ساتھ آپ کو مفید مشورہ دینا کتنا مشکل ہے۔
 تاہم میرے بہترین خواہشات ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ ممکن ہو تو لکھنؤ کا خیال کیجیے
 جسمین ترقی کی صلاحیت معلوم ہوتی ہے۔ کانپور تو ناکامی کا مرادف ہے۔
 سلیمان اعظم کو تسلیم۔ ایک دوست مدت سے مفقود الخیر ہیں۔ مولوی عبدالرزاق
 مصنف ابرار مکہ ان سے بھی ملیے گا۔ کیا بھوپال میں آپ کے لیے کوئی صورت
 نہیں نکل سکتی

۲

اَوْ تَنَافِلُ شَعَار۔ بے پردہ
 بھول جانا ہمارا یاد رہے

۲

اکبر پور
 کانپور
 ۱۷ اکتوبر ۱۸۶۷ء

تحصیل اکبر پور۔ ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۷ء

پیارے ہوش۔ عنایت نامہ ملا اور اس پر لطیف آیا کہ اس کا تحریر کیا گیا
 الزام مجھ پر! صورت ابھی تک دکھی نہیں لیکن بانگی عورت کی طرح جو کھیلی کھائی ہو

اور جو مدتوں مٹی شباب کے لیے وقف رہی ہو، آپ کی خوش ادایان بھی چاہئے
والوں کے دائرہ نظرتین دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔

بھوپال سے اپنے جو کچھ لکھا تھا اس سے میں یہی سمجھا کہ آپ نے ”کھڑی
سوری“ تشریف لکھتے ہیں۔ اس لیے ایک خط سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔
اسکے بعد آپ یوں غائب ہوئے جس طرح ایک شریف لیکن بگڑی ہوئی لڑکی گھر سے کبیر
نکل گئی ہو۔

آپ کی یاد فرمائی بھی میری سبقت کا نتیجہ ہے۔ یعنی جب میں نے اُکسایا تو چند
سطریں نازل ہوئیں۔

افسوس ہوا۔ آپ اچھے نہیں ہیں۔ بخار تو آج کل انسان کی عام تقدیر ہے
پیش کی دوا نہیں۔ ترکیب غذائی دودھ کر دے گی لیکن یہ تو فرمایے۔ ”تغہ عیش“
کہان سے ملاہ تعلق بھی اتنا دیر نہ کہ آٹھ برس ہو گئے اور آپ بیچا نہیں چھڑا سکتے
خدا رحم فرمائے فکر ہو گئی

”چشمک“ کا پردہ ضرور بھیجیے کچھ مواد اور ہاتھ آیا۔ سمجھ میں نہیں آتا اس طرح
اضافہ کر دوں۔

سلیمان عظم ”مرد با وضع اور خلعت“ یعنی آپ سے بل کر بہت خوش ہوئے۔ یہ
انہی کے الفاظ ہیں۔ میرا مضمون ”ہمد“ میں نہ نکل سکا کہ وہ حیدر آباد پر کچھ لکھنے
لکھانے سے کچھ اتنا ہے شرق میں دیکھئے گا۔

ماجد صاحب کا ایک خط ملا۔ کس قدر قابل اور وسیع الدماغ شخص ہے

مدی

کیمپ ڈیراپور۔ کانپور۔ ۴ فروری ۱۹۰۷ء

پیارے ہوش مدت کے بعد اپنے یاد فرمایا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ
حیدر آبادی "بستر شکن" کو، خیما زہ شباب نے "شکن بستر" بنا رکھا ہو گا۔ کیونکہ پچھلے دنوں
آپ ضرورت سے زیادہ علیل رہے لیکن آپ متناہان ہوئے۔ جہاں صرف میرے
خیال کی رسائی ہے

خدا کرے آپ وہاں جم جائیں جسکی نگاہیں "فلک نما" سے اُلٹی رہی ہوں
اُسکا ٹھکانا "بہشت ارضی" (بھوپال) کے سوا کہیں ہو بھی نہیں سکتا۔ یہ اپنے کیا لکھا کہ آپ
شبکھل سے کٹتی ہیں، انیس زندگی یاد آتی ہے۔ "سرکاری مہمان" کو کوئی گنیز نہیں ملتی؟
یہ تو عوایدِ رسم کی ایک لائق افسوس خلعتِ درزی ہے

مولف البراکہ سے پوچھیے وہ بتائیں گے۔ جب قومِ مخموت کبھی آدمی تھی تو
اس قسم کی خلوت آریاں فرایضِ میزبانی میں داخل تھیں۔ وہ واقعہ یاد ہو گا کہ ایک
شاہی خاتون نے اپنے عاشق کے پاس گنیز بھیجنے کی اپنے عظیم الرفعت بھائی سے
اجازت چاہی تھی! کیا اس طرح اپنی پاکبازی کا پردہ رکھنا منظور تھا؟ بالآخر
نہ پوچھیے۔ فسانہ کی چشمِ شوخ کچھ اشارے کرے گی معنی فطرت کے اس راز کو بے نقاب

کر دے گی جو ہمیشہ سر ٹہر رہتا آیا ہے۔

ایک ترکیب اور ہے اُسے بھی آزما دیکھیے ایک دوست جب کسی کے ہمان ہوتے تھے تو بستر ساتھ نہیں ہوتا تھا۔ مجھے یہ خوش تمیزی پسند نہیں تھی جھک کر سرد موسم میں۔ ایک دفعہ مجھے بھی یہ عزت حاصل ہوئی۔ میں نے پہلا یہ سوال کیا کہ آپ کا بستر کہاں ہے؟ نہایت سنجیدگی سے کہا ”سیری جیب میں“ آج تک یہ لطیفہ یاد ہے

مولانا رزاق اور یاد مہدی۔ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔ مولویوں میں بڑا عیب یہ ہوتا ہے کہ جب تک ”خشک“ ان کو ملتا رہے یہ آدمی رہتے ہیں جہاں ”برائی“ کی چاٹ لگی اور ایک سے دو وقت ہوے کہ یہ ہاتھ سے گلے پیٹ کے ساتھ خوش ظنی نہیں بڑھتی۔ ایسا خوش بیان کہ کہیں اور سنا کر کوئی — ایسا قابل جو نہایت رشک تالیفات کا مالک ہو پھر بھی برسوں سے دنیائے ادب سے بالکل بیگانہ سمجھ میں آنے کی بات نہیں مصیبت یہ ہے کہ میں انکو چاہتا ہوں اس لیے انکی بے نیازی اور بھی لائق شکایت ہے۔ مجھے یقین دلایا جائے گا کہ پردہ خفا میں کچھ ہو رہا ہے لیکن جنہیں جب تک خوبصورت پیٹ سے باہر آئے دنیا کے کس کام کا۔ یہ چند سطر بن کھا دیجیے گا۔ پھیلی عبتیں تازی ہو جائیں گی

کہیے آپ دہان کیا کرنا چاہتے ہیں یعنی مشغلہ بیکاری کیا ہو گا۔
آپ نے ”مظل سلطان“ کی ترکیب پر پاس کے پاس کچھ غور کیا؟ ذرا ٹھوکر

دیکھیے گاکین سن پایا تھا کہ شاہ ہویا بگم فرما نروانی کی حیثیت سے خدا کا سایہ ہوتی
ہیں بس اتنی رعایت اذنگھتے کو ٹھیلنے کا بہانہ ہو گئی۔ نہایت کو اس نقل سے کیا
واسطہ ہے اگر رحلت لفظی ہاتھ سے نہیں دی جاسکتی تھی تو صرف ”سلطانیہ“ ہزار درجہ
بہتر تھا کہ ذرا اطلائی چوڑیوں کا خیال تو آتا۔ اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کسی ہندوان کے پانوں
کی زنجیر آ رہی ہے یا طوق سلاسل ایہ ہے مذاق ادب جس پر ارباب ریاست کو غالباً
ناز ہو گا۔

میں آپ سے سخت ناخوش ہوں ”چشمک“ اپنے داپس نہ کی۔ یہ دیکھیے گا بلگرام
چھوڑ آیا۔ اگر لوہی ڈاک پ نے جڑی میویری خواہش پوری نہ کی تو آئینہ ایک صحت
نہیں کھون گا

تاہم بدستور آپ کا

مدی

عنایت نامہ ملا۔ اور ذخیرہ کے دو نمبر کس کس کا شکریہ ادا کروں
آپ نے مضمون نگاری کی سخت قید لگائی۔ لکھنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں
پیشہ ور اور امیچر (Amateur) ثانی الذکر کے لیے جب تک پر فہمیر و اجید
کوئی لفظ نہ ملے دہویوں کی اصطلاح میں (میری عرض ایسے اہل قلم سے ہے جو
بلا بار تہدید و فرمایش اپنی خوشی سے کچھ کر گزرتے ہیں) مجھے بھی آپ اسی میں رکھتے
تو اچھا تھا

میدر آباد کی بزم ادب جبکی آپ روحِ روان ہوں، علمی حیثیت سے پرچہ
 کی بجائے خود اپنی ضمت ہے جسکے ہوتے کسی خارجی عنصر کی ضرورت نہیں
 رہا مرنے لڑنے کا لطف اسکے بکھیرنے گیا کر سکتا ہوں مشکل یہ ہے مجھے بننا
 پڑیگا اور یہ معلوم نہیں کہ اتنا تک درجہ قائم رکھ سکوں گا

آپ معاف فرمائیں گے پرچہ کے نام کی ترکیب ظاہر کرتی ہے کہ آپ کو نوزدن
 نفا کے لیے غور کرنا پڑا۔

کم سے کم اس کی قطع کتابی کر دیجیے۔ عالمِ نفسیات یعنی حضرت ماجد کے مشورہ
 سے لوح کی لیس پوت اور گنگا ریان بھی رخصت کر دیجیے، صورت اچھی ہو تو ناگین
 نیم کا نقطہ تیرکا ہیرے کی لنگ سے زیادہ دلکش ہوتا ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں آپ کی خوش ضمنی میرے خیال کی تائید کرے گی

آپکا

پھر آئندہ

مدی

مولوی عبدالرزاق کے نام

منجھن پور۔ الہ آباد ۵۔ ۴

مکرمی جلد یاد فرمانے کا شکریہ آپ کے خط بھی بجائے خود
ایک لٹریری چیز ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے آپ مختلف مسائل پر مجھے دست کیا
مخاطب کرتے رہتے اور میں آپ کی قیمتی لٹریچر کے اجزاء کو ترتیب دیتا۔ یہ کوئی نئی بات
نہیں یورپ میں ہوتا رہتا ہے۔ پرائیوٹ خطوں کا مجموعہ بہت بچسپ ہوتا ہے
خاص کر جب چشم سخن ان انوکھوں اشارہ کرتی جائے جہر آکپو متوجہ کرتا رہا ہوں
لوگ تنقید کرینگے محض اس خیال سے کہ وہ اُن کے صاف مشقات دماغ کی گنج
نہیں ہے مگر کچھ پروا نہیں

بہت خوش ہوا کہ آپ نے خیام کو اپنی جدید کلاسیکل تالیف میں جگہ دی
آپ کا ضمنی اظہار خیال بالکل وقت کی چیز ہو گا۔ ہاں یہ مانے لیتا ہوں کہ ریویو
کرتے وقت آپ نے

۱۱۱ فٹز جرنل کے ترجمہ کا نوٹس لیا ہو گا جس کے ترجمہ منظوم نے یہ پ
میں ٹپل ڈال دی ہے۔ خیام کی مختصر لائف جو اس نے لکھی ہے وہ بھی پیش نظر ہو گی۔

(۲) بوڈلین لائبریری کا مضمین نسخہ بھی پیش نظر ہوگا جس میں اصلی مسودہ کا نوٹ اور نوٹ و حاشی وغیرہ ہیں

(۳) خیام کے فلسفہ زندگی کی تحت میں آپ نے ہستی انسانی کے فلسفہ فی واثباتی یعنی پس مسک اور آپسی مسک حیثیت سے بھی بحث ہوگی میں کہنا چاہتا تھا کہ نظر ڈالی ہوگی جس کے دائرہ میں تصوف بھی آجاتا ہے میری غرض تفصیلی انتقاد سے نہیں ہے۔ نہ ایک ضمنی تذکرہ میں اس کی گنجائش ہو سکتی ہے مگر کم سے کم خیام کو پیش کرتے وقت یہ مسائل جو شاعر کے خیالات سے لگے لیٹے ہیں گنانے ہونگے۔ چند سطر دن میں سہی اور میں کچھ عذر نہیں سنوں گا۔ ذرا منہ لگانے کا نتیجہ دیکھیے۔ افراط سے زیادہ خیر خواہی بھی اچھی نہیں ہوتی کچھ نہیں تو آپ کو خیال آئے گا یہ اپنی حدود سے بہت آگے بڑھنے لگا ہے مگر کیا کر دن جی نہیں مانتا۔ نادان ستون میں تو سرفہرست ہوں گا! اچھا بس ایک بات اور

آل سلجوق کی لائف اگر مستقلاً لکھی جائے تو ایک تو ذمہ داری کے لحاظ سے باز زیادہ پڑتا ہے۔ دوسرے بڑے روکھے پھیلے تاریخی سلسلہ کے علاوہ وہ کچھ بیان پیدا کرنی ہوں گی جو البتہ کہ اور انشاء اللہ نظام الملک طوسی کا خاص حصہ ہیں لیکن اگر یہی آل سلجوق ضمیمہ کی حیثیت سے بحیثیت موجودہ دو ڈھائی سو صفحہ میں آپ کی تالیف ثانی کا ایک جزو ہو جائے تو ایک طرف تو ”وضع الاشیء فی غیر محلہ“ کا مصداق نہیں ہوگا اور ساتھ ہی کتاب نہایت جامع اور روزنی ہوئی جاتی ہے

یہ خیال نیا نہیں آپ خود بھی ادھر متوجہ ہو چکے ہیں اور گو میں سمجھتا ہوں
اب وقت نہیں رہا تاہم احتیاطاً اس تحریک کے اعادہ سے باز نہ رہ سکا

مجھ کو ”مدقوق“ یعنی قلیل الحکم کتابین پسند نہیں ہیں اور شک ہے کہ طوسی بھی
البراکہ کی طرح کم و بیش پانصو صفحات پر قابض ہے
البراکہ کے طبع ثانی کی نوبت کب آئے گی؟

دیکھیے ابھی سے کہے دیتا ہوں مسلمانوں کی تمدنی ترقی کے اندازہ کے لیے
ہم کو صرف عباسی دور پر ایک تفصیلی نظر ڈالنی چاہیئے یہ عنوان نہایت شائستگی
سے آپ کے موضوع کے دائرہ میں آسکتا ہے اس کیلئے تیار رہیے بیڑی اخلاقی ادبی
صحبت آرائیوں کے ساتھ ”خلوت آرائی“ کا بھی ایک آدھ مرقع دکھانا ہوگا
ڈیڑھ سو صفحے کافی ہونگے آپ کو مجھ سے زیادہ اسکا احساس ہوگا اور گو عباسی آپ کے
تاریخی تصرفات سے ”فسانہ دلچسپ“ کی ہیروین نہیں رہی تاہم اس وقت کی معاشر
کا خاکہ اگر آپ اچھی دکھایا تو کوئی نہ کوئی اسکی مصداق نکل آئے گی
”عکس منہ موتیوں کے دانوں میں“

ہاں تہذیب بے تکلف منظور کر لیجیے۔ ڈیڑھ ایکیش کا بہترین ترجمہ ہے حقیقت
اختلاف صورت سے قطع نظر کر لیجیے تو مادہ لسانی دونوں کا مشترک ہے اور یہ خود
ایک کافی سفارش ہے

پروفیسر نی اسٹریج کی کتاب کا نام علیحدہ لکھ کر بھیجتا ہوں یہ صحیح ہے اُسے

نوٹو نہیں دیے۔ صرف لمپین یعنی مواقع عمارات بتائے ہیں لیکن وہ اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا۔ جب بغداد کی تعمیر کا بشیر حصہ ابن جبیر کے وقت سے پہلے (جو غالباً ابن بطوطہ کا مقدم ہے) برباد ہو چکا تھا۔ آپ کے مذاق کی بات یہ ہے کہ اُسے جو کچھ لکھا ہے وہ اصلی ماخذوں سے چار سو صفحے ہیں لیکن قیمت چودہ روپیہ! بعض وقت جبر ہوتا ہے آج کل قحط کے درہ مین پریشان ہوں چار دن کی اجازت مانگی تھی نہیں ملی۔ کاشی یعنی کفرستان کو دارالاسلام نہ دیکھ سکوں گا جس کا فوس ہے معلوم نہیں کچھ بمبئی کی فیس بھی ہے یا نہیں۔ ”بوسہ بہ پیام“ ہی کی حیثیت سے شریک ہو جاتا

فارسی شاعری کی قدرتی تاریخ سے متعلق جس مبسوط لکچر کا وعدہ کیا گیا ہے اگر اس کا وجود صرف ”متوج ہوا می“ تک نہ یعنی چھپی چھپائی چیز کوئی لائق حصول ہو تو بھجوا دیجئے گا

آثار اعجم! خوب یاد آیا۔ اندوہ کے سوا جتنے میگزین چھپتے ہیں سب طابعاً ختم کر لیجئے تو ایک مستقل رسالہ شائع کر دیا جائے دیوان شبلی کی قطع اور موزونیت کا آپکا فدائی

مدھی

ڈیرا۔ ۴۔ ستمبر ۱۹۷۷ء

پیارے جناب عنایت نامہ مل گیا تھا۔ ضمیمے بھی بعد میں ملتے رہے
خوش ہوا، بصر قلم کا تشریف میں اب ملنے والا ہے۔ یاد آتا ہے میں نے آپ کو کہا تھا کہ جلد نبی
کے لیے میں نصف چمڑے اور نصف کپڑے کی ترکیب پسند نہیں کرتا۔ اس لیے جلد
پوسے کپڑے کی ہو۔ لیکن شوخ شوخ پر فیسر براؤن کی بعض تصنیفات کی عرساء جلد میں
دیکھی ہوگی۔ فنان ایران کا حیدر آبادی ٹھسہ بھی پیش نظر ہوگا کا غذ قسم اعلیٰ
میری نسبت ”لذیذ“ کا لفظ اس قدر چبھتا ہوا تھا کہ بے اختیار اگلے پچھلے قصے آنکھوں
کے سامنے آگئے۔ اور غائبانہ شطرنج کی طرح مجھے آپ کے باکیف مذاق کا قائل
ہونا پڑا۔

لیکن آگ تھے.....“

ہاں صاحب جب تک آکر پرواز لایق حصول نہو۔ ریل پر چلیے اور کانپور تک
براہ راست چلے آئے۔ کانپور سے ۴ اسٹیشن آگے (Rudra) ریلوے اسٹیشن ملے گا۔
جہاں سے دس میل پختہ سڑک آپ کو ڈیرا پور پہنچائے گی آپ تو خیر کیا آئینگے لیکن کبھی
موقع ہو تو میں کانپور پہنچ کر آپ کی زیارت کر سکتا ہوں
کوئی نکتہ رہ گیا ہو تو اگلے خط کے لیے لگا رکھتا ہوں

آپ کا

ہمدی

سانُ الملک حضرت ریاض خیر آبادی کے نام

تحصیل آباد ۳۱ ۳۲

میرے پیارے ریاض یا دفرمائی کا شکریہ۔ مدت کے بعد اخبار دکھ کر بے اختیار دل بھر آیا۔ ریاض الاخبار کے گزشتہ سلسلہ روایات کے لحاظ سے یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک تہائی صدی کے مسلسل تعلقات دفعتاً منقطع ہو جائینگے اور جسے گودون پالاہودہ جوان ہو کر یون ترک وطن پر مجبور ہو گا۔ گورکھپور کی موجود نسل دماغی حیثیت سے تہا متر ریاض الاخبار کی پیدا کردہ ہے اور مجھے نہایت مدد ہے کہ ہم گزشتہ احسانات کی تلافی اتنی بھی نہ کر سکے کہ کم سے کم پرچے کے وجود کو قائم رکھ سکتے جو آپ کی یادگار کی حیثیت سے آپ کا عنصر غیری فانی تھا

بجائے آپ کے ساتھ جو خاص تعلق ہے آپ کو معلوم ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس وقت سے آپ کے لٹریچر کا دلدادہ ہوں جب لٹریچر کا صحیح مفہوم بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ زمانہ بہت ترقی کر گیا اور آئندہ بہت ترقی کرے گا۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ ہم آپ نہونگے لیکن یہ خوب جانتا ہوں کہ ریاض دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتا

جناب عبد المجید صاحب کے نام

تحصیل بارہ۔ اور آباد، ۸ مئی ۱۸۸۱ء

پیارے مجید۔ میری تحریریں بھی موسمی ہوتی ہیں مدت کے بعد کھربا ہو
اور وہ بھی اس لیے کہ اس مہینہ کے آخری ہفتہ میں ملاقات ہوگی

بھائی ماجد کمان میں کیسے ہیں۔ فلسفہ جذبات کی کمین سے قدر دانی ہوئی
علامہ شبلی کا کچھ تپہ ہے؟ میں نے اُنکے بھائی کی وفات کے بعد دو خط بھیجے
لیکن خلاف معمول کسی کا جواب نہیں

”سیرۃ بنوئی“ کا کوئی حصہ تیار ہوا؟

یہ کمان تک صحیح ہے کہ نگیم بھوپال مولانا سے مولویانہ تالیف چاہتی ہیں
کہا جاتا ہے کسی کے لگاؤ بچھاؤ کا نتیجہ ہے۔ میرا خیال ہے اسکی اصلیت
نہیں ہوگی

میں ۵ کو غالباً پہنچ جاؤنگا اور بدستور امین آباد پارک میں ٹھہر دوں گا

امید ہے آپ سے خاندان بالکل اچھے ہونگے

ہمدی

تحفیل بارہ۔ الہ آباد۔ ۱۳۳۷ھ

بھائی جمید عنایت نامہ ملا۔ آپ کی دلسوزی سے کچھ تسکین ہوئی۔ کتابت نہ کیے کہ وہ پھر بھی طلوع ہو سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ”علم مجسم“ ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا۔

مجھ کو جو کچھ لٹرچر سے شوق تھا۔ ممدوح کے بل پر تھا ایک کے سوا سارے زمانہ کو حرف غلط سمجھتا تھا۔ روتا ہوں کہ اس قدر جامع صفات ”شخصیت“ اب کہاں ؟

ارکانِ ندوہ کی کج ادائیاں۔ انبیاء کی سلسلِ حرفِ گیرانِ رنگ لائیں
دل ٹوٹ چکا تھا کہ چھوٹے بھائی کی موت نے کمر توڑی اور ایک قارہتی دفن
پیوند خاک ہو گئی

”سیرۃ نبوی“ کی تکمیل اب قیامت تک ہو چکی ہو یاں کی طرف سے
باوصفِ قدر دانی، ”دجاشینی“ کا مسئلہ کیسی نامبارک گھڑی میں چھیڑا گیا تھا۔ کو
سمجھائے کہ جاشینی تو خیر و یعدی کے لائق بھی کوئی نہیں

سنا ہوں میانِ سلیمان اور پروفیسر حمید الدین ترتیب دین گے اس سے تو نہوا
اچھا تھا۔ یقینی شہیدی حصہ مرحوم نے نہیں لکھا ہوگا۔ جسے وہ تاریخی حصہ کے بعد
شروع کرتے۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بھائی ماجد سے کہیے لڑکچہ کا کچھ تو حق ادا کریں دنیا کو دکھائیں کہ مرنیوالا
تعلماً غیر فانی ہے

مرحوم کا سو گوار

مدی

تسلیم۔ امید ہے آپ معہ ماجد صاحب کے اچھے ہونگے
”فلسفہ اجتماع“ اگر شائع ہو گیا (یا ہو گئی) ہو تو ایک جلد قسم اول
دی پی بھجواد بیکیے! ممنون ہوگا۔

مدی حسن۔ بارہ۔ الم آباد

۲۷-۲

تسلیم فلسفہ اجتماع حُسن سیرت کے ساتھ صورت کی بھی اچھی ہے۔ دوسری
عالماد اور حکیمانہ تصنیف ہے جو نچن ترقی اُردو کی عزت افزائی کے لیے کافی ہے
ایک آدمہ جگہ مجھے کچھ کہنا ہے، اسے اصل مصنف کے لیے اٹھا رکھتا ہوں
خوش ہوا۔ ”عالم نفیات“ کے لیے جوڑے کی تلاش ہے لیکن ”بافض نطرت“
کے لیے کوئی موزون سامان کستہ سخت ذمہ داری ہے

۱۔ اپریل کو انشاء اللہ ملاقات ہوگی۔ نامزدگی مبارک! انتخاب کیلئے

اتنی جلدی!
امتحان کی تیاری شروع کر دیجیے

مدھی حسن

بارہ - ۲۱ ۲/۱۹

پیارے معید کارڈ ملا مین دفعتاً ایک ضرورت سے رخصت پر چلا
گیا تھا۔

آپ کا دعوتی رقعہ آیا اور رکھا رہا۔ لیکن کتاب اپنی مدت پوری کر کے
واپس گئی، کیونکہ وہ دس روز سے زیادہ میرا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

آپ نے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی تھی بلکہ کتاب کی روانگی کے ساتھ
ایک کارڈ دکھا جو مجھے واپسی پر ملا۔ اس لیے مین ڈاکخانہ کیلئے کوئی ہدایت نہ چھوڑ سکا
مین خوش ہوں کہ آپ نے میری طرف ”نا قدری“ اور ایک لفظ چڑھا
نہیں جاتا، اسکا انتساب اس وقت تک ملتوی رکھا ہے جب تک فرم جرم سے مین
بریت نہ ثابت کر سکوں اور یہ چند سطر مین میری صفائی کیلئے کافی ہوں گی۔ آج صاحب
کی تقریب پڑھائی مبارکباد گو مین شرکت کی مسرت نہ حاصل کر سکا

کتاب جولائی کے پہلے مہینہ مین بھیج دیجیے۔ امید ہے کہ آپ اچھے ہوں گے

مدھی حسن

الہ آباد تحصیل بارہ - یکم نومبر ۱۹۱۷ء

پیارے بھائی مدت کے بعد یاد فرمائی کا شکریہ دریا باد کے قیام میں اپنے اپنی طولانی اقامت کی وجہ نہیں لکھی اس لیے آپ ہی آپ کچھ خلش سی تھی۔

پھر معلوم ہوا کہ بھائی ماجد اپنے مرکز اصلی یعنی علی گڑھ پہنچ گئے، اس ہر سے اچھی طرح خوش نہونے پایا تھا کہ دفعتاً ”ہم“ میں ماجد کے نام کے ساتھ ”گولہ گنج لکھنؤ“ نظر پڑا اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا

کیون علی گڑھ چھوڑا؟ کیا آفتاب احمد خان کی ”استبدادیت اس کی

ذمہ دار ہے

میں خوش ہوا۔ آپ نے مرقع ادب میں میرے بعض خط دلچسپی سے دیکھے لیکن جقدر آپ نے مجھے بڑھایا ہے کیا یہ آپ کے حسن ظن کی افراط نہیں ہے؟ بہت نرمی کروں تو جوش محبت کہوں گا۔

مکاتیب شبلی دراصل دیکھنے کی چیز ہے، سچ یہ ہے کہ اس علم کے پتے کا کوئی رنگٹا بیکار نہیں۔ خط لکھنے کا ایک ایسا عنصر ہے جس میں لکھنے والے کے اہتمام کو چندان دخل نہیں ہوتا۔ یعنی وہ یہ نہیں جانتا کہ کبھی اس کی اشاعت کی نوبت آئے گی۔ اس لیے سرسری اظہار خیال بھی اگر اس پایہ کا ہو کہ انشا پر از می اسکی بلائیں لیتی ہو تو یہ بھی کمال کا ایسا نسخہ ہے جس سے قطع نظر نہیں کی جاسکتی۔

والصنفین کا حرف حرف منگو اتار رہتا ہوں آپ کے مدد کے جالب کچھ

تقیل سے معلوم ہوتے ہیں تحریر میں اُلجھاؤ ہوتا ہے۔ خاکسکار نکابے ضرورت
 ”کاشکے“ مجھے نہایت ناپسند ہے
 بھائی ماجد کی کیا رائے ہے

میں فتح آباد جانے والا ہوں۔ دس برس کے بعد لاہور آچھوٹا ہے لیکن
 بوجہ میں تبادلہ سے خوش ہوں
 آپ کے خط میں ماجد کی نسبت ایک حرف نہیں

ہمیشہ آپکا

مدی

جناب لکیر اکبر آبادی مرحوم کے نام

الآباد تحصیل ہنڈیا

یا دفرمانی کا شکریہ، وضعداری اور رکھ رکھاؤ اتنا تو ہو میری کج ادائیگوں کے ساتھ بھی آپ ہتھ سے نہیں اکھڑتے بس اسی کا دلدادہ ہوں
 بچھلی ملاقات ذرا بے کیف اور پھیکٹی رہی تھی مین بوجہ کچھ متردد سا تھا
 بار بار جی چاہتا تھا قلم سے تلافی کروں لیکن صیل مرغ کی ایک ٹانگ باخوشی قائم
 رہی۔ اور دن کو اکثر لکھتا ہوں مگر آپ کو نہیں ذرا اتنا یاد کیجئے گا

معاف کیجئے، مجھے آپ کے پرچے کا نام پسند نہیں اس سے تو ناقد یا الناقد اچھا
 رہتا۔ آپ کے جذبات کی لطافت اور پاکیزگی خیال کا کیا کہنا۔ اسی لحاظ سے مقالات
 مین بھی ایک بات تھی کچھ نہ سہی ”دلگیر“ مین کیا برائی تھی؟ آپ کا روح روان ہو کر
 رہتا۔ خیر یہ بحث اب غالباً بعد از وقت ہے

مین خوش ہوں کہ آپ کی فرمائش سے شرمندہ ہونا معلوم نہیں ہوتا چند سطر مین
 آپ کے خیال سے لکھی تھیں جو بڑھتے بڑھتے کئی صفحے ہو گئے، عنوان آپ کے ڈھب کا ہے
 یعنی ”فلسفہ حسن و عشق“

صرف ایک فقرہ مین لیجئے: ”عورت کی فتوحات اس کا سراپا، نشاط مین
 وہ دار کر کے رہیگی۔ کیونکہ یہ امرا کی فطرت مین داخل ہے۔ شانہ سے آنجل خود نہ گرائے

لیکن اگر اتفاق سے گر جائے، تو وہ خوب سمجھتی ہے۔ دوہرا لے ہوئے آئینل
 بین دراصل اسے سینے کا ابھار غائب کرنا منظور نہیں، بلکہ وہ چاہتی ہے کہ اور
 نظر جا کر دیکھیے۔ محرم کا جائزہ نظری ایک طرح کی داؤجس ہے جو ہزار پارسانی کیساتھ
 بھی وہ آپ سے لیکر رہیگی! اتوار کو صاف کر کے بھیجوں گا۔ جن کے واسطے سے
 پہنچے گا انکا سلام!

میں خوش ہوں۔ یہ اسکی نظرت کا از سہ۔ وہ

مدی

الہ آباد تحصیل ہنڈیا

نقش اول یعنی پہلے پرچہ کا مضمون خاصا رہا، بہت پسند آیا ضرورت تھی
 کہ ارض تاج ادبی حیثیت سے عروس سخن کے میکے اور سرال یعنی دلی لکھنؤ سے
 پیچھے نہ رہے۔ آپکی ”دہلیت“ کا یہ شریف تراقنا تھا کہ آپ کو لڑی بری جلوہ گری کا
 کا خیال آیا جو آج کل کے دماغی دور میں ارتقائی زندگی کا عنصر لازمی ہے۔

آپ کے ساتھ آپ کے ہاتھ بٹانے والے بھی بجائے خود ضمانت ہیں کہ یہ
 جنس کا غدی جس نے سال نو کے ہفتہ اولین میں دنیا میں قدم رکھا، ہاتھوں ہاتھ
 لیا جائیگا اور اگر اس شل پر عمل کیا گیا کہ ”بچے کو پیار کرو“ آپ سے آپ بوسے دیگی
 تو پھر تو آپکی گرم بازار میں ہم فنی کی حیثیت سے اچھے اچھوں کے لیے لائق رشک
 ہوں گی

ریاض کی چند سطریں دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کیا آپ اُن کو میری طرح
میری طرح تفصیل سے جانتے ہیں؟ یاد آتا مں! وطن کی بیس برس کی رفاقتیں آنکھوں میں
پھر گئیں۔

وہ گلیاں یاد آتی ہیں جو انی جس میں کھوئی ہے

بڑی حسرت سے لب پر ذکر گو بھپو آتا ہے

اس شہر نے جو بظاہر سادہ لیکن جذبات میں ڈوبا ہوا ہے، میرے دل پر چلیاں گئی

ہیں، ہفتوں بے چین رہا۔ اب بھی ایک آہ نکل جاتی ہے! مرحوم ریاض (خدا اُسے

مدتوں جلائے) عروس سخن کا آشنائے ازلی ہے۔ آپ لٹریچر کی جن نزاکتوں پر مٹے ہوئے

ہیں، وہ ریاض کے قلم کی آواز باز گشت ہے۔ آج لٹریچر پر طبع آزمائی کے لیے

بہترے اُٹھ کھڑے ہوں گے، لیکن میں نے پہلے پہل یہ لفظ ”ریاض الاخبار“ میں

دیکھا۔ جب اس کے مفہوم سے بھی اچھی طرح واقف نہیں تھا

اگر ”نقاد“ صرف گم گشتہ ریاض کی جھلک کبھی کبھی دکھا سکا تو آپ یقین

فرمایا، ”آپ کی ادبی تبلیغ کے لیے پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اسے میری کم انگلی

یا حسن ظن کی افراط نہ سمجھیے۔ جو کچھ عرض کر رہا ہوں ایک واقعہ ہے،

موجودہ لٹریچر ارتقائی حیثیت سے ریاض سے بے نیاز نہیں ہے جس طرح

نظم کا مالک ہے، آقائے شری بھی ہے اور یہی امتیاز فایقہ ہے جس کی بنا پر وہ انشا پر از

کا سلم الثبوت ہر وہ ہے۔ تاریخ آئندہ بتائے گی کہ صفت اول میں ریاض کو کہاں

جگہ دی جائے گی !

”نقاد“ کی قطع نہایت موزون ہے یعنی ”بوٹے سے قد“ کی جگہ جو ہندی مذاق ہے

کشیدہ قامت اور چھری !

مہدی

تحصیل سرائی

پیارے دلگیر مین ادھر پھر گورکھپور آیا، اور اسقدر غیر مطمئن رہا کہ آپکے عنایت ناموں کی تعمیل تو کیا جواب تک نہ لکھ سکا۔

اس درمیان مین نقاد بھی آگیا، اور آپ کی تحریک اشتعال کی حد تک پہنچی لیکن میرے موجودہ خشک مشاغل آپ کی ادبی دنیا سے اسقدر الگ تھلگ ہیں کہ کچھ کرنے نہیں دیتے۔ مجھ میں سخت عیب یہ ہے کہ ”میشہ ور“، مضمون نگار کی طرح قلم نہیں اٹھا سکتا، یعنی ضرورت ہے کہ کوئی خاص خیال موضوع تحریر بنکر خود سامنے آئے تو جیل نکلون۔ اور یعنی بھرتی مین قدرتی رو، یعنی لطف آمد نہیں ہوا ایک مصیبت یہ ہے کہ میرا مذاق بھی اور ون سے اسقدر بیگانہ ہے کہ مجھے خوف ہے کہ پرستاران نقاد کی توقعات پوری نہ کر سکیگا۔ ملک کے ہر رسالہ میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ پڑھنے والے اگر کوئی نئی بات سیکھ نہیں سکتے تاہم انکی ضیافت طبع ہو جاتی ہے لیکن مجھ کو کیا لطف آ سکتا ہے۔ جب اسی ہفتہ مین پروفیسر براؤن کی

سب سے جدید تصنیف یورپ سے ملی ہے اور وقت نہیں ملتا کہ اس پر نظر ڈال سکوں۔ کتاب کا موضوع سخن ”ایران کی موجودہ ارتقائی شاعری ہے“ براؤن کا دعویٰ ہے کہ جامی کے بعد انجمن مذاق شاعری جیسا کہ عام خیال ہے فنا نہیں ہو گیا۔

..... میری ٹوٹی پھوٹی تقریب میں فاضل مصنف کی حق تلفی ہوتی ہے آپکے ہاں ہر چیز ”غیر فانی اور لائق پرستش ہے“ کتنے ہیں جو براؤن کو جانتے ہیں یا جاننا چاہتے ہیں اور آپ کو تو اس سے نفرت ہے در نہ میں اس کے فارسی دیباچہ کو تنقیدی نوٹ کے ساتھ پیش کرتا اور دکھاتا کہ دوسطین بھی اس قسم کی بڑے بڑے جبہ و دستار یا غالب منش مدعیان ادب کی بس کی چیز نہیں۔ خیر یہ تو فرصت کے کام ہیں، لیکن شذرات میں مطبوعات یورپ کا ذکر ہی آجائے تو اچھے سے اچھے رسالہ کے چار چاند لگ سکتے ہیں۔ میں اس لیے نہ لکھ سکوں گا کہ آپ کے مذاق سے ٹکریتی منظور نہیں۔ تصرفات مضمون کو گنا دیتے ہیں اور میرے یہاں کسی طرح جائز نہیں۔

عارف کا لب لہجہ نہایت سخت رہا۔ ضرورت تھی کہ جو کچھ ہوتا ناقدانہ ہوتا ہٹیاروں کی ٹوٹو میں ادبی نکات کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ ٹیل ٹاک کے غیر صحیح موضوع پر اصرار دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑا جب یہ مبلغ ہو تو خدا ہی ہے جوابات رہے۔

ذاتیات کی بحث سے نقاد نے ایک نئی مصیبت مول لی۔

ایک دوست پوچھتے ہیں۔ ”بہ حد شوق نفوذِ تخیل“ کا کیا مطلب ہے۔ نیا زکی
سنایا ہے کہ انہی سے دریافت کیجیے

صرف خیر طلب

مہدی

تحصیل بارہ۔ الر آباد۔ ۸ مارچ ۱۹۷۷ء

پیارے دلگیر

خط ملا، تھوڑی دیر کے لیے آپ کی پیدا کردہ حرارت میری رگون میں بجلی کی
رود وڑا دیتی ہے لیکن اس قدر بے کیف ہو رہا ہوں کہ آپ باوصف خلوص نہاں ٹہیجہ کر
اندازہ نہیں کر سکتے

اشنائے سخن کو سابقہ پڑا تو کس سے ہڈیڑھ سو برس کی بڑھیا یعنی قانون
سے جس کے چہرے کی ہجرتاں میرے دماغ میں گرہن ڈالتی ہیں
بہی ۸ اپریل تک ضبط کیجیے، آخری موقع (چانس) ہے۔ یا تخت یا تختہ پھل
کی ہوس نہیں لیکن غیرت نفس گوارا نہیں کرتی کہ کسی سے گھٹ کر رہوں، لاج پٹری
ہے خدا بات رکھ لے پھر میں آپکا ہوں اور جہاں تک بائیں بنانے کا تعلق ہے
نقاد میرا

بعض سُرخیاں جو مین اس کے لطف طبع کیلئے کھ دیتا ہوں، یہ سرف اس لائن ہین کہ
 شوخی تحریر کے لحاظ سے مطاببات نثر کے تحت مین کبھی بھی اُن کو جگہ دیجیے لیکن یہ چیز مین
 ایسی نہیں جو کسی ادبی رسالہ کے لیے نفعیات ادب کے لحاظ سے مقصود بالذات ہوں، لیکن
 افسر یہ ہے کہ تصنیفی عہد کا شبلی کے ساتھ خاتمہ ہو گیا !

موجودہ نسل قدیم لٹریچر بالکل نہیں جانتی اور کتنی ہی روشن خیالی ہو بے گھر کی پوچی
 (دیکھنیٹی) کے کام نہیں چلتا، جس نوجوان گردہ کے ہاتھ مین قلم ہے، اُسے زیادہ سے زیادہ
 ”عیب پوش“ سمجھیے، یعنی معلومات اور قابلیت کے لحاظ سے ایک ایچ بھی نہیں لیکن چاہتا
 ہے کہ ایک فن مین ایک گز سمجھا جائے۔ ایک آدھہ تشنیاں لائن عبرت مین ہوں تو
 اُن سے کام نہیں چلتا۔

مآجد بنی اُسے کی دوسری کتاب فلسفہ اجتماع اپنے دیکھی، یہ البتہ ہونا رہا ہے اور
 ایک دن حکمائے ادب مین پیش پیش ہو گا اس لیے کہ اس مین گہرائی موجود ہے، نثری بات مین
 بنانا نہیں جانتا۔

تیار سے کیا فرمائش کروں، وہ صحیح مذاق تصنیف کی طرف نہیں آتے، عہد نہیں
 یعنی عتبی دور کے ارتقاء، دماغی پُرکھوائے۔ بہتیرے سنجیدہ عنوان ہین لیکن لکھنے
 والے کمان سے آئیں گے؟

مین یورپ کی مدد سے کام چلا سکتا ہوں لیکن پہلے بارہ چھوڑائے اور اکبر آباد کے
 کٹرے مین سیوے کی دکان کھلوا دیجیئے۔

مولوی محمد افراغ صاحب کے نام

کیمپ بارہ۔ ۱۸ اپریل ۱۹۵۷ء

پیارے افراغ۔ مفسل کی جگہ کا رڈ ملا۔ لیکن تم سے چند سطرے بس است! نافذ پر اعتراض تو کر دیا، لیکن اس سے اچھا کوئی نام بتاؤ تو میں قائل ہوں۔ قافیہ بندی کا خیال نہیں۔ جب سٹے ہاجرہ، پچھی یہ نام خیال میں تھا کہ شرعاً کیلئے کہیں موزون ہوگا۔ شاہد میں مٹھا اس زیادہ تھی اسلیئے اسے ترجیح دے رہی ہوں۔ کیلئے جی نہ مانا۔ بہر حال میں ترمیم کیلئے تیار ہوں اگر تم اس سے بہتر ترکیب بتاؤ۔

امتحان کیلئے جو کچھ ہو سکتا ہے کرتا ہوں افسوس یہ ہے کہ شروع میں خیال نہ آیا کہ تحصیلداری چھوڑ کر، مینے کیلئے متکلف ہو رہوں۔ کام کا ایک چکر رہتا ہے وقت نہیں ملتا۔ بے اطمینانیاں ہیں کہ انتہا نہیں۔

عید ہوئی ذوق مگر شام کو!

گھس پس کر کسی طرح ہوا ہوا یا تو ذمہ داریاں بلائے جان رہتی ہیں۔ آج کل جہاں ہوں عدالتی کام زیادہ نہیں مگر عالمانہ کی انتہا نہیں بہاؤ می تحصیل، رقبہ بڑا بند لکھنڈ کا ایک جڑ ہے۔ اسلیئے آئے دن رنج و غم کی انسدادی تجویزین چپ چاپ دیکھنا

پڑتا ہے صرف ذہانت سے کام نہیں چلتا۔ دورہ مین بڑے بڑے محکام کی آمد
تفصیح اوقات کا سبب ہوتی ہے اور مجھے وقف رہنا پڑتا ہے۔ حاکم پر گنہ بھی ایک
سولین ہے گو نہایت شریف لیکن کلکٹر

یہ اتفاق کبھی نہیں ہوا
تھا مگر اتنی خیریت ہے کہ خام مین سب ننگے یہ عام شکایت ہے

تنے بات پوچھی اس لیے دل کی بھر اس نکالنے کو یہ سب کہنے بیٹھ گیا۔ ایک سخت
خرابی یہ ہے کہ کتابین دکھتا ہوں سمجھتا ہوں مگر مضمون یاد نہیں رہتا۔ کبھی حافظہ تنہا
قوی تھا کہ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد مین آزاد اور نذیر احمد کی عبارت بلفظ ادا کر سکتا
تھا تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لا اور لٹریچر دو چیزیں ہیں۔ بوڑھے طوطے کا پڑھانا
آسان نہیں۔ ان باتوں کا احساس ہے کہ مارے ڈالتا ہے۔ یہاں کوئی ناہنجیصلہ
نہیں اس لیے کام کا زیادہ حصہ خود کرتا اور لکھتا پڑھتا رہتا ہوں۔ یہ عادت نہیں
رہی کہ الٹا قلم پکڑائیں۔ غرض منصبی حیثیت سے جو شگفتگی ہمیشہ میرے حصہ میں رہی
آج کل ذرا وہ بات نہیں۔ اپریل مین شرکت امتحان کیلئے جاؤنگا اور اس کے بعد
طولانی خصمت

.....
.....
عزیز نزل کی خبر لیتے رہنا۔ بھائی صاحب بھی گھر پر نہیں ہیں۔ احمد پر تاکید رہے کہ وہ ضروریات کی اطلاع کرتا رہے۔

تھارا بدستور

مدی

بارہ - ۲۷ اگست ۱۹۷۷ء

پیائے افراغ۔ تھارے خطوں نے آج کل میرے لیے ایک نیا لٹریچر پیدا کر دیا ہے جسے نہایت دلچسپی سے دیکھتا ہوں اور خوش ہوں بیشک! بچہ مصادق ہوا چاہتا ہے خدا متفقہ آرزوئیں پوری کرے۔ کچھ پروا نہیں اگر تم کسی وقت بھائی کے بیچن سے زیادہ وقع نہیں رہے۔ توازن کے لیے یہ کیا کم ہے کہ اسیل مرغ کی ایک ٹانگ! میں نے اپنی اکیسنگی نہیں چھوڑی۔ آج قدرت کا فتویٰ بھی وہی معلوم ہوتا ہے جو ہم دونوں کی متفقہ آرزو تھی کون کہہ سکتا تھا واقعات کی روداد موصول سے استقدر قریب تر کر دے گی۔

میں نے خلوص کے ساتھ اس اضافہ کو دیکھتا ہوں جو تھارے الفاظ میں بیروہ خاندان میں ہونے والا ہے اور شکر ہے کہ دیرینہ تعلقات کے لحاظ سے میں کچھ کھو نہیں

بلکہ ایک جدید سرچال کرنے والا ہوں اور یہی بڑی سے بڑی غایت ہستی ہے میری سلسل کامیاب اور موزون زندگی کی نہایت ضروری کڑی ہے۔

سول لاکھ لیے مجھے صرف ایک روز یعنی ۲۹ اکتوبر کو لکھنؤ میں شرکت کرنی ہوگی ۲۷ کی شام کو روانہ ہونگا اور ۲۸ کی صبح کو جارج ہوٹل امین آباد پارک میں ۲۹ کی شب کو واپسی۔ ۳۰ کی صبح کو الہ آباد اور انجے دنکو بارہ۔ کیا صلاح ہے کم کم ہوں یا ۳۱ نومبر۔ تمھاری رائے پر ہے۔

تم شرق سے آؤ۔ جم جم آؤ۔ ڈنکے کی چوٹ یعنی تو نذر ہاتھ پھیرتے ہوئے آؤ اور اپنی ولیر جوڑی یعنی شج کو بھی لاؤ۔ سمجھو یا نہ سمجھو میری وطنیت یعنی نیائے استبا تم ہی دونو تک محدود ہے۔ اونچی سے اونچی سوسائٹی میں اٹھا بیٹھا۔ بڑے بڑے جگمگاتے نظائے دیکھئے عمر اسی میں گذری لیکن قسم لو اگر آنکھیں خیرہ ہوئی ہوں بجلی کی ہوش رُبار روشنی میں ٹبھ کر بھی کبھی اپنے سادے چیراغون سے بے نیاز نہ ہوا اس سے زیادہ نمائشی دنیا میں ہم سے کیا چاہتے ہو۔ اچھے اچھون کو دیکھا آپ سے باہر۔ سبک سری کی جلتی بھرتی تصویر بن جاتے ہیں لیکن شکر ہے میں دو طرح کے دانت کھتا تھا۔ کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ یہ تفریق میری امتیازی زندگی کا ایک خاصہ طبعی رہی ورنہ خاک کے ایک پتلے میں اور کیا رکھا ہے۔

تمھاری بھادج کمتی بین تقریب میں سرے والی نہ تو بھانڈ تو ہوں تم دونو آجاؤ گے تو خیر بارہ کی رونق ہو جائے گی.....

.....

بیچاری آجکل افسردہ رہتی ہیں میری تنخواہ گنی بوٹی نپا شور باکھلے ہوئے ہاتھ
 کی فیاضی کو بینک کی موقت آمدنی قائم رکھتی تھی آج کل دروازہ بند ہے تین شتاہیاں
 ہو چکی ہیں بین نزاکت احساس کی رعایت سے ذکر چھوڑنا تو خیر یہ پہلو آنکھوں کے سامنے
 آنے نہیں دیتا لیکن جو صورت عنقریب پیش ہونے والی ہے اسکے لحاظ سے وہ ابھی
 سے متاثر ہیں اور یہ ایک قدرتی امر ہے۔ خاکسار جب بینک کی جان ہی کے
 لئے ہوں ۔

دُرد ہے ہمیں وہ صبا اور ہے

بادِ نابِ مُصفا اور ہے

صوفی صافی عزیز اور افسردہ کبھی کبھی دنیا کیفیت سے خالی معلوم ہوتی ہے اس صغیہ
 سے تم کو براہ راست تعلق نہیں رہا۔ تاہم سمجھو گے!

تمہارا

ہمدی

تفصیل بارہ، ۳۱ اگست ۱۹۷۷ء

پیائے افراغ آج جمشید کے تار سے حواس جالتے رہے۔ دفعتاً اتنا
 بڑا واقعہ۔ کسی طرح صبر کے لائق نہیں۔ جان حوا قب میں پڑی ہے کہ میری جمع پونجی کا

نہیں بشرطیکہ ”دعوتِ شیراز“ مایوس کُن نہ ثابت ہو۔

ذکی سے کہہ دیجیے ایک سرانی جوڑہ جس قسم کا وہ پسند کریں اپنے لیے بولیں
جو/۶۵ سے کم قیمت نہ ہو اور زیادہ جس قدر ضرورت ہو خوش وضع فراک یا ڈکس سٹ
موزون ہوگا.....

.....
عروس کے لیے آپ کی طرف سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اللہ آبادین نوبر
سے پہلے خریداری کا موسم نہیں ہوتا یعنی لینے کے لائق کپڑے نہیں ملے اس وقت
یہ ہے کہ مرے روابط انگریزی دکانوں سے بینِ مشرقی لباس وہاں تیار نہیں ہو سکتا
اُم شادہ صرف کر سکتی تھیں لیکن اُن کو بچوں اور گھر کے کام کا ج سے فرصت نہیں
زندگی میں پہلا اتفاق ہے کہ گھر میں کوئی ماما نہیں بچی۔ حکومت بھی ناکام
رہی، دس روپیہ ماہوار بھی کوئی بارہ آنے پر راضی نہیں ہوتی! نہ کوئی دیانت
ہاتھ آتی ہے۔

خوش ہوا ذکی نے..... کو خجستی دعوت دی۔ تمھاری دعوتیں ہمیشہ
سرکرتہ آگاہ ہوتی ہیں۔ ہندوستانی کھانے لائق اعتراض نہیں کہ یہی سب
کھاتے ہیں فرش بازی البتہ تکلیف دہ ہوتی ہے لیکن گوڑھ پور میں چاہہاں رہا
کیا ہے اور سب بے تہور۔

تنے سخت توہین کی اور کچھ کا کچھ سمجھے.....

ٹھیک وقت معلوم ہونے پر موٹر کار ذکی اور رفقا کو براہ راست الہ آباد سے
یہاں لائے گا.....

اسدھی کیلئے اونٹ منگوا یا گیا ہے سید بن
کی فرمائش تھی فضول دہم دل میں نہ لاؤ۔ ذکی کو سرائے الگ نہیں رکھتا۔ بی قبول
کستی ہیں ایسا ہی مقدموں کا اور وہ بھی فوجداری کے بھائی ذکی کو خیال ہے
تو قدر دانی معلوم ہوئی! بڑے سے بڑے خسارہ کی تلافی میرے ہاتھ کے ایک
پان سے ہو سکتی تھی!

مدی

بارہ۔ الہ آباد۔ ۲۱ نومبر ۱۹۵۷ء

پیارے افرغ ذکی سلمہ! امید ہے بخیریت پہنچے ہونگے اور تھاری
تنہائی رفع ہوئی ہوگی لیکن ایک کے فائدے سے دوسرے کا نقصان ہوتا ہے
میں ذکی کے قیام کا اس قدر عادی ہو گیا تھا کہ اب چار پرانے نکھین ڈھونڈھتی ہیں

چند روزہ کیجانی میں مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ اسی گھر کے وہ ایک فرد تھے
 جیلہ یعنی آپکی بہو بالکل اچھی ہے۔ کھانسی و انسی کی کچھ شکایت نہیں۔ نئی
 امان ابا کو یاد کرتی ہے۔ مجھے کہنا چاہیے تسلیم کرتی ہے۔

بارہ کا موسم شروع ہو گیا یعنی میری بے فکریوں میں کچھ خلش پیدا ہو چکی ہے
 ایک سولین افسرانچارج ہو کر آ رہا ہے۔ تجھنا دورہ کرنا ہے حالانکہ بند خیمے کی رون پر وہ
 دلی سے ہوتی ہے تم ہمیشہ کے کا داک جاڑوں میں درجن شریفے صان کرنے
 والے ان گرجشیوں سے نا آشنا ہے اسلیے سمجھ میں نہیں آئے گا۔

شیج کو کئی دن سے سوچ رہا ہوں لکھوں امید ہے اچھے ہونگے۔ دلی کا
 ایک پرچہ چھوٹ گیا تھا جو بھیجتا ہوں۔

تھارا بدستور

مہدی

تخصیل بارہ ۳۰ نومبر ۱۵ء

پیارے افراخ تمہاری دو نو تحریریں اس قدر دلچسپ تھیں کہ میں نے ان کو
 بار بار پڑھا۔ لیکن اگر میں اس کی داد دوں تو ہم دو نو ”حاجی“ ہو جاتے ہیں۔
 جیلہ تمہارے شفقت آمیز خیالات کی نہایت ممنون ہے، میں خط کے اجزائے

سنا دیا کرتا ہوں وہ خوش ہے کہ اس کی آئندہ زندگی کی کامیابی کیلئے تم مکان میں بھی بعض ضروری تصرفات کے لیے آمادہ ہو۔ خدا کیلئے مجھے بار بار اطمینان نہ دلاؤ۔ میں دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا ہوں مجھ کو تم پر اس قدر بھروسہ ہے کہ میں نے ان امور سے متعلق تمسے کچھ کہنا پسند نہیں کیا۔

ہاں پیارے پرانی رفاقتوں کی تمیم انگیزان ہین جو عطر محبت کی حیثیت سے دو گھرون کو بساؤں گی! شکر ہے کہ روابط سابقہ نے مستقل قرابت کی صورت اختیار کی۔ یہ نیا قالب جو میرے تھائے اجزار فانی کا غیر فانی عنصر ہو گا وہ جوہر حیات ہے جو دراشتہ طبعی کے محاذ سے باقی رہنے والی چیز ہے جسے متفقہ خاندانی ہمیشہ زندہ رکھیں گی اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو؟

..... تمھاری شامت اعمال

کا اثر ہے تم اس تفصیل سے غریب کے سر جو تے رہتے ہو کہ مجھے تمھاری کوئی ہو بلا امتیاز خبر یعنی پڑے گی

..... گایان کھانے کو جی چاہتا ہے تو کچھ دن صبر کرو۔ گو رکھپور کی بھنگینوں کا ایک حلقہ ہو گا اور آپ کی ذات خوش سفاکی ایسی ہی سناٹی ہوں کہ یاد ہی تو کرو گے۔

تمھارا

مہدی

کیپ بارہ

شب ۲۷ جنوری ۱۹۴۷ء

بھائی افراغ کارڈ ملا۔ میری مصروفیت کو کیا پوچھتے ہو۔ دل بچے شکوہ اس لائق ہوا ہوں کہ تم کو چند سطریں لکھ سکا۔

بس اس سے اندازہ کر لو کہ ۳ کو صاحب کلکٹر ایک دن کیلئے میری تحصیل کی آخری حد پر جا رہے ہیں۔ ۵۰ میل کا سفر ہوگا۔ ۴ گھوڑوں کی ڈاک ہوگی۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ میں ہمسفر ہونگا لیکن گھبرانہ جانا میں جاؤنگا لیکن اسی رُؤ واپس نہ ہو سکوں گا۔

آج کل بآمدہ کی آرام کرسی پر کچہری سے دابھی پر ڈلائی اوڑھ کر تھارا پڑھانا بے اختیار یاد آتا ہے، اور رشک ہوتا ہے!

جمیلہ سے کہہ دینا میرا عرب نہایت وفادار نہ ساتھ دے رہا ہے اور ٹھوکر نہیں لیتا۔ مطمئن رہے۔

ذکی سے نام نہ ہوں جو اب لکھ نہ سکا۔ لیکن انشاء اللہ اس کی شام کو پھر اپنا مالک ہوں گا۔

مجھے سول لائین پاس کرنا چاہتے ہو تو ہندوستان کے قانون وراثت کی مفصل یادداشت بھجواؤ۔ ابھی تک تو کتاب چھوٹی بھی نہیں

امید ہے عزیز، شاید، تا قد بخیریت ہونگے، یاد نہیں کب سے نہیں دیکھا

مہدی

تھیں بارہ ۱۸ جنوری ۱۹۷۷ء

پیائے افراغ۔ دو خط ملے میری سحر طراز یونیکا تو آپ کو اس قدر فیاضانہ اعتراض ہے، لیکن کچھ معلوم بھی ہے آپ کی دفاع نگاری کہاں تک سچے جذبات کا مرقع میری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی رہتی ہے سچ یہ ہے خلوص ایک غیر اکتسابی معنی وجدانی خیر ہے تم ہمیشہ ”جو فروش“ رہے اور کبھی گندم نمائی پسند نہیں کی اور میرا خیال ہے ایک منطقی شخصیت کو جو اخلاقی پہلو بھی رکھتی ہو دنیا میں ناکام نہیں رہنا چاہیے اور اس کے آثار انشا اللہ اب بقیہ زندگی میں دیکھو گے۔

شیئہ کے لیے ٹھیس تو لازمی ہے ضرورت صرف اتنی ہے کہ چکنا چور نہ ہونے پائے موجودہ ش..... تمہارے آئندہ اطمینان کی ایک اخلاقی ضمانت ہے، جسے ایرانوں کی اصطلاح میں اسپند معنی بد نظری کا یکہ سمجھو۔ تم وطن میں ایک متفقہ قوت رکھتے ہو کائنات میں تمہارے حاسہ اخلاقی پر کسی قسم کا بار نہیں ہے۔ بس اتنی سی روداد تمہارے بول بالے کے لئے کافی ہے

تمہارا

مہدی

بارہ، ۱۱ اپریل ۱۹۷۶ء

پیارے افرغ کا خط ملا۔ آج میرا خط پڑھ رہے ہو گے جس سے معلوم ہوگا کہ تم سرچارج کی پیشی کیلئے صرف با وضو گئے لیکن مین نے کچھ اس سے زیادہ ہی اہتمام کیا۔ خوش ہوا تم کامیاب رہے ذکی کے باوا کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔
 تم مجھ کو اس گرمی مین گو رکھو رہلاتے ہو اور میری حالت یہ ہو رہی ہے کہ دھوپ مین اندر سے باہر آنا گران گزرتا ہے۔ جینے کا سہارا یہ ہے کہ خُس کی ٹٹی کے ساتھ پٹکھا اور مین دونو ایک ہی عالم کی چیزیں ہین !
 ایسٹر مین تو خیر کیا آؤنگا لیکن یہ تو قطعی ہے کہ جمیلہ کے عہد ولادت سے پہلے مجھے آنا ہوگا۔

تمہارے ان فقر و ن نے خلش پیدا کر دی کہ ”بہت سی باتیں ہین جن مین مشورہ کرنا ہے۔ بہت سی ضروری باتیں تمہاری رائے کے کرٹے کرنا ہے، معے یا تو لکھا نہ کرو یا لکھتے ہو تو اتنی تفصیل کے ساتھ کہ انھیں نہو۔

بہر حال جن وجوہ سے میری آمد ضروری ہو۔ مین ان سے خالی الذہن نہیں ہوں۔

افسوس ہوا ذکی بالغ اعلوم ہونے کے بعد بھی مبتلائے قبض ! ایک گئی کا نام بھیجتا ہوں جس سے جمیلہ واقف ہے۔ یہ گویاں وقتی اخراج کے لیے نہیں ہین بلکہ نظام اسٹم، معدہ درست کر دیتی ہین بشرطیکہ کھانے والے مین تیز ہو اور

اپنی حالت کے اندازہ کے ساتھ ایک سے چار تک انکی تعداد گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ مسلسل کھائے۔ بناتی اجزا ہیں۔ معدہ پر کوئی بڑا اثر نہیں ہوتا۔ ایک بات اور کہ غذائیں ترکاری کا جزو زیادہ ہونا چاہئے جو غیر خراب شدہ یعنی قدرتی حالت میں ہو۔ سب یاد کرتے ہیں۔

مہدی

تحصیل بارہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۷۷ء

پیارے افرانغ دو خط کا جواب ایک ساتھ لکھتا ہوں گرمی میں جب پہاڑ کا موسم حصہ میں نہو انگریزوں کے محاورہ میں صرف ”پسینہ“ میں شل ہونے کے لیے رخصت لینا میرے خیال میں سخت غلطی ہے۔ بارہ کے موسم کو کیا پوچھتے ہو۔ خاص بند لکھنڈ کا ٹکڑہ ہے تم ایک دن بھی یہاں نہیں کاٹ سکتے۔ مجھے صرف مجبوری یہاں چلائیگی۔ پہلا اتفاق ہے، پار سال اس زمانہ میں وطن کی تیاریاں تھیں، اگست یا اکتوبر موزون زمانہ ہوگا۔ رخصت لو اور کم سے کم ایک مہینہ میرے پاس رہو کہ کتابوں کا سرسری جائزہ تو ہو جائے۔

تنے جیدہ کے سلسلہ میں تاریک کوٹھری کا ذکر کیا ہے لیکن غور کرو یہ تاریک
 کوٹھری کہاں نہیں ہوتی۔ جسکے ذمہ ارٹھے لکھے مردہین عورتیں قطعاً نہیں۔ یہ دراصل
 مردوں کے اجتہاد یعنی قوت فیصلہ کی کمزوری ہے کہ کوئی اصلاح نہیں ہوتی، ایشیائی
 مرد جہاں عورتوں کے ساتھ سخت تکمانہ برتاؤ کرتے ہیں جس سے قریب قریب عورتوں کی
 ہستی باقی نہیں رہی۔

یہ وہ راز ہے جسے بڑے بڑے شایستہ اور پڑھے لکھے نوجوانوں
 میں بھی قابل افسوس استغناء پیدا کر رکھا ہے، مان تو بچہ بھی نئی وضع میں داخل ہیں میری
 والدہ اور بچہ بچہ سے زیادہ راسخ الخیال کون ہوگا لیکن انکی شریف النفسی سمجھو یا میری
 سعادتمندی، میں انکو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش نہیں کی صرف اپنے کام کے کام لکھا۔

احمد شاہد نافذ تو بالکل مغربی اصول پر پیدا ہوئے لیکن جمیلہ صالحہ کی پیالیش
میں بھی نہ دروازے بند تھے نہ اندر لگ تھی صرف ایک لڑکی جو جمیلہ سے پہلے پیدا
ہوئی نذر جہالت ہوئی اور یہ قدرتی سبق تھا جس نے میرے گھر والوں کو میرے
نقطہ نظر کا ہمدرد بنا دیا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کے احساس کے ساتھ کوئی امر مانع نہیں
ہو سکتا، نہ عورتوں کی شخصیت غالب آ سکتی ہے، باقی آئندہ۔
بیگم کی طرف سے جمیلہ ذکی وغیرہ کو دعا۔ تم کو سلام

ہمدی

بارہ، ۱۳ جولائی ۱۹۷۷ء

پیائے افراغ ۹ اور ۱۱ کے خط آج ایک ساتھ ملے سخت انتظار تھا
گو رکھپور کی ڈاک کی ترکیب بعض دفعہ سمجھ میں نہیں آتی۔

بہی۔ تمہیں معذرت کی ضرورت نہیں تمہارے بلاوے کے خطوں کے ساتھ

جس قدر دیر ہو رہی تھی، مجھے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے میری طرف سے اقدام جرم ہو رہا ہے
کیا بتاؤں دو تین ہفتے کیا حالت رہی قلم ہاتھ میں لینے کو جی نہیں چاہتا تھا شکر
ہے عزیز وقت سے پہلے پہنچ سکین اور دو طرفہ خلش میں کمی ہوئی مسز جونس کا پتہ
نہیں ہے تو نمونہ ہی پر نگاہ رکھو خدا خیریت لکھے اس سے ضروری مدد بجا لے گی۔

عزیز سے ایک مرتبہ اُسے ملاو کہ اندازہ ہو جائے کہاں تک ضروری واقفیت رکھتی ہے، عزیز اس قدر سلجھی ہوئی خوش تربیت و وسیع المشرب اور ہمدرد ہے کہ ناممکن ہے کسی حیثیت سے بار خاطر ہو سکے اور میرے لیے تو بھائی شریک زندگی ہے ایسا رسا ایسا ہے کہ اس نے قریب قریب اپنے کوٹا دیا ہے، وقف ہمدی ہونے کے سوائے زندگی کی کوئی غایت نہیں نور جہان کے قصے ہیں کہ جب تک پیٹھ پر ہاتھ نہ رکھتی، نگیلے جہانگیر سے دربار میں بیٹھا نہ جاتا، مگر میں دائمی اس قدر عزیز کا عادی ہو رہا ہوں کہ ایک سنٹ بھی بغیر اسکے گزر نہیں کر سکتا، وہ ایک ہی وقت میں سیری بوی، سیری خاد، سیری سکرٹری، سیری مصاحب غرض زندگی کے ہر صیفے کی انچارج ہے یہی آج کل کی لحظہ زندگی کا بڑے سے بڑا ریاض ہے جو ہزاروں میں ایک کو بھی حاصل نہیں اس اطمینان کی کمی ہے، خدا ہم بھون پر رحم فرمائے۔

تنے گھر کی فرست کا ذکر کیا ہے، دل سے آہ نکل گئی، ہاں میں اُسے اپنا مزدور بن کر کہا کرتا ہوں، کونا کونا میرا رازدار اور گوارہ عیش رہا ہے، میان مرحوم نے اتنی بڑی عمارت کھڑی کر دی سیری ناخلفی دیکھو مرست تک نہیں ہوتی۔

پار سال عزیز نے جو ایک ریاست کا انتظام کر سکتی ہے کچھ حیثیت درست کر دی تھی اس دفعہ دیکھیے کیا ہوتا ہے،

شاہد کی نشانی دیکھی، یہاں کی ہم گھنٹے کی رفاقتیں یاد آ رہی ہیں سب کو ایک طرف سے

پیائے سعدی کے زمانہ میں سنا ہے وہاں قحط اس طرح ہوا کہ بچے پری
تھی کہ لوگ عشق عاشقی بھول گئے تھے میں اس وقت ہوتا تو ٹیپٹ کے بندوں کے
مقابلہ میں تم ایسوں کی ناک رکھ لیتا لیکن گورکھپو کی ”بے اطمینانی“ دور از حال کچھ
اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے سرے سے قلم کا استعمال ہی بھول گئے
تھے تو تمہارا لائق فرزند منی ایچر“ اچھا جو یاد کر لیتا ہے اور شاید تمہاری طرح سلام
رُوستائی کی حیثیت سے نہیں!

م

بارہ ۱۴

تفصیل چھپراؤ۔ فرخ آباد

۲۸ نومبر ۱۹۷۷ء

میرے پیارے افراع آپکا مفصل خط اس وقت ملا جب آپ میری
تحریر دہان پڑھ رہے ہونگے، کل کے کارڈ میں رسید بھی آگئی۔
افسوس ہوا۔ صفیہ نے عارضی علالت سے تکلیف اٹھائی اسکی فلسفیانہ
سنجیدگی میں حصہ غالب مان کا ہوگا بشرطیکہ اس کے باوا کو اس سے اختلاف
نہو۔ خدا نظر بد سے بچائے

یہ آپ کے دشمنوں کو ہیجان کیون رہتا ہے اور ہر وقت کی غیر گفتگی کیسی ہر صاف لکھو
تو سمجھ میں آئے۔ گھر بیٹھے کی نوکری کو کیا سمجھتے ہو چلتی پھرتی نیشن ہے بھائی نیشن

اُن نفوس قدسی کے لیے موزون ہوتی ہے جو ملازمت میں اس کے لیے تیا رہتے رہتے ہیں اور جن کا مقصد زندگی یہ ہوتا ہے کہ آزادی کے بعد بچھلے اندوختہ سے کوئی نیا مشغلہ ہستی پیدا کریں۔

آپ ہوں یا میں ان میں ہیں کہ تنگی نہائے گی کیا اور بچوڑے گی کیا ہے دن 'جینے یعنی نوکری کے لائق ہیں' بنگلوٹی میں بھاگ کھیل جیسے پھر جھاڑے گا تو گرد کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ پنشن کو میرے بوڑھے بچے تم کیا سمجھتے ہو! پھولوں کی بیج کے خیال میں نہ رہنا کہ یہ کبھی تمھارے حصہ میں نہیں آئی۔ رہے چھنے والے کاٹنے قبر کے سانچے میں ڈھلنے سے پہلے اُن کے لیے بہتر وقت پڑا ہے، تم اپنی طرف سے جلدی کیوں کر رہے ہو، درخواست پنشن کو تمھارے سے ہٹے کٹے آدمی کے لیے میں دو دراز حال "پیام موت" سے کم نہیں سمجھتا۔ تمھارے ساتھ اپنی اور شیخ کی حالت پر بھی نظر ہے، یہ ناگزیر وقت (یعنی "مقدمہ فنا") تو آکر رہے گا۔

جی گھبرا تا ہے اور اس کے وجہ ہیں تو طولانی رخصت لیلو میرے ہاں مل اور زبان ایک چیز کے دو نام ہیں تم کو بھی خلوص کا دعویٰ ہے تو میرے پاس چلے آؤ۔

ایک آراستہ اور مرتب کمرے اور قیمتی لائبریری کے ساتھ دو وقت کی روٹیاں اچھی سے اچھی لیلو۔ تم نہیں میں تمھارا اہمان ہوں گا۔ دھوتی باندھنے کی اجازت ہوگی، لائسنس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی

میرا معاملہ انشاء اللہ طے ہو جائے گا۔

سب کو دعا

ہمدی

تخصیص ڈیرہ پورا کا پتہ ۵/ دسمبر ۱۹۸۶ء
 پیارے افرغ! مبارک باد لکھ چکا ہوں لیکن سیری نہیں ہوئی آج پھر اُس کی
 تجدید کرنے بیٹھا ہوں مگر فرط انبساط سے الفاظ نہیں ملتے۔ سچ یہ ہے کہ خدا نے بڑا دم
 فرمایا۔ واقعات کی رفتار دھرتی چار ہفتے بالکل معجزانہ تھی اور شکلات کا ایک ایک
 کرم کے خاتمہ ہو گیا۔ صرف ایک خلش ہے اگر شیخ محمد آہ تیس برس کا تخیل ہم رنگ
 رفیق اگر مل گیا تو سردست کوئی بڑی بڑی آرزو نہیں معلوم ہوتی۔

.....
 سردست وطن نہیں آسکتا لیکن تم لوگوں کے لیے
 کوئی وجہ مانع نہیں بڑے دن کی تعطیل میں آؤ اور ذکی اور جمیلہ کو ساتھ لاؤ جمیلہ
 جس طرح اکبر پور سے رخصت ہوئی تھی آج تک اُس کا نقش دل میں باقی ہے میں چاہتا
 ہوں اس کو اس دفعہ بالکل تندرست دیکھو بڑی تعطیل میں کلکٹر ضلع اور ان کے مقتد
 ہماؤن کا یہاں جگھٹا ہو گا تحصیل کے تمام متعلقات اس قدر نفیس ہیں کہ صوبہ سفر کی
 پوری تلافی ہو جائے گی خاص کر میرا مکان آذکی اور حشیدہ کو علیحدہ علیحدہ کمرے دیے جائیں گے

تھاری آسائش کا کمرہ دھوپ کی نشست جدا گانہ ہوگی، جمیلہ کا خیال ہے کہ میں اپنی مقناطی
کشش سے تم کو جس بات پر چاہوں لازمی کر سکتا ہوں، کیا تم میری یہ آرزو پوری کر دے
جواب میں صرف ہانٹ لکھو

مہدی

کیمپ ڈیرہ پور، یکم جنوری ۱۹۷۷ء

پیائے افراغ آپ معاف فرمائیں گے جواباً آپ کو جلد نہ لکھ سکا۔ سردی
ادھر خوب چمک گئی ہے، ابر و باد، شب کو بارش اور ازلے ایک ہفتہ ہو گیا مطلع صاف
نہیں ہوتا۔ میں ڈیرہ پور ایک دن کیلئے گیا تھا۔ دو تین روز رہنا پڑا۔
رطکیاں کہتی ہیں موسم کمرے سے باہر نکلنے کے لائق نہیں، سفر کا تقاضا نوجوانان
گو رکھپور کی خوش تیزی ہے، مجھ کو مجبوراً تار دینا پڑا۔ معلوم نہیں وقت سے پہلے لا
بھی یا نہیں۔

سب کی سب اچھی ہیں اور خوش ہیں، زندہ دلی کے سامانوں کی کمی نہیں
دن بھر سینے کی مشین چلا کرتی ہے، شب کو کھانے کے بعد دنیا کے تذکرے اور
بے ضرر تنقیدات، بھولا بھٹکا کبھی کیمپ سے پہنچ گیا تو ”میس“ (Mees) کا
لطف آتا ہے، خاص کر اس لیے کہ گھر کی شائستگی میں آپ کی امانتیں بھی شریک ہیں۔
صاحب کبھی کبھی آپ کی محبت کے قصے چھیڑ دیتی ہے جو آپ احمد اور اس کے ساتھ

نہیں یعنی فیشن کے لحاظ سے یہ طے شدہ ہے کہ آپ کی باوضع سنجیدگی جہاں فریج سیر ڈکا خاکہ پسند نہیں کرے گی۔ "سار کی کوچی" کی طرح کوئی مصرفت کار بھی معلوم نہیں ہوتا تو بہ زمین کیا لکھ گیا یہ خیال نہ رہا کہ رگزن بالوں سے کام لیتے ہیں وہ لایق تشبیہ نہیں ہیں۔ بہر حال ان اضافی تصریحات سے میرا مطلب صرت یہ ہے کہ خواب کا بے جوتہ ثابت ہو جائے یعنی میں اپنی غلطش دور کرنا چاہتا ہوں

یہ بہت رہی کہ الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے خط آپ نہ لکھیے اور جواب طلب کیجئے مجھے؟
 بوڑھا غمزہ سر آنکھوں پر لیکن انصاف بھی کوئی چیز ہے آپ کی حرکت اضطراری ACTIVITY
 صبح سے شام تک کرسی پر جمی ہوئی نشست سے آگے نہیں بڑھتی ایک مین ہوں کہ
 ہوائی جہاز نہیں بگھوڑے کی پشت پر چپہ چپہ زمین اور اسکی پیداوار کا جائزہ لیتا پھرتا
 ہوں اور پھر بھی انسانیت سے دست بردار نہیں ہوتا۔

افسوس ہوا جمیلہ نے چھوٹے دانوں سے تکلیف اٹھائی خدا کرے اب بالکل اچھی ہو
 ۱۲ برس کے بعد ٹیکہ کی پھر ضرورت ہوتی ہے۔ مینے توجہ دلائی تھی یہ مرض سخت وبائی
 صوٹ اختیار کر لگاتا ہے

اور سب بدستور، صفہ کو پیار

رحیم کی چوٹ کا کیا حال ہے میری طرف سے پوچھ دیجیے گا۔

ہمدی

تفصیل ڈیرہ پور

”الوداع“ ۲۷ جون ۱۹۴۷ء

پیارے افرارغ خط ملا۔ لکھنؤ سے واپسی کے بعد آپ کے مفصل خط کا میں نے تفصیلی جواب لکھا اسی روز جمیلہ صاحبہ کو بھی لکھا تھا مشترک اطلاع یہ تھی کہ جنگ افغانستان کے سلسلہ میں گورنمنٹ کی تحریک پر کلکٹر نے ”کار خاص“ کیلئے ضلع سے صرف میرا نام بھیجا۔ کسی خط کی رسید نہیں ملی آپ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سے خط پہنچا ہی نہیں جمیلہ بھی شاکی ہے سمجھ میں نہیں آتا یہ صورت کون پیش آئی۔ اس ہفتہ میں صاحب کلکٹر سے ملا۔ خصت کی نسبت کہنے لگے ”جب تک بارش کی طرف سے اطمینان نہ ہو، میں مناسب نہیں سمجھتا۔ اکتوبر سے جاسکتے ہو سخت ضرورت ہو تو اتفاقہ اجازت کافی ہوگی“ اسلیے سردست میں نہیں آسکون گا۔

نئے سمدھیانے والوں کو اصرار ہے کہ عقد اسی مہینے میں ہو یعنی صاحبزادے کے بی اے کا آخری سال بزم عروسی کے نذر ہو اسلیے عزیز بیگم جاہنگی اور تانیخ مقررہ پر دو چار دن کیلئے میں بھی آجاؤنگا لیکن گرمی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ گھر سے باہر پاؤں نکالنا تو خیر زندگی ایک معجزہ معلوم ہوتی ہے، اس وقت تک بارش کا ایک قطرہ نہیں ڈیرہ پور کرہ آتش ہو رہا ہے! اسپر اضافہ کیجیے اسل وداؤ کو کہ ایک فیاض باپ کی فیاض بیٹی جس نے ہزاروں روپے بالائی امور میں صرف کر دیے، افسرہ دلی کے ساتھ جائے گی۔ حالانکہ جہان تک تشیط ہستی اور زندہ ذی کا تعلق ہے وہ میرے لیے شرط زندگی ہو رہی ہے سمجھ میں نہیں آتا

.....۵۔ کے حلق سے ہزار پانسو کس طرح اگلاؤں لیکن جو کام میرے کرنے کا ہے وہ دنیا میں میرے سوا کون کر سکتا ہے کیونکہ اور دن کو اپنے ذاتی انکار سے فرصت کیاں احمد کی کامیابی آپ لوگوں کو مبارک ذکی کا تار لگیا تھا انکو فرصت ہو تو یہ دیکھو گے علیحدہ نہیں لکھتا حوصلہ مندی کا اقتضایہ ہے کہ میں اسکو ڈاکٹری لائن میں بھیجتا لیکن میرے دل کا چوریہ ہے کہ میں اُسے ادیب اور کم سے کم باغِ علوم ہونے کے بعد تعلیمی شاخ کیلئے تیار دیکھنا چاہتا ہوں اگر لیاقت پیدا کی تو کبھی نہ کبھی ”کرسی“ پروفیسری بلجائے گی اور یہ بے خلش شریفانہ زندگی کے لیے میرا ایک پرہیزگار ہے۔

آپ کیا فرماتے ہیں میری رائے کی پابندی لازمی نہیں جمشید ذکی غیر سے مشورہ کیجیے اور آپ جو کچھ طے کریں وہی احمد کا فیصلہ قسمت ہوگا۔

شیخ کا اعادہ مرض بہت افسردہ کن ہے، آج ان کو بھی لکھتا ہوں تشریں کے جوانی سپر فرتوت کا گہوارہ عروسی قابل دید ہوگا بحق شفعہ کی بہت ہی دیکھیے دنیا کی یہ نیزنگیاں ہیں لیکن ہوس پر اعتراض نہیں لیکن ذمہ داری کا عدم حساس البتہ لطف سے خالی نہیں

جیلہ اور ذکی وغیرہ کو عید مبارک اور دن کو دعا۔ صنفہ کپیار۔ بہتور آپکا
مدی

۵۔ کا ست بینک کا منجر جہان پندرہ ہزار روپیہ میرے اپنے جمع تھے جو والد مرحوم کے ترکہ سے مجھے بعد تھے لیکن اسوقت بینک کی حالت خطرناک ہو رہی تھی، مدی بگم

ڈیرہ پور

۱۶ اگست ۱۹۷۷ء

پیارے افرانغ کل اطلاعی کارڈ بھیج چکا ہوں کہ صرف ۵ روز کی اجازت ملی۔ میری مایوسی کی انتہا نہیں مجھے زیادہ اسکو مایوسی ہوگی جو صرف میرے لیے جیتی ہے اور جس کی غایت زندگی میرے چاہنے کے سوا کچھ نہیں

میری مجبوری یہ ہے کہ کلکٹر اپنے حکم میں ترسیم کا عادی نہیں مین بھی کم خود اُٹا نہیں ہوں، ۱۹ کو کانپور ایک سلسلہ میں جا رہا ہوں بلونگا اگر ۲۲، ۲۵ کی اجازت مل گئی جو تعطیل کے دن ہیں تو میری مختصر خصلت کا آغاز ۲۶ سے ہوگا۔

حاکم پرگنہ ایک انگریز ہے جو معائنہ تحصیل کے سلسلہ میں ۲۲ تک بیان رہیگا تینیس کو آواز دہونگا اور اگر تعطیل کی اجازت حاصل کر سکا تو ۲۴ کی صبح کو انشاء اللہ پہونچون گا۔ بہر حال شرکت ہو جائے گی اور یہ بھی غنیمت ہے کہ تشنہ محبت اُن بھون کو ایک نظر دیکھ لے گا جن سے بیگانگی اتنی بڑھ گئی ہے کہ وطن پر دس ہو رہا ہے۔

اچھے بھائی کو شش کر دہاں تک ہمارے انتظامات کا تعلق ہے عزیز کو میری کمی محسوس نہو اور وہ دل شکستہ نہوں جب میں پہونچ جاؤں گا انشاء اللہ تلافی ہو جائیگی دل کی نزاکت دو طرفہ اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ سبولی ٹھیس کی بھی سہا نہیں اس لیے تم سے فریادی ہوں خیال رکھنا کسکا کچھ خیال شریعت میں آیا وہ تم تو اس صیغہ سے

استقرار الگ ہو رہے ہو کہ بات بھائی شکل ہے لیکن کبھی آدمی تھے۔ خدا میری ناداری پر رحم کرے اور شیخ کے ساتھ تم کو مدتوں زندہ رکھے پھر کہاں لوگ اس طبیعت کے۔

تھارا

مدی

ڈیرہ پور ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء

تسلیم کارڈ ملا، آپکی رخصت میں سچ یہ ہے صرف میرا حصہ تھا۔ یہاں تک پہنچنا چنانچہ شکل نہیں تھا۔ سن پانچ روپے ہوئے نہ آپ کو اسکی پروا، پھر میں چھوٹے بھائی کی حیثیت سے تو موجود ہی تھا، یہاں پہنچ کر ایک خاموش کمرے میں میری "نازنینا حرم" یعنی کتابیں آپکے لیے وقف کا رتبہ کھانے کے ساتھ دوست کی چائے کی طرف سے بھی اطمینان تھا، آپ ہی بتائیے اور کیا چاہیے کون جانے آئندہ سال ایکجانی کا موقع ملیگا۔ یہ بھی مشتبہ ہے کہ ہم ہونگے بھی یا نہیں بیگم! اکتوبر کو روانہ ہونگی چشم براہ ہوں

صفیہ کو پیار

م

ڈیرہ پور، ۹ نومبر ۱۹۷۷ء

پیارے افراغ آپکے مفصل عنایت نامے کا جواب جلد نہ لکھ سکا۔

میری روحِ روان کے قیامِ وطن میں جس زندہ دلی کے شواہد آپ کو ملے جسکی پاکیزگی اور نفاستِ عمل کا آپ پر اس قدر اثر پڑا اور جس کا بیرونی دنیا کسی طرح اندازہ نہیں کر سکتی۔ میری دلی خواہش تھی کہ آپ ان دلچسپیوں میں اپنی خواہش کے مطابق کافی حصہ لے سکتے لیکن یہ اُس وقت ممکن تھا کہ محمود آباد نہ سہی کم سے کم اتنا ہوتا کہ کچل پر مسلسل برس چھ مہینے قیام کر سکتا۔ آپ گھری سے آتے تو ایک پیالی چائے میرے گھر کی ساغر شراب کا کام دیتی۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ عورت کو صرف ”عورت“ ہونا چاہیے، اس مختصر تعریف میں جذبات کوٹ کوٹ کر بھر دئے ہین، وہ زندگی کا ایسا الہ متحرک ہوتی ہے، جسکے تصرفات پس پردہ روکھی بھینکی زندگی کو ”فسانہ“ بنادیتے ہین اور جب و طرفِ عشق کی چاشنی بھی اس کے ساتھ موجود ہو تو اس حالت کے اندازے کے لئے موجود دنیا کی فطرتیں بھی شکل سے رہبری کو ہن گی، میری زندگی ”خواب شیرین“ بنکر میرے حصہ میں آئی ”آؤشہ“ نے پچھلے نشہ کو اور چمکا دیا جس کا خمار مرنے کے بعد بھی ستا رہا باقی رہے گا اور میرے خاک کے ذرے بھی عطرِ محبت میں منے ہو گئے۔ کیا انسانی ہستی کی غایت اس کے سوا کچھ اور ہے۔

یہ صدمہ مجھ کو ہمیشہ رہے گا کہ ایک صحیح اقوت، صحیح الجذبات رفیق، اپنے قدِ قدتی

حقوق سے محروم ہو کر دنیا میں صرف جی رہا ہے یہ ذہنیں مہبانیت جس کی تلافی ناممکن الخیال معلوم ہوتی ہے۔ خیر بھائی یہ کیا کم ہے کہ ہو یہ ہونا بھی غیر اختیار سی ہے۔ دل کا جوش چاہتا ہے کہ میں ایک لمبی خواست لیکر اس لئے آتا کہ تھا لا دل مضطر کچھ تسکین حاصل کر سکتا، اس کی قابلیت جمیلہ اور ذکی میں بھی نہیں ہو سکتی، یہ صرف میرا حصہ تھا۔ اپنی زندگی کے تمام مظاہر آپ کے سامنے ۲۲ گھنٹے پیش کرتا رہتا۔ نئے اجلہ و جرائد، نئی تصنیفات کے سوا گھر لیو زندگی کا ایک ایک نکتہ تھا اے سنون کی گردش کو تیر کرتا، کیونکہ ہماری زندگی میں یہ جامعیت ہے کہ اچھے سے مشاغل شریفہ اور دیکھ پیا پیش کر سکیں۔ لیکن ہوتے ساتے یہ خدمت بھی ممکن نہیں، تم دو سوا ہوا صرف کرنے کے بعد اس آرام سے محروم رہتے ہو جو تھا راق ہے، اس لئے کہ جلیلہ بھی وہ روح پیدا نہیں کر سکتی جو گھر کی اصلی ملکہ کا حصہ ہوتی ہے، اسے کہتے ہی درخشاں ہوں چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت کو ساقط نہیں کرتے۔ خیر! تمہارا دوزخ چکا لیکن سوال یہ ہے کہ ضمنی عناصر (ذکی اور جمیلہ) مفردات اصلی ہونے کی کہاں تک قابلیت رکھتے ہیں۔

میں تو ان دونوں کی زندگی میں کوئی کیفیت نہیں پاتا، چار برس ہو چکے دس برس کے بعد بھی ہزاروں پیدا اور خراب کرنے کے بعد بھی اُسی نقطہ پر ہو گئے جہاں آج ہیں

فلاح بد مکان کی تعمیر میں آپ کی مدد کرے، خرگوش نے بچے یہاں پہنچا دیئے

شاہد تافذ سے زیادہ ان کی دلچسپی بڑھی ہوئی ہے جن کو اپنے نذر کئے تھے

سب خیریت

ہمدی

ڈیرہ پور، ۱۳ مارچ ۱۹۷۷ء

پیارے افرانغ کارڈ ملا اور افسوس ہوا، آپ نے موسمی اثر سے تکلیف اٹھائی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ اس درسیان میں جہاں تک آپ کو لکھنے لکھانے کا تعلق ہے میں کچھ کاہل سا رہا،

آپ کے پچھلے عنایت نامہ کے جواب میں یہ لکھتے لکھتے رہ گیا کہ اگر ۶ سوبرس کا کلیہ ٹوٹ سکتا ہے یعنی بزرگی بغیر ہت نہ سال، تو مجھے اپنی حماقت کے اعتراف میں بالکل تامل نہیں ہوگا۔ رہا یہ کہ میں آپ کی طرح گہرا نہیں ہوں۔ واقعہ کے سرسری مٹج پر چلتی ہوئی رائے قائم کر لیتا ہوں، مجھ کو اپنی یہ سبک دہی تسلیم ہے لیکن ایک فانی ہستی کے لیے کیا اس سے زیادہ کچھ لٹچا ہے کہا جاتا ہے اسید یقین کی اکلوتی بیٹی ہے۔ آپ واقعہ کے بعد یقین کرتے ہیں اور میں صرف اسید و فراحت سے اگر لطف نہ سہی وقت تو کاٹ لیتا ہوں لیکن کس طرح؟ ہنستے کھیلتے اور سہی بڑے سے بڑی غایت زندگی ہے، اسباب موافق ہمارے نقطہ نظر کے مطابق ایک ایک کر کے جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے مجھ کو صرف یہ کرنا ہے کہ واقعات کی رفتار سے متوازی

ہوتے رہیں کیا آپکا فلسفہ اصولاً مجھے الگ ہو سکتا ہے آپ ذرا گھوم کر وہاں پہنچتے
ہیں، میں براہ راست جاتا ہوں

خیر یہ تو سخن گسترانہ شوخی تھی ادا آباد سے کچھ خبر ملی؟ سرکاری وکالت کیا ہوا؟
تمیر کی کیا حالت ہے؟

ایک ”ذوالریاستین“ قلم کا ایک سالہ بھیجتا ہوں جو مشرقیات کے ساتھ مغربی فلسفہ
کا پورا عالم ہے، بشلی کی لگائی ہوئی پودھ ہے اور وہ ندوہ سے اسی قسم کی پیداوار کے
ستنی تھے، دریا کو کوزہ میں بھرنا تو ایک پامال محاورہ ہے لیکن آپ دکھیں گے گوئوارہ
پر یہ چند صفحوں کا مجموعہ سیکڑوں ضخیم جلدوں پر حاوی ہے۔ کھینے والے نے جہانِ عطر
کھینچ لیا ہے، کوئی نکتہ جو دکھانے کے لائق تھا چھوڑا نہیں ہے

پروفیسر عباری کی اور تصنیفات بھی دیکھنے کے لائق ہیں مادہ ماہیت مادہ۔
تصورات کلیہ برکے اور اسکا فلسفہ، بسادی سائیس، نخور سے استفادہ پڑھنے کی چیزیں
کبھی دیکھئے گا

صوبہ متحدہ میں نئی قسم کا تحصیلدار ہوں کہ ”کاغذات پڑواری“ کے ساتھ ساتھ یہ
مشغلہ شریفاء بھی بیگم کے بعد گلے کا بار رہتا ہے میری روزانہ نج کی ڈاک میں جانے
کیا کیا ہوتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ریات کا قطعی پتہ نہیں سچ یہ ہے تھوڑے سے
رکھ رکھاؤ کی ضرورت ہے آج کل کے صاحبزادے کتنے ہی کامیاب ہوں مگر انکی زندگی
ادبی دیکھیوں سے ایک دم بے نیاز ہوتی ہے،

اور سب خیریت جمیلہ کو خط دکھا دیجئے گا، اس کو علیحدہ لکھوں گا، مفصل

تقریری۔

۸ کا آراء ترکوں کے اخراج پر ولسن نے بھی ہانک لگائی، عالم تارکین ہا

ہے، خدا خیر کرے۔

آپ کا بدستور

ہمدی

تسلیم سلسلہ کا آخری خط ملا، قربانی کسی قسم کی موصولہ قیمتی چاہتی ہے اور کچھ شک نہیں فرق ثانی کی مزید درد سہی ایثار بے غایت ہوگی۔

پوربکے "زال بجات" کے اثر سے آپ کو خیال آیا بھی تو ہم قافیہ "دانت اور آنت" کا لیکن میں ہمیشہ جوان رہوں گا آخر آپ کو رشک کیوں ہے؟ میری کیفیت نفسی کو دیکھئے جو غیر تغیر پذیر ہیں، میرے ذرہ ہائے خاک بھی برق پاروں سے کم نہیں جنکی نسبت طے ہو گیا ہے کہ یہی جواہر ریزے اساس حیات ہیں۔

اچھا نہ آئیں، ساری رزق تو اپنے دم کی ہے جس کی نرم آرائیاں جیتے جی ختم نہیں ہوتیں۔

کئے جذبات غیظ و غضب کا کیا حال ہے؟ روزوں میں اگر سر پھوٹے اور توتو قصبے ضرر لائق ترجیح ہے آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ کارڈ لکھیں لکھ دیجئے گا۔ نیز نکات خیال

پھر کہاں؟

م، ڈیرہ پور، ۲۲، ۲۰

پیائے فراغ! آپ کے پچھلے مفصل خط کا جواب نہ بھیج سکا، ” کے معاملات میں میرا نقطہ نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اس دل کو ٹھیس لگے جس کی شیشے کی طرح میں حفاظت کرتا ہوں، یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مجسمہ ایشیا و شرافت نفسی اپنے حسن ظاہری و معنوی کے لحاظ سے میرے لئے کس حد تک شرط زندگی ہے میرا معیار لطافت جتنا اونچا ہے ایک کھلا ہوا راز ہے۔ اور یہ جو شرافت آموز و نیت دُنیا میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہے۔

سامنا ہے آفتابِ عشق سے

مست، بیخود ہوشِ شرابِ عشق سے

بہر حال اس صغیفہ سے آپ کا عملی تعلق نہیں رہا۔ یعنی گویہ زہر چکھا نہیں تاہم مرے سے

تا واقف نہیں ہو سکتے۔

آپ یہ سن کر خوش ہونگے کہ موجودہ کلکٹر کی روش میرے ساتھ بہت اچھی ہے ان پر یہ اثر ہے کہ میں ایک مذہبِ دمی ہوں اور جہاں تک میری تحصیل کا تعلق ہے اُنکے احکام کی تعمیل صرف ضابطہ سے نہیں ہوتی بلکہ اخلاقی پہلو بھی پیش نظر رہتا ہے یعنی افسر ضلع کی خواہشات کی پوری رعایت تنوعِ فرائض کی ہر شاخ میں، مالگزار

کی نسبت عام ہدایات بھیجیں کہ اگر اخیر جولائی تک بیاق نہ ہوئی تو وہ سمجھیں گے تحصیلہ اپنے فرایض میں قاصر رہے! میرے لیے یہ نہایت مشکل مسئلہ تھا کیونکہ زمیندار اکثر ضلع کے رہنے والے ہیں لیکن بات خدا نے مکھلی ضلع میں سب سے پہلے بیاق ہی طرح جتنے انتظامات پورٹین کرتا ہوں فوراً منظور ہوتے ہیں۔ سب تو سب میرا خط اور انگریزی بھی پسند ہے۔ دسٹرکٹ بورڈ کی سالانہ رپورٹ میں میری تعریف لکھی غرض ایک طرح پر لطف سے آج کل گزری ہے جو کچھ خلش ہے جمیلہ کی مع اخیر سبکدوشی کی۔ خدا کرے آپ جلد مجھے مطمئن کر سکیں، دیکھیے سبز جونس کو نہ بھولے گا اور خبردار دروازے بند نہ کئے جائیں نہ اندر لکڑی سلگا کر ہوا میں کاربن اور نیٹرجن کی مقدار بڑھائی جائے جو انسانی زسیت اور زچہ و بچہ دونوں کیلئے سم قاتل ہے

سب خیریت

آپکا

مدی

تحصیل دیرہ پور، ۱۱ اگست سنہ ۱۹۴۰ء

پیارے افراغ جمیلہ مع اخیر سبکدوشی پر خدا کا شکر گزار ہوں، پوتا آپ کو مبارک اور سبز جونس کی شامت اعمال ڈیرا پور کو!

آپ نے مجھے حقیقہ کی تقریب سے یاد فرمایا ہے لیکن میں تنہا نہیں آسکتا! اُمّ الشاہد

اتنی سستی نہیں کہ بے پوچھے دوسروں کے سر ہوتی پھرتی، کم سے کم میری زندگی میں
 انشاء اللہ نہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں آپ کی رونق محفل کیلئے گھر کے عناصر کافی ہیں
 پریسیوں کو کبھی وطن نصیب ہوا تو آپ کو ہنستا دیکھ کر وہ بھی ہنس لیں گے اس وقت تو بے مزہ
 خوشی کا موقع ہے، خارجی عنصر موئے داغ ہوا کرتا ہے میں نہ سہی میرا سرمایہ نشاط سہی
 خیر یہ تو نوک جھونک تھی، ذکی مستقل بھی ہو جائیگے نیا آنے والا حصہ رسدی لیکر
 آیا ہو گا۔

اُمّ الشاہد ولادت مسعود پر آپ لوگوں کو مبارکباد دیتی ہیں
 صفیہ اور صفی دونوں کو پیار، عید یہ کو متفقہ مبارکباد۔

ہمدی

تسلیم، خط ملا۔ میں نے جو کچھ لکھا تھا صرف اسی حیثیت سے ”چھوڑتا ہوں کہ
 اُن کو غصہ آئے“ زور طبیعت کے ساتھ کہے فلم کی روانی لایت رشک ہے آپ کا مقصود
 صرف اس قدر تھا کہ کینت ”صفات ترکیبی“ کے ساتھ بھی ہوتی ہے یعنی جیسے آپ کی نسبت
 یہ عرض کرنا ہوا ہو احمقا“

زبان گھر کی چیز نہیں اصولی حیثیت سے مجھے اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے لیکن نکتہ
 یہ ہے کہ آیا آپ کی گرفتاری سے پہلے میں اس سے واقف تھا یا نہیں اسے آپ ہی پر
 چھوڑتا ہوں

پرسوں سے دورہ پر جا رہا ہوں، نافذ کام میں مبتلا ہے، پیاسخت عیسیٰ
ہے، ام الشاہد کی تنہائی افسردہ کن ہے۔

اور سب بدستور م

ڈیرہ پور ۱۱/۶

تحصیل ڈیرہ پور

شب ۲۷ جنوری ۱۹۷۷ء

بھائی انراغ! آپ کے دو پچھلے عنایت ناموں کے ساتھ مکمل نوٹوں کی رسید
لے چکا ہوں، احتیاط کا قطعی اقتضایہ تھا کہ جو آپ نے کیا یعنی ادھے بھیجے۔ میں نے
جو کچھ لکھا تھا اس سے میاں بازار کے بارے میں صرف عاجلانہ مسکد روشنی مقصود تھی۔
افسر ضلع دو ہفتے تک میری تحصیل میں ہے اور وہ مقامات کیمپ کا انتظام
رہا۔ جلوس میں ڈپٹی کلکٹر رگنہ، سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ وغیرہ مع اپنے تمام تعلقات
ساتھ ساتھ تھے، یوروپین مہمان اس سے علاحدہ، لیکن کیمپ میں پہنچنے سے پہلے
صنعتی چمن آرائی، رنگین روشیں، داغ بیلوں چھبڈیوں کی قطار، جگہ جگہ موزوں کتبے، بیچ
میں یونیس جیک کا جھنڈا لہرا رہا تھا، سامنے داخلہ کے دروازے سے کچھ دُور سچ کپڑے
پرسفید جلی حرفوں میں ”کلکٹر کیمپ“ کے نیچے ایک سفید ہاتھ سمت مقصود کی طرف
اشارہ کر رہا تھا، ایک جدت یہ بھی تھی کہ ہر مقام کیمپ کا نام بدل جاتا تھا، شب نور ہوئی

کٹسن لائٹ کے چار بڑے اور نہایت قومی روشنی کے ہنڈے اور بجلی کو آنکھیں دکھانے والی صنیا رشفات ایسی چیز تھی جس سے اعلیٰ اہمانوں سے لیکر شاگرد پیشہ کے ادنیٰ افراد تک کوئی بے نیاز نہیں۔ ساری رات کیمپ جگمگاتا رہتا تھا۔ اس پر احنافہ کروکہ پشتوں کے پوری کچوری کھانے والوں نے متعدد موقوفوں پر ٹی پارٹیاں دیں۔ فوٹولے گئے، اور کہیں سے فرض، سنت توخیر نفل کی بھی غلطی نہیں! ہر کھپنی کی ایک شاخ اٹھ کر آجاتی تھی۔

شکار کے نہایت شوقین ہیں۔ ایک روز معلوم ہوا صبح کے نکلے دُبے واپس آئیں گے، یعنی چاشت ندارد، لہجہ پر کسرنکالی جائے گی۔ دولیڈیاں بھی ساتھ تھیں، بجلی کی طرح ایک خیال آیا۔ جنگل میں ٹھیک بارہ بجے ایک چہرہ سادہ لباس میں ایک چھوٹی میسر پر ضروری سامان آراستہ کر رہا ہے۔ پاس ایک آہنی انگیٹھی میں بڑے بڑے کوئلوں کی دہکتی ہوئی آگ پر ایلومینیم کی کیتلی میں چائے کا پانی تیار ہے اور متوقع آمد کا انتظار کر رہا ہے کہ دفعتاً شکاری ہاتھیوں پر نظر آئے جو باوجود کامیابی کے خستہ ہو رہے تھے۔ ہاتھی فوراً بیٹھائے گئے اور سب کے سب ہمان ناخواندہ کی طرح میسر پر ٹوٹ پڑے۔ دادسی داد تھی کہ میر قافانے نے خود کہا تحصیلدار صاحب نے بھیجا ہے؟ چہرہ کا مودبانہ جواب یہ تھا کہ عرض کرنے کی اجازت نہیں ہے! (زور کا قہقہہ) واپس آئے تو متبسمانہ چہروں نے ظاہر کر دیا کہ راز کی پردہ درمی ہو چکی، اور ایک خاتون کی جنبش لب شکر یہ سے گوانا نظر آئی۔

یہ میرا صلہ تھا (غلطی نہ کیجئے گا ہر تحصیلدار کا نہیں)

ایک بات بھول گیا۔ کچی ٹرکوں پر اور وہ بھی تمام تحصیل کی بار برداری کا اتنا اچھا انتظام رہا، جیسے سطح آب پر ہلکی سی کشتی گزرتی ہو۔ جتنے صیفے تھے سب کے علاوہ علاوہ انچارج تھے۔ تحصیل کے مسلم عامل نے جان لڑادی۔ اس تمام دوڑ دھو میں غل شور کا نام نہیں۔ صرف ایک قوت ارادی تھی جو خاموشی سے اپنے خیمہ کے اندر انتظامی مشین کو حرکت دیتی رہتی تھی۔

تحصیل کا معاون نہ بہت اچھا رہا۔ میرے عدالتی کام کی خاصکر تعریف لکھی۔

ہندوستانی افسروں کا ایک مس (MESS) تھا۔ ہم سب ایک جگہ پیتے تھے، کھاتے تھے اور تم پر فاتحہ پڑھ لیتے تھے۔ اس اخلاق کو دیکھو کہ صاحب جب کبھی چھوٹا شکار عنایت فرماتے تھے تو تھکے مشرب کے مطابق فرج کردہ۔ معمولی باتیں تمھاری صنیافت طبع کیلئے پھیلا کر لکھ دیں۔ جمیلہ اور احمد کو ضرور شریک کر لینا۔

مدی

کیمپ ڈیرہ پور - ۲۲ ۲۱

پیالے افرارغ ! میں نے کیمپ کا ایک سرسری خاکہ ضیا، کی طرف

(SIDE LIGHT) کی حیثیت سے آپ کو لکھ بھیجا تھا۔ وہ بھی صرف آپ کی تفریح طبع کے لئے۔ ”دیوارِ قہقہہ“ خیال میں نہیں تھی۔ آپ نے مجھے متاخرین ادب میں نیا پاکِ روحوں سے ٹکرایا جن پر اُردو و لٹریچر ہمیشہ ناز کرے گا، اور جن کا میں صرف خوشہ چین ہوں۔ آدمی فربہ شود از داہی کوش لیکن سچ یہ ہے تحسین شناسا بہترین صلہ ہے جو کسی اہل قلم کے حصہ میں آسکتا ہے۔ اس خیال سے دل پرچو لگی کہ شبلی کے ۸ خط میرے نام کے دُنیا کے سامنے ہیں لیکن میں نے اُن کو سیکڑوں خط لکھے، دل سے لکھے، اور اس طرح لکھے کہ شبلی کو لکھنا پڑا۔ ”کاشش شعرا لجم کے مصنف کو اس قسم کے دو فقرے نصیب ہوتے۔“ جانتا ہوں محض میری حوصلہ افزائی تھی لیکن اسکی تہ میں جس قسم کا خلوص تھا، آج اُسے کہاں تلاش کروں۔ مجھے خوف تھا مروجہ کے بعد لکھنے پڑھنے کا مشغلہ باقی نہیں رہے گا۔ لیکن دارالمصنفین کے سرمایہ از حضرت مولانا سلیمان، آجبد و عباری کے دم سے یہ سلسلہ قائم ہے لیکن وہ بات کو کہن کی گئی کو کہن کے ساتھ۔

آپ کی ستائشی جنبش لب میری زندگی کی آخری بہار ہے۔ اس خط کو محفوظ رکھئے گا۔ اس کا افسوس ہے کہ میرے خیالات پریشاں اور غاصکِ خطوط کے انبار سے ایک ایسا مجموعہ تیار ہو سکتا تھا کہ دُنیا کے ادب میں کچھ دنوں چرچا رہتا اور یہ ایک فانی ہستی کا پڑے سے بڑا تحفہ ہے۔

آپ بو اپسی ڈاک اطلباء دیجئے :-

(۱) احمد کہاں ہیں، پوسے تین ہفتے سے اُسکی ایک سطر نہیں دیکھی۔ کیا امتحان کی تیاری نے اس قدر صرفت کر رکھا ہے۔

(۲) جمیلہ، صالحہ سب مفقود الخیر، اگر آپ کی تحریریں نہ ملتی رہیں تو بخیر کے لحاظ سے میں دوسرے عالم میں گویا پہنچ چکا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دو چار برس اور، اگر ہوں، پھر روابط کی یہ کڑیاں پاؤں کی رنجیر نہیں ہونگی۔ یہاں تک کہ یاد کرنے کی بھی فرصت نہیں، فدائی بیٹیوں اور بیٹوں کو!۔

(۳) احمد کو روپیئے بھیجے تھے کہ ڈیڑھ سیر خوشبودار متبا کو واپسی بھیج دیں۔ دس وز ہو گئے جواب تک نہ آیا۔ اگر وہ بیمار نہیں ہے تو امتحانی مصروفیت اور اس خوش تمیزی سے کیا تعلق کہ غریب باب کا چوبیس گھنٹے میں ایک منٹ کیلئے بھی خیال نہیں آتا۔ بہر حال آپ متبا کو جس قدر جلد ممکن ہو بھجوا دیجئے۔

میں کمپ کے دفتر میں بیٹھا ہوا آپ کو لکھ رہا ہوں۔ پاس کے خیمے میں عزیز کی خاموش مشین چل رہی ہے۔ اُنکی فرمائش سے آپ کو سلام لکھتا ہوں۔
اوروں کو دُعا۔ پیار۔ عید یہ کو دونوں کا سلام، اور ڈیرہ پور کمپ میں عدم شرکت کا گلہ۔

مدی

بھائی! افراغ! - آج کتنے ہلکے دل کے ساتھ تم کو لکھ رہا ہوں
شکر ہے میرا ”مسئلہ حیات“ تم لوگوں کی خواہش کے مطابق طے ہو گیا اور خداوند
کریم نے بات رکھ لی۔

افراغ! میری ترقی میں کچھ دیر ہوئی قبل از میری تمدنی رفتار تیز تھی۔
”اقتصادی“ مشکلات پر میں جلد نہ غالب آ سکا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ حسین نیاز
کبھی فرزند بوٹ سے آلودہ نہیں ہوا۔ اس خیال سے کانپ اٹھتا تھا کہ کمند
اگر اب بام پہنچ کر ٹوٹی تو اس حیثیت سے افسوس رہ جائے گا کہ توسیع میعاد
کی درخواست یعنی ”کاسٹ گڈائی“ ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں ”بے ٹانگے موتی“ چاہتا
تھا جن کا اپنی قابل رشک زندگی میں ہزار موانع کے ساتھ بھی عادی رہا۔

بہر حال بخیہ گزشت

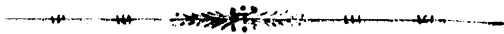
مسرح جنس جب آئے تو اس سے مشورہ کرو اور تعین مدت کی نسبت آخری رائے دو۔
تم لکھتے ہو عزیز بیگم کو بوجہ جانے سکے۔ لئے تیار ہو۔ بیگم کی نسبت کہتے ہو
ضرورت کے لحاظ سے وہ قابل نہیں کریں گی۔ لیکن تم ظریفی یہ ہے کہ جس کو تامل
ہو سکتا ہے، اس سے کوئی نہیں پوچھتا۔

ہاں! غور کرنے پر میں نے منڈائی کی راس بدل دی۔ مکان! سیا ہونا
چاہئے جہاں بھاری اور ذکی کی آسانی سے کھپت ہو سکے اور عورتوں کے مشاغل

بغیر راج ہونے کے جب تک چاہو رہ سکو۔ یہ بات صرف میرے مکان میں ہے۔ اور اگر جمیلہ کی ضرورت کے لائق کوئی کمرہ نکل آئے تو تھائے گھر بھی ممکن ہے۔ اس کے لئے صرف یہ کرنا ہوگا کہ کسی کمرے میں روشن دان کھلواؤ بہر حال اس کا فیصلہ تمہاری رائے پر ہے۔ جمیلہ کا آرام مقصودِ اولِ عا ہونا چاہئے۔ فروغی امور چنداں غور طلب نہیں۔

تھائے ڈھانی خطوں کا لُپٹ بٹا بٹنا ہی تھا۔ بیگم صاحب میری کامیابی سے نہایت خوش ہیں۔ جبکہ الہ آباد میں انھوں نے قدم رکھا تحصیلدار کی گھر کی کنیز ہو گئی۔ شاید ناقد مقبول سب اچھے ہیں۔ اور مٹی آیا کو یاد کرتی ہیں۔

مہدی



جناب شیخ محمد رضا

کے نام

مرزا پور

۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء

میرے پیارے شیخ ! - تمھارے کارڈ کے فقرہ ادل کا مجھ کو بھی افسوس ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر میں تھوڑی دیر کے لئے بھی گورکھپور سے تمھاری بے تعلقی فرض کر لوں تو میں نہیں سمجھتا وطن اپنے متعارف مفہوم میں کہاں تک میرے لئے باعثِ دلچسپی ہوگا۔ یہ واقعہ ہے اور میرے جذبات اور فطری میلان طبع کے دیکھتے نفس الامر۔ بہر حال وہ قوی تعلیق جو مجھ کو تمھارے ساتھ ہے اور میرے لئے شرطِ زندگی ہو رہا ہے اس کا تقضی ہے کہ قیامِ وطن میں تم کثرت سے میرے لئے قابلِ الحصول ہو۔ بیشک اس مرتبہ کسر رہی اور محسوس طور پر رہی۔ لیکن میں اُمید کرتا ہوں تم قطعاً اس کی پروا نہیں کرو گے۔ باہمی سمجھوتہ جسکی ٹرم یعنی مدتِ غالباً گورکھ کے ساتھ ختم ہوگی ضرور۔ اس قدر مستحکم اور ناقابلِ فراق ہے کہ ہم ان ظاہری امور سے ہمیشہ کے لئے مستغنی ہو چکے، تاہم احتیاط شرط ہے۔ اس قسم کے اتفاق اگر اکثر ہوئے تو عمل کی جگہ صرف اصول رہ جائیں گے۔

اور ناممکن ہوگا کہ ہم تم اپنی! ہمیں اگر محبوشیوں کی تجدید کر سکیں۔ محبت یا اور الفاظ مترادف اعتقادی امور نہیں ہیں جن کے لئے فعل یعنی براؤ کی ضرورت نہ ہو، ورنہ سوسائٹی کا مقصد غالباً صفر ہوگا۔

اچھا تم کو میری قسم! ”ہزار بدگمانی“ کے ساتھ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حیثیت سے میرے شاکی تو نہیں ہو؟ کچھ ہو تو اپنے خلوص کا صدقہ! کہہ ڈالو۔ تم زیادہ الگ الگ ہے! کیا یہ سرد مہری نہیں تھی؟ محبوبیاں کوئی چیز نہیں۔ تم نے موقع کیوں نہیں پیدا کیا؟ مگر یہ بھی ایک شایستگی تھی۔ تم بوجہ میرے قلیل اوقات کا نشر پسند نہ کر سکے۔ شیخ! مذاق زندگی کس قدر مشکل چیز ہے۔ تم جانتے ہو میں تم کو کس نگاہ سے دیکھتا ہوں؟ پرستش کی حیثیت سے! کیوں؟ اس لئے کہ تم میرے ادنیٰ جذبات کی بھی قدر کرتے ہو۔ یہ وہ نصاب اخلاق ہے جس سے دنیا کے منتخب لوگ جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں متصف ہوتے ہیں۔ تم کو معلوم نہیں نہ یہ اُموتفصیل کے لائق ہیں۔ بہر حال زندگی اگر کوئی راز ہے تو ایسا کھلا ہوا راز ہے جس کا مذاق صحیح تم ازل سے لے کر آئے تھے اور شاید اس لئے کہ میں دیکھوں، سمجھوں اور تمہاری قوت احساس (الفاظ نہیں ملتے) وغیرہ وغیرہ سے لذت اٹھاؤں۔ یاد رکھو اعلیٰ درجے کی خوشیاں یا بعض نہایت اہم مقاصد زندگی کی بنیاد نہایت رکیک امور پر ہوتی ہے۔ اس لئے جزئیات میں اس قدر رکھ رکھاؤ بہت زبردست کرکٹ کا کام ہے۔

تم مشکل سے سمجھو گے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ لیکن خیالات میں اتفاق و
 ہمدردی اتنی تو ہو، یہ ہم سطحی کہیں اور کہاں؟ تمہاری کوئی ادا مجھ سے بچنے
 نہیں پاتی، شکر ہے کہ ایک ہمدرد رکھتا ہوں۔ اگر اس کو روانہ ہمدردی کا نام
 دوسروں کی اصطلاح میں بے وقوفی ہے تو ہوا کرے۔ غایت زندگی کے
 لحاظ سے تو میں اسے معراج سمجھتا ہوں۔ آج اس خیال سے قطع نظر کروں تو
 کل سے زندگی بلائے جان ہوگی۔

تم نامزد نہ ہو سکے، دل شکستہ ہو گے، مگر سپت ہمت نہ ہونا۔ مجھ کو
 دیکھو چھ سال سے بایوسیاں برداشت کر رہا ہوں، تم اب بھی بہتوں سے
 اچھے ہو، ایک مختصر خاندان کے ساتھ تمہارا صحیح طرز زندگی وقت موجودہ کا
 بہترین استعمال ہے، اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو؟ تم تحصیل راہی ہو
 اور یہ نہ ہوتے جو ہو تو میرے کس کام کے تھے۔ بھانج کو کسی تحصیلہ کے
 گھر بھیج کر میرے خیال کی تصدیق کر لو۔ رخصت لو اور ضرور آؤ۔ غطف
 مشتاق ہیں۔

تمہارا

ہمدی

مرزا پور - ۱۰ ۱۱ ۹۹
 مفصل تحریر جس میں کسی حد تک مسابلی
 میرے پیارے شیخ!

کے ساتھ سگھاروں کے لئے تم نے اپنی اہمیت ثابت کی ہے۔ میں نے دیکھی ہے
 دیکھی۔ تاہم جوابات کا ”یا تو کل حصہ صحیح نہیں تھا یا سچ کے سوا کوئی اور جز نہیں
 تھا۔“ بہر حال اشتباہ کا فائدہ تم کو دیتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں جلد تمہاری خوش
 پوری کر سکوں گا۔ اسپنسر کے تار پیڈ و صرف مدراس میں ملتے ہیں۔ اور اگر
 کم منگائے جائیں تو محصول بہت ہو جاتا ہے۔ تناسب کے لئے اوروں کے پھا
 کی ضرورت ہے جس سے غافل نہیں ہوں۔ تمہاری بھانج غالباً تم کو اچھی شنیز
 کر سکیں، وعدے کس قدر خوشگوار چیز ہیں بشرطیکہ وفائے عہد ہر وقت پیش نظر
 نہ ہو۔

افسوس ہے ایک حیثیت سے آجکل پھر غیر مطمئن سا ہوں۔ وحید عالم
 پھر اپنی جگہ واپس آرہے ہیں، تاہم متعدد انتظامات پیش ہیں۔ اگر یہ صورت
 ہوئی بھی تو پھر جلد بدل جائے گی۔ وہاب کی مانگ اور بھی ہے۔ وحید عالم
 بھی ٹھہرنے والے نہیں، پھر بھی میری موجودہ زندگی آئے دن کی شکست سے
 مناسبت نہیں رکھتی، اس لئے تعجب نہیں آسمانی قوت مجھے سنبھالتی رہے۔
 ظفر کی مہربانیوں اور عزیزانہ مراسم سے تم بہت اپنی بھانج کو یاد آتے
 رہتے ہو۔ تمہاری محبت، مہدیانہ دلسوزیاں، جمیلہ کی علالت میں تمہاری
 فی الوقت مستعدی، غرض شب کو اکثر دیکھ چکے کہانیاں سنتا ہوں جس کے
 ہیرو تم ہوتے ہو اور تمہاری مادہ یعنی ہیروئن مو کی ایک بھولی دیباقت۔

کبھی کبھی اُم ابجیلہ کو یہ قلق ہوتا ہے کہ وہ مکان پر اس قابل نہیں ہوتی کہ بھاج کی صحبت سے پورا لطف اٹھا سکیں۔ یہاں وہاں کی زندگی کا فرق دکھانے کی شتاق ہے۔ یہ تمنا ہے کہ تم دونوں کہیں مل جاؤ تو وہ مینربانی کے خوش آئند فرائض کو اوروں کے لئے نمونہ بناتی۔ میں سنتا ہوں اور خوب سمجھتا ہوں کہ بات سچی ہے اور دل لگتی۔ تم کو اس لئے لکھا کہ تھوڑی دیر کے لئے طبیعت گداز ہوگی۔

کہو کا نفرنس کے لئے تیار ہو؟ واسرلے ایوننگ پارٹی دیں گے۔ نفٹنٹ گورنر ممبروں کو مدعو کریں گے۔ یہ تو ظاہر ہے اعلیٰ سطح ہے۔ رہی کا نفرن اپنی حیثیت عرفی اور فرائض کے لحاظ سے انشا اللہ ایک ہے گی۔ درجنوں گاڑیاں رزروڈ آئیں گی۔ اپرینڈ یا ٹوٹ پڑے گا۔ غازیپور، مرزاپور بھی ایک ایک گاڑی رزرو کر لیں گے۔ محکمہ کا معاملہ ہے، سکند کلاس ٹکٹ آنا جانا سب اسی میں۔ وہاں کی آؤ بھگت کا نمونہ لکھ چکا!

شیخ! شاید یہ آخری اتفاق ہو۔ دور از حال کا نفرنس کو نہیں، مجھ کو تم کو۔ آخراً جائد ادا صنی کیا قبر میں جائے گی۔ بطریق تنزل کیا بیس تیس ہزار کے آدمی بنو گے۔ پچاس روپے اگر خرچ ہو گئے تو سمجھنا تھا راحہ صدی وہی تھا۔ رہا اطمینان تو یہ وہ کلکتے کے چند گھنٹوں میں نصیب ہو گا۔ یہاں کہا مسلمان ہو کر اطمینان کی خواہش ایک طرح کا کفر ہے۔ خاتمہ مصائب کا نام ہی

اطمینان ہے وہ ہم دونوں کو مرکز نصیب ہوگا۔ سب خیریت
مدی

مرزا پور - ۶ دسمبر ۱۹۹۹ء

پیائے شیخ! میں تمہاری گوری چٹی تحریر کا جواب بھی نہ لکھنے پایا
تھا کہ کل کارڈ ملا۔ دو سطریں تھیں مگر اثر کے اعتبار سے صفحوں پر بھاری -
دنیا کے لئے تم کو اپنا وارثِ طبعی یعنی قائم مقام مل گیا۔
ہماری دلی مٹھا رکھا قبول کرو اور کوشش کرو جہاں تک حفظ
کا تعلق ہے، ننھی جان ہر طرح محفوظ رکھی جائے۔

میں آج کل ۲۱ دسمبر تک پھر خالی ہوں، جنوری میں پھر سپرینڈنٹی
مے گی۔ سر دست ایک درجن توپ خانے اور رسلے آسے ہیں۔ غالباً میرا
وقت یکمپ کے نذر ہو۔

مکان وہی ریل والا بنگلہ، جسے چھوڑنا منظور نہیں۔ شاہ وحید عالم
جو عنقریب ترقی پر جائیں گے اپنے بھائی شاہ امجد اللہ کے ساتھ سول لائن
میں ایک بڑے بنگلے میں ہیں، نہایت ہی قابل شخص ہے۔ اور طرزِ معاشرت
کے اعتبار سے تہذیب کا نمونہ کامل۔ کل شاہ احمد اللہ آتے ہیں۔ سیری
مصرفیت کی انتہا نہیں، فیلبانوں کے ساتھ گزر کر لیتا ہوں۔ یہ بھی انیسویں

صدی کا ایک ریاض ہے تفصیل کچھ سی سے خالی نہیں مگر کیا کیا لکھوں۔
میں نے قسم کھائی ہے عام طور کے سگرٹ کبھی استعمال نہیں کروں گا۔
یعنی صرف ایچ پشئر اس سے قیاس کرو کہاں پہنچا۔ اسی پر اور ضروریات
زندگی کو معمول کر دو۔

لڑکیاں بہت اچھی ہیں، صحت نہایت قابل اطمینان، تمھاری بھانج
بچوں کی صرف ماں نہیں ہے بلکہ دایہ بھی جسے نرس کہتے ہیں۔ غذا کے لئے
اوقات کی پابندی۔ غرض کوئی امر قاعدے سے خارج نہیں۔ میں خوش رہتا
ہوں، تخیل واقعہ ہو گیا ہے، اور میں یہی چاہتا تھا۔

ڈاک کا وقت قریب ہے اس لئے زیادہ کسی آئندہ موقع پر۔ کانفرنس
کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ جی کڑا کر کے ایک اُور کوٹ کے لئے آرڈر دے رہی یا
ساتھ روپے جائینگے، مگر نہیں معلوم کہاں سے، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

مدی

مرزا پور

۱۹ جنوری سن ۱۹۴۷ء

مانی ڈیر شیخ؛
تمھاری شوخ تحریر کا رڈ کے بعد ملی، اور خوش
ہوا کہ تم کسی قدر کھلے۔ بس کبھی کبھی یوں ہی سُنا دیا کرو۔ آج تمھارے سوا کون ہے

جو نچھٹ لٹنس مجھے تھوڑی دیر کے لئے مخاطب کر سکے۔

تھائے لئے ”سائل دو دکشی“ (سگریٹ) عید سے پہلے بھیجوں گا۔
 مدر اس سے تازی سپلائی منگوائی ہے۔ کچھ دنوں سے یہ خط سوار ہے کہ بازار
 سگریٹ جو عموماً امریکا کی پیداوار سے بنتے ہیں کہیں میرے گھر میں نظر نہ آئیں۔
 تیسرا مہینہ ہے کہ احمد شد مجھ کو اپنے اس عظیم الشان ارادے میں کامیابی ہوئی
 اور آج اس لائق ہو گیا ہوں کہ سوسائٹی کے عزت طلب افراد کی فہرست میں اس
 حیثیت سے گھٹا ہوا نہ رہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدت کی تلاش و سلسل
 مراسلات کے بعد میں نے روزانہ استعمال کے لئے ”سجائر مصریہ“ یعنی کچیشنر
 سگریٹ پیدا کی ہے جو ترکی پتیوں سے بنائی جاتی ہے اور باوصف اس خصوصیت
 کے قیمت کے لحاظ سے میرے لئے قابل حصول ثابت ہوئی ہے۔

اس ہتمام کا نتیجہ یہ ہے کہ مہینے میں دو کبسون کا اوسط ہے جو شکل سے
 زائد اذکا فی ہے۔ مگر ایک پندرہ روزہ میں نے سوکھاڑا دیا ہے اس لئے
 بچت میں ایک کبس تھائے لئے موجود ہے، صرف سگاروں کا منتظر ہوں۔
 عید میں تم کے دن کے لئے ”مواؤگے“ اگر کچھ بھی مطمئن رہ سکو تو میں
 تم سے ”موسیں لٹوں“ اور ”مدی حامد کو دیکھوں“ (میرا نام اُسکے نام کا ایک خبرو
 ہوگا، کیونکہ میں اُس کا اصطلاحی باپ ہونا چاہتا ہوں) بہر حال یہ فقرہ نہیں ہے
 دلی خواہش ہے اور تمہاری نوعیت قیام پر منحصر۔ بوسپی ڈاک اپنا خیال ظاہر

کر دو۔

تھاری بھالو بہت اچھی ہیں، زندگی باوصف وجوہ فاعلت خوش آئند ہو رہی ہے۔ جمیلہ، صالحہ بالکل تندرست، خاصکر صالحہ بالکل بدل گئی ہے جمیلہ اس وقت ایک لیڈیز کلوک پہنے ہوئے میرے پاس بیٹھی ہے۔ اُسکی سمجھ میں نہیں آتا حد کہاں سے آگیا تفصیل محتاج پردہ دری ہے۔ اس لئے پہلے تم سے پوچھتا ہوں۔ میں نے یہ بھی پوچھا شیخ محمد چچا کو کچھ لکھواؤ گی؟ اسکے جواب میں اُس نے اونٹ چچا، ڈاکٹر چچا کو دریافت کیا اور کہنے لگی ہاں لکھ دیجئے ”جمیلہ آپ کو یاد کرتی ہے۔“ بے اختیار میری طبیعت بھڑائی تعلق کس قدر قوی چیز ہے۔ ایک ننھی سی جان پر بھی اثر کا ہونا کرشمہ فطرت ہے۔

خدا کرے اچھے ہو، جہاں ہو۔ افراغ وغیرہ کا آجکل پتہ نہیں لگتا، آہا! رمضان ہوگا!۔

مدی

مرزا پور - ۲۵/۱۹۰۰

میرے پیارے شیخ!۔ جس طرح کوئی دقیقہ پرچہ جو بند ہونے کے بعد پھر جاری ہو ”سلسلہ جدید“ کی ہیڈنگ سے مزین ہوتا ہے۔ یخچال

تاریکی کے ساتھ روشنی بھی ہوتی ہے، اس لئے یہ میری مجذوبانہ بڑبھنی ہے۔
 بلکہ ایسی پیشینگوئی جو پوری ہو کر ہے گی۔ ہاں کوئی مرکز زندگی قائم کرلو۔ جو عالم
 خیال میں تمہارا رفیق ہو کر ہے۔ بس اُسی کی تلاش میں یہ سنرلیں طے ہو جائیں گی۔
 اور ایک دن وہ ہو کر ہو گئے جو ہونا چاہتے ہو۔

تم نے تمدن عرب پر اُچھتی ہوئی نظر ڈالی ہے مگر آئڈیل کا مفہوم شائد
 ہی ذہن میں ہو۔ تحریک آئڈیل بنانا منظور نہیں، نہ دوسری کے لئے اگر میسوس
 موزوں ہے۔ ہاں یہ چاہتا ضرور ہوں کہ تم اوروں کی طرح گدھے نہ ہوتے۔ گو کھجور
 بلا استثنا، قریب قریب ب ایسے ہی ہیں۔ بہر حال کوئی تخیل پیش نظر ہونا چاہئے
 نقوش حرنی طلانی جلدوں میں کوئی چیز نہیں جب تک اُن سے کام لینا نہ آئے
 تم شاید پڑھتے ہو مگر قطعاً میری طرح نہیں، جس کا افسوس ہے۔ یہی دماغی امتیاز
 تم کو اوروں سے فائق رکھ سکتا تھا۔ ہمدی علی جب دس کے نوکرتھے اُس وقت بھی
 اُن کی ترکیب دماغی میں وہ اجڑے صفار موجود تھے جن سے آج وہ محسن الملک
 بن بیٹھے۔

بہر حال سادہ زندگی اور عالی خیالی ہی دو صیغے ہیں جن سے اچھوں
 کی نائف ترتیب پاتی ہے۔ ذرا خیال رکھنا! بھائی۔ ہمدی ڈاٹنے کے لئے
 پھر یہ انہیں ہو گا۔ میں دو طرفہ پیگ کے زمانے میں بھی علی گڑھ یا ملک کے
 انشا پردازوں سے بے تعلق نہیں رہا۔ جب تک ہر مہینے کی پوری ڈاک تم کو نہ بھیجوں

تھاری غرض پوری نہیں ہو سکتی۔

میرے دونوں آئینیکل قاموس لاسلام اور انٹیل لائبریری میری امید سے بہت زیادہ کامیاب رہے، بڑے لوگوں میں بہت واہ واہ ہوئی۔ شبلی کی تحریر خاصکر تمھارے دیکھنے کے لائق ہے۔ نقل بھیجوں گا۔ سنستا ہوں دو مضامین ریزولوشن کی صورت میں کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں پیش ہونگے۔ علی گڑھ میں بتخصیص جوش پھیلا ہے، ڈیوٹی مفید عام اگرہ سے چھپو اگر رسالہ کی صورت میں شائع کرے گی۔ محرک اور مؤید ابھی سے طے پا گئے۔ اسی سلسلے میں ایک کچھ مضمون جلد دیکھو گے، جس کی سُرخ پختن آصفی (مفت ابہ نورتن اکبری) حیدر آباد پر چھاپہ مارا ہے۔ ۳۲ صفحے ہو چکے ہیں۔ پچاس چاہتا ہوں۔ حالی، شبلی وغیرہ پر نئے سرے سے نکتہ چینیوں، ان لوگوں کا واقعی مصنف اس قدر مہتمم انسان پر اے میں کہ پھر ٹک جاؤ گے۔ شوخی اور دھچپی ہاتھ سے نہیں جانے دی نہ کہیں سے توار پیدا ہوا ہے۔ خیر۔ یہ تو اپنی سرگزشت تھی۔

ایک موقع ترجمہ کا اشتہار بھیجتا ہوں۔

تمدن عرب کا ٹھاٹھ ہے۔ یعنی جہاں تک صورت ظاہری کا تعلق ہے نفس مضمون کے لئے اصل مصنف کافی ضمانت ہے۔

شبلی کی ایک معرکہ کی تالیف بڑی آبت اب سے شائع ہونے والی ہے۔ مفصل آئندہ۔ نامی پریس نے نہایت اہتمام سے دیوان حافظ شائع کیا۔

ابتدائی تحریک میری تھی۔ خواجہ کی لائف تصویر ہے۔ جلدیں منہرے پٹے سے وزن ہونے کے لئے کلکتے بھیجی گئی ہیں۔ حیات جاوید قسم اول کا خاکہ ہوگا۔

اور خبریں چاہتے ہو۔ بس اس تحریر میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔

نہیں اتنا سستا ہونا چاہتا۔ آئندہ یعنی جب اگلے مہینے میں تم جواب بھیجو گے تو دیکھا جائے گا۔ کانفرنس کا آئندہ اجلاس دہلی میں ہوگا تا جیوشی کے موقع پر۔ کیا البشیر تھامس پاس نہیں آتا۔ سب خیریت۔

مہدی

بنارس - ۵ ستمبر

پیائے شیخ! تمہاری تحریر دیکھی، پچھلے ہفتے میں گورکھپور آیا گیا اور سب کو وہیں چھوڑ آیا۔ تم فضول گئے، میں نے نہ اطلاع دی نہ تحریک کی، رحمت سفر باوصف ادا عاے جفا کشی اگر صلہ چاہتی ہے تو ماوان کی حیثیت سے جس کا ذمہ دار صرف افرارغ ہے۔ سیگرت محال مشترکہ کی مالگزاری نہیں ہے جو مجھے منبر دار بنا کر وصول کیجا سکتی ہے جس علت کے ساتھ تم مجھ کو قابو میں کرنا چاہتے ہو۔ اگر اُس سے قطع نظر کرو یعنی یہ مان لو کہ محض افرارغ کی حماقت تھی کہ تم زیر بار ہوئے تو مجھے اظہار فیاضی میں عذر نہیں۔ کاغذ کا ایک کبس جس میں دس سگریٹیں اُس قسم کی ہونگی جو تم معمولاً پیتے ہو، آئندہ آمد میں اُمید کرتا ہوں تمہیں نذر کرنے کے لائق

ہوں گا۔ رہا تین روپے کا سمجھوتہ، بس ایک ترکیب ہے، یعنی آخری، افرار کے نام وارنٹ کا ٹو، حوالات میں رکھو، دھولیں لگاؤ، اور جب وصول ہو جائے تو ہم تم برابر کے شریک یعنی دھواں دھارا بجیسٹنر سگریٹ پی جا رہی ہوگی، اور ہمارے منہ کی بھاپ ریل کے انجن کو شرماتے والی ہوگی۔

اس دفعہ میں نے اسکو بہت رئیس پایا۔ مکان اچھا سا مل گیا ہے۔ ایک تخت پر بنیائیں اور دھوتی میں لپٹا لپٹا یا بیٹھا رہتا ہے جس شام کو میں زیارت کر سکا تھا ذرا جس ساتھ، اس لئے دوران ملاقات میں اس نے بے تکلفانہ خلوص کے ساتھ بنیائیں بھی اتار ڈالی۔ خدا کی مشرقی صنعت اور خط و خال کا پورا مرقع میری آنکھوں کے سامنے تھا، تھوڑی دیر کے بعد گہری شام ہو گئی اور مجھ کو آنکھیں بند کر لینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔

بھائی محمد صدیق صاحب زادے کے عقد کیسے آ رہے ہیں۔ ۱۴ ستمبر تاریخ ہے۔ تم بھی مدعو ہو گے۔ میرا قصہ تھا کم سے کم دس روز کے لئے آسکوں بعض وجوہ سے ناامیدی ہے۔ دو تین روز کیسے مشکل سے نکل سکوں گا جس کا نیت افسوس ہے

سگریٹ کیسے تیری خاطر سے لکھ دیا۔

خوش ہوا پتیا میں سب اچھے ہیں۔ جواب ایک مہینے کے بعد لکھنا۔

بنارس ۱۴ شہنہ

ہیا کے شیخ! خط ملا۔ میرے خیال میں یہ مناسبت کا کہ ساواؤ
سیٹھ دونوں کو الٹی میٹیم بھیجو۔ یعنی بلا اقتصار، باقتضائے حالت مشکل سے
کوئی خواہش ہے جو نہ نکلی ہو۔ گورواگی کا افسوس ہے۔
ایک ٹائم ہچکی اور ہمیشہ کیلئے خوشگوار خاموشی۔

خدا ان دُنیا کے کُتوں کو مرنے سے پہلے سمجھنے کی توفیق دے۔ تین دن کی
مُسلّس تعطیل ہوگی۔ ایک دن خاص کر کے مجھے اطلاع دو۔ گورکھپور کا واقعہ
میں نے بھی سنا، غیر مستحق عروج کا نتیجہ اضطرابی ہے۔ ان بے ایمانوں سے پوچھو
کہ اگر دفعتاً ہمیشہ کے لئے دُنیا چھوڑنی ہو تو کیا ہوگا۔ یہ چلائے ہوئے اے بابا
اتنا روپیہ فلاں جگہ زمین میں ہے اتنا کہیں اور، کس طرح اپنے ساتھ دفن کراؤں۔
اے کچھ لطف نہ اٹھایا، نہ پہتا، نہ کھایا۔ اے فرشتو! ایک سال کیلئے چھوڑ دو۔
لیکن ہم تم کیا کہہ رہے ہونگے ”شکر ہے“، اُن کو آنا ہوگا، ورنہ تمہاری طرف
سے اگلے پچھلے تعلقات کو ایک دم سے استغناء۔ سوسائٹی کے ایسے بیکار اجزاء
کو رکھ کر کیا کر دے گا جن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ نسبتاً ان گدہوں کے لئے کوئی وجہ
مانع نہیں ہے، سرتِ اشائستگی، پست ہمتی اور ایک حد تک لُطفِ صحبت کا
عدم احساس جو ایک طرح کی حیوانیت ہے۔

گورکھپور سے موتک تھڑکلاس کا کرایہ جو کچھ ہو۔ مع خوراک بھیجنا تو

ٹھیک نہیں۔ کسی معتبر کو تعینات کرو کہ وہ ٹکٹ دلو اگر گاڑیوں میں بار ہوتا دیکھ لے
ساورن کیسا ایک پھوٹی کوڑی بھی خرچ نہیں ہوگی۔ بچاس کا چالیسواں حصہ
کیا ہوگا؟ کم ہو تو اپنی دو میسے کی وضعات بھی شامل کرو۔ بس ان نا اہلوں کا ٹیڑا
پار ہے۔ اب بھگتیں گے۔

میں صرف ایک دن کے لئے نکل سکوں گا۔ اس لئے تاریخ معین کر دو۔

مدی

میرے پیارے شیخ! تمہارا کارڈ اور ”میری تحریر پر حاشیہ“ دونوں مل
گئے تھے۔ تمہاری ناکامی پر مجھ کو افسوس ہوا، سخت سے سخت موقع پر تسکین دہی
کا اصول غالباً یہ ہے کہ قائل جو کچھ کہتا ہے مخاطب کی حالت متاثرہ سے علحدہ ہو کر،
یعنی ایک اقمہ تم کو پیش آیا جس کا کوئی ذاتی اثر مجھ پر نہیں پڑتا۔ اب میں جو کچھ کہوں گا
صرف تمہاری حالت کے اعتبار پر لیکن دراصل یہ طرز خیال کی غلطی ہے۔

چونکہ ہر شخص نقصان ایک حادثہ معاشری ہے، اس پر اصراف نہ کرو وہ خاص
تعلق جو مجھ کو تمہاری ذات سے ہے۔ اب تم آسانی سے سمجھو گے کہ تمہاری ہمدردی
عین اپنی غمگساری ہے۔

حوادث کسی حیثیت کے ہوں حکماء کے خیال میں اعتباری یعنی غیر حقیقی ہیں
جس طرح ہم کو گزشتہ پر قابو نہیں آئندہ بھی ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ لیکن

جس طرح مصدر کی پہچان دن یا تن ہے اگر تم کسی شخص کی واقعی اچھائی بُرائی کا اندازہ کرنا چاہو تو دیکھو کہ حال کیا ہے۔ شایستگی، تہذیب جو کسی صحیح المفاسر کے زیرِ تحت ہو اس کی رسائی بھی صرف اتنی ہے کہ حال کو درست کر سکے۔ خیام جو آجکل یورپ کے شعراء کا باو آدم سمجھا جاتا ہے صرف ”وقت موجودہ کو بلحاظ حالات خوش اسلوبی سے گزار دینا“ زندگی کا بہترین موضوع سمجھتا ہے۔

اس کے لئے نہ تم کو نظام ہونے کی ضرورت ہے نہ کم سے کم مہدی ہونے کی صرف قولے فطری کا معتدل استعمال تم کو انسانیت کا کامل نمونہ بنا سکتا ہے۔ بیشک اس سال تم نامزد نہیں ہوئے مگر زمین نہیں بدلی، آسمان نہیں بدلا، تم نہیں بدے، بھاؤں کو کوئی چھین نہیں لے گیا۔ ننھی ننھی جانیں اب بھی اُسی طرح تمہاری آتشِ محبت کی بھڑکانے والی موجود ہیں۔

سفر میں بھی تم کم و بیش علمی مشاغل ضرور رکھتے ہو گے جو نصفِ زندگی ہے۔ بھائی افسردہ نہ ہو۔ ایک منٹ بھی اگر غیبتِ گفتگی سے گزارا تو تمہاری شکست ہوگی۔ رقبہِ زمانہ کے مقابلے میں جس نے کسی وقت تمہاری خواہش کے خلاف کوئی فیصلہ کیا اور تمہیں نیچا دکھایا۔

پیائے! انگلی ٹپیں پھاگ کھیلو

میں نے بھی آنکھیں نہ کھیں ہیں، اچھے اچھوں سے اچھے ہو۔ بچ کرے تمہاری بلا، کچھ ہی دن اور زندہ رہو گے، قبل از وقت مرنے سے فائدہ۔ دیکھو امید کیسی پیاری اور

بھولی بھالی ہے۔ یقین کی طرح چھلاوانہ سہی، تاہم اس سے ہم آغوش رہو۔ خیالات
ادبچے رکھو، ہو کر رہو گے جو چاہتے ہو۔

تمہارا امدادی

منجھن پور۔ الہ آباد

۱۲/۳

میرے پیارے شیخ! مدت کے بعد تم نے یاد کیا، کثرتِ مشاغل کیساتھ
بھی اتنا وقفہ ہستی عارضی کے لحاظ سے کم سے کم تمہارا اطمینان ظاہر کرتا ہے، گو یہ
حالت نہیں ہے۔

بہت خوش ہوا، تم نے دکھپی سے میرے خیالات دیکھے، اس پر جانے
بھی چلتا رہوں تو بہت ہے۔ تم کچھ دن کے لئے مل جاتے تو افادات سرسید پر کچھ لکھتا
لکھاتا، کوئی پرچہ جاری کرتا، یہ خیالی پلاؤ اس قدر شکل نہیں جس قدر موجودہ غلامی
دُشوار ہو رہی ہے۔ آج ہندوستان میں اندوہ کے سوا کوئی پرچہ، رسالہ یا اخبار
نہیں جو مذاقِ سخن کھنے والوں کی اشتہائے علمی کی سیری تو خیر سرسری ماغی مضرت
کے لئے بھی کافی ہو۔

البشیر مارا کر اب اتنا کیا گیا ہے کہ ہر ہفتے میں کوئی علمی مضمون کا اقتباس
ہوتا رہتا ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے، لیکن فرض کرو کوئی ہفتہ وارا اخبار تمہاری ایڈیٹری میں

شایع ہوا اور میں تمہارا نفس ناطقہ بنوں تو کہاں تک لٹریچر اور علوم و اکتشافات عصریہ کا حق ادا ہو سکے گا۔ ”میں“ کے گلے پر چھری! لیکن کرنے والے انسان ہی ہوتے ہیں۔

تم یہ سن کر ہنسو گے کہ میں نے عربی پھر سے شروع کی۔ عربی مغربی زبانوں سے ہم سطح ہو رہی ہے، کتابیں براہ راست منگوائی ہیں۔ کبھی دکھلاؤں گا۔ (ڈانٹ نہ بتانا)

تمہاری پریشانی، بچوں کی علالت سے افسوس ہوا، شکر ہے کہ اب اطمینان ہے خدا کرے اچھے رہیں۔ سچ یہ ہے کہ زندگی اس زمانے میں سخت ترین ریاض ہے نباہے جاؤ، کبھی کبھی لکھتے رہو۔ ڈاک کثرت سے آتی ہے، مگر آنکھیں تمہارے نقوش محبت ڈھونڈھتی ہیں۔

جمیلہ، صاحکہ، احمد اپنی اپنی جوڑیوں کو یاد کرتے ہیں، بھانج کو تسلیم ہاں! یہ بانسگانوں کا ناگوار واقعہ کیا ہے کس سے تعلق ہے؟

ہمیشہ تمہارا مہدی

منجمن پور - الہ آباد

۴۴

میرے پیارے شیخ! - خط ملا، اور فی الحکملہ اطمینان ہوا۔ پیگ اگر

انسانوں کے قصبے میں ہے تو خیر۔ لیکن اگر اُس دائرے میں ہے جو خاص توجہ میں ہے تو بلا انتظار مزید جہاں سینگ سمائے اپنے حلقے کے کسی دیہات میں خاندان کو منتقل کر دو، پس و پیش نہ کرنا۔ تم کو ملقین کی ضرورت نہیں۔ تاہم یہ انسانی فطرت ہے۔ جی نہیں مانتا۔ گو تمھاری احتیاط بجائے خود کافی ضمانت ہے۔

بھئی بھوپال تم کو مل جائے تو آدمی ہو جاؤ گے۔ آجکل چھوٹا حیدر آباد دہلی ہے "سالار جنگی" دور کا آغاز ہے، غیر ملکی عنصر ہو رہا ہے۔ اس نائب تحصیلدار بورڈ نے منتخب کئے ہیں جو گورنمنٹ سے مانگے گئے تھے۔ جی تو چاہا کہ ایک درخواست بھیج دوں۔ مگر پھر خیال آیا کہ بفرض حال انتخاب میں آیا بھی تو ابتدائی مرحلے کس طرح طے ہونگے، خاندان کو کہاں چھوڑوں گا؟ گورکھپور، موئیکے ایک بدتر۔ مٹھی میں سے جانے کی چیز نہیں، بس ہ گیا۔ کھار کے چاک کی قطع ہو گئی ہے دائرے کے باہر قدم نہیں پڑتا۔ یا اقتصار بہت یا بے حسگی نہیں ہے بلکہ خاص لحاظ کا درد انگیز اقتضا جس سے تم بھی ایک حد تک متشنی نہیں۔

نذیر احمد کی انفرادی شخصیت بہت دلچسپی سے دیکھی۔ شبلی نکتے ہیں "قاموں الاسلام" کی تحریک نے نذیر احمد کو براہِ نیگمختہ کیا اور آپ کی زبردست تحریک اس کتاب کو عالم وجود میں لائی۔ گو اصل کی صرف یہ ایک فرع ہے تاہم جامع مانع ہونے میں شک نہیں۔ لٹریچر اسٹنٹ نے حصہ ثانی تحفہ بھیجا۔ خط تقریبی بہت دلچسپ ہے، کبھی کبھار پہلا حصہ کئی جینے ہوئے شایع ہو چکا حقوق العباد کو بھی تیسرا ہفتہ ہے۔ انجاء

اور رسالے اب پہلے حصے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ دوسرا حصہ چھپے ہوئے کاڑ
کی اطلاع پر خال خال اب واپس ہو رہا ہے۔ دونوں حصوں کے لئے مجموعی درخواستیں
اس وقت تک قریب جو پہنچی ہیں انکی تعداد صرف ۵۶ ہے۔

میرے تمام دوستوں میں اور گورکھپور میں قطعاً تم پہلے شخص ہو جس نے اس
ضروری تصنیف کا نوٹس لیا، کیا مسلمان کبھی آدمی ہوں گے؟ آفرار کے سامنے
ذکی موجود ہے۔ خدا رکھے۔ لیکن وہ ایک پیسہ اس میں خرچ نہیں کرتا۔

اں ایک بات کا افسوس ہے کہ کتاب کی تقطیع، سرورق اور اُس کے
حاشیے کی بیل نہایت مہیبت کا کتابت بڑی نہیں۔ تاہم ہیئت مجموعی اسکی لحاظ
ظاہری میں ترقی کی گنجائش نہیں۔

امی پریس کی صنعت جدید یعنی ”دیوانِ شبلی“ سے مقابلہ کرو تو لکھپتی نذیر احمد
کے چھوٹے پرچہ سے نفرت ہوتی ہے۔ میرے ساتھ اتنا تو ہو کہ حاشیے تراشیدہ آئے
تاہم لوح بدلوانے کی فکر میں ہوں۔

”نظام الملک طوسی“ چھ مہینے سے ”در تفریطِ شمنوی“ ایک برس کے زیر طبع
ہیں۔ بد نصیب مؤلفین ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ کاتب صاحب کی علامت
سب راہ ہے۔

دونوں کتابیں ۶۰ پونڈ آوری پر بھی کچھ چھپیں گی لیکن جلد ہی محدود
ہونگی۔ کہو تو ایک تھامے لئے بھی ”زور و کرا دوں“۔

طوسی بہت دیکچپا و ضخیم ہے، خیام کی لائف اور نمونہ کلام کے صفحے
میری فرمائش اور اصرار سے بڑھائے گئے ہیں۔ ۳۰۰ صفحے چھپنا باقی ہیں، امی پری
کو لکھو، اور ڈانٹ بتاؤ۔

اور سب خیریت۔ بچے آداب کہتے ہیں۔
اسی سلسلے میں کچھ اور لکھنے کا قصد تھا مگر اطلاع ملی کہ عجیب نے چند گھنٹے
کی علامت میں دفعتاً وفات پائی۔ قلم نہیں اٹھتا۔ خدا خیر کرے۔

تمھارا

مدی

بمبھن پور الہ آباد

۳/۵

میرے پیائے شیخ! مفصل خط ملا۔ بھوپال کے معاملے کی تحقیق کر
لکھوں گا، اُس وقت تک "یقین کی اکلوتی بیٹی یعنی اُمید" سے جی ہلادو۔ حافظ تو
یہ کہتے ہیں، کس قدر حسب حال ہے، دن پھر آئے گا۔
"معرفت نیست دریں قوم خدا یاد دے"
"کہ برم گو ہر خود را چہ سریدار دگر"

طبی کتاب کیلئے مہبی اور کلکتے کے دونوں تھیکروں کو لکھ دیا، جہاں لائق حصول

ہوگی آجائے گی۔

تحریر کا شکریہ۔

”نامی پریس کان پور کی لٹریچر خدمات“ کے عنوان سے تم ایک بسیط مضمون البتہ میں دیکھو گے، سُرخ میں چنداں گنجائش نہیں تھی، تاہم لکھنے والے نے متعلقات کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں سب پر نظر ڈالی ہے جب پڑھو گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ خاص تھائے جے جمائے خیالات تھے جنہیں کوئی اچاک کر لے بھاگا۔ اسمیں ”تقریظ شہسوی“ اور ”نظام الملک طوسی“ کی لائف کا تالیفات موعود کی حیثیت سے ذکر آیا ہے۔

ہاں یہ تو بتاؤ ”مدن اسلام“ کے دونوں حصے تم دیکھ چکے؟ جب تک شبلی کی تاریخ العرب نہ شایع ہو تمدن عرب کے بعد یہ نہایت قیمتی اضافہ جو اردو لٹریچر میں ہوا ہے۔ اب تمہارا اسٹڈی یعنی لکھنے پڑھنے اور دفتر کا کمز مشترک چونکہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہے، اُمید ہے جلد جلد تم کو میرا خیال آئے گا۔ چھوٹے بڑے سب کو بلا استثناء دعا اور سلام۔ یہاں سب خیریت۔ اولاد حسین اس ضلع میں نہیں ہیں۔

تمہارا

امدی

منجمن پور - الہ آباد

۲۶

پیارے شیخ ! خط ملا۔ یہ تو بڑی مشکل ہے کہ تم اکتوبر سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ خیر! دیکھوں گا، اتفاقاً اجازت مل ہی جائیگی۔
 ورق الدعوة (انویٹیشن کارڈ) کے نمونوں کے لئے آج لکھ دیا۔ براہ راست پہنچیں گے، اگر زیادہ قیمتی ہوں تو گھوش یا کالیسٹھ کمپنی سے وہ کارڈ دے سکتے ہو۔ جس کے حاشے سنہرے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے قریب قریب مربع کارڈ کی تقطیع ایسی نہیں ہوتی جو مجرد عن اللفافہ ۳ پائی کے ٹکٹ میں بھی جاسکتے ہیں اس لئے تمہاری تجویز کا دوسرا حصہ نظر ثانی چاہتا ہے۔

افراغ کی خبر نہایت شایستہ عنوان سے لی گئی۔ لیکن کمبخت ابھی کچھ منہ سے پھوٹا نہیں۔

کیوں؟ میں روزہ خوار ہوں، کیا گھر بلا کر بھی مجھے دو راز حال فاقہ کرانے کا قصد تھا، میرے روزے کی حقیقت دیکھنی ہو تو سوانح مولانا روم کا صفحہ ۱۹۴ دیکھو وہ کئی سو برس پیشتر بتا گئے ہیں کہ میرا حشر نو کے جلاہوں کے ساتھ نہیں۔ جلال الدین وشمس کے ساتھ ہوگا! بیعت کرتے ہو؟۔ اب بھی وقت نہیں۔ اور ب خیریت۔
 افراغ کے نام کا ایک خط بھیجتا ہوں، دیکھ کر اپنے لفافے میں بھیج دو، صرف اس ریا رک کے ساتھ کہ غلطی سے تمہارے نام پہنچا۔
 تمہارا ہمدی

منجمن پورہ - الہ آباد

۱۶
۶

پیائے شیخ! سخت انتظار کے بعد تمہارا مفصل خط ملا، اور خوش ہوا
بچوں کی صحت کی طرف سے سر دست مطمئن ہو، اس مہینے کے ساتھ ہی غالباً
تمہاری اصنافی سرگردانی کا خاتمہ ہو جائے گا، اور تم ایک مرتبہ پھر اس قابل
ہو جاؤ گے کہ گھر کے خوشگوار آئینہ کی لطافت سے موجودہ صعوبات کی تلافی یافتہ
کر سکو۔

تم نے بہت اچھا کیا۔ اللہ وہ کے پچھلے نمبر بھی منگا لئے۔ بڑا قیمتی ذخیرہ ہے
اور تم خوش نصیب ہو کہ کم و بیش چھ سو صفحے تمہاری دماغی تفریح اور دلچسپ مضامین
کے لئے لائق حصول ہیں۔ غالباً البشیر میں کوئی ریویو بھی عنقریب تمہاری نظر
سے گزے گا۔ آجکل فرصت رہتی ہے اس لئے چھوٹا ہو مشغلہ کچھ کچھ جاری ہو گیا
ہے اور گوداڑہ مصنفین میں داخل ہونا سر دست مشکل ہے تاہم حاشیہ نشینوں میں
چاہتا ہوں امتیازی جگہ ملتی ہے۔

دسمبر کے علی گڑھ مہتملی میں ترکوں کی معاشرت پر میرا ریویو جو سرفہرست شائع
ہوا ہے میرا انعامی مضمون ہے جسے سنتا ہوں خاص علی گڑھ کے حلقے میں بہت
کامیابی ہوئی۔ چار پرچے حق تصنیف میں ملے تھے، جس میں سے پہلا نمبر ایک ناچیز
ہدیے کی حیثیت سے تم کو نذر کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور اس پر فخر کرتا ہوں کہ جسٹس

امیر علی، سید علی اور نہروائی نس آغا خاں سے پہلے (جن کی خدمت میں پہچے بیٹھے گئے ہیں) مجھ کو تھارا خیال آیا۔ پردے کی بحث کے سلسلہ میں تم کو یاد ہوگا شبلی کا ایک معرکہ الآرا مضمون البشیر میں شایع ہوا تھا اور وہ سید امیر علی کے منہ آئے تھے۔ میری نوک جھونک پر تم کو نطف آئے گا۔

مترجم کی چھبٹی ہوئی گرفت کے ساتھ عورتوں سے متعلق بہتیرے مقامات تم کو ایسے ملیں گے کہ بے ساختہ میں مجسم شرارت بن کر تمہاری نگاہ کے سامنے آجاؤ اور تم ہنس دو گے۔ اور یہ میرا سب سے قیمتی صلیہ ہے! دیکھو آنسو نکل آئے۔ آخر یہ تم کو اس قدر کیوں چاہتا ہوں۔ رشیم (اون) پر بہت لطف آیا۔ بلاغت اتنی تو ہو اشرفی ساؤ کو ہدایت کی گئی ہے کہ چار آنہ کا ٹکٹ بھیج کر دسمبر کا علی گڑھ منتھلی منگواؤ دیکھنا یہ ہے کہ گروہ سے نکالتا ہے یا نہیں۔ اور سب خیریت۔

ہمیشہ تمہارا

مددی

منجمن پور۔ الہ آباد۔ ۹۰

پیائے شیخ! خط ملا اور بہت افسوس ہوا۔ تم آخری کوشش میں ناکام رہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔ "توقعات جدید پیدا کرنا گویا باؤسی کو بیٹھے بٹھائے نیوٹہ دینا ہے۔" لیکن تمہاری آرزو ایک دیرینہ آرزو تھی جس کی غایت

صرف اکتساب معاش کے ساتھ ایک شریفانہ زندگی کی تمکین کے سوا کچھ نہیں
 تھی۔ زندگی صرف ایک طرح کی کشمکش کا نام ہے۔ لیکن یہی جدوجہد اور نتائج
 غیر متناسبہ روح زندگی ہیں۔ جس روز یہ سلسلہ منقطع ہوا قبر میں کھا ہوا سمجھ لو۔
 کشنر کی تخصیص نہیں، سب جکل نیلی آنکھوں کی ایک طرفہ پالیسی بلا استثنا
 یہی ہو رہی ہے جس کے شواہد آنکھوں سے دیکھ لے ہو۔ بہر حال تم اپنی سی کرچکے
 بلند نظری نہ چھوڑو۔ جائدا دبال بچے رکھتے ہو، مشغلہ ہستی کی کمی نہیں۔ علمی
 مشاغل کچھ اور بڑھادو۔ لکھتے لکھاتے بھی رہو۔

میں نے اچھے اچھوں کو روتے دیکھا۔

یہ ہماری بیہودگی ہے کہ غلامی کے اتنے دلدادہ ہیں۔ بھئی رخصت
 ہوا اور کوئی دوسرا عنوان زندگی سوچو تو سب سے پہلے دامن جھاڑ کر ہتھاراسا تھ
 دینے والا میں ہوں۔ دل چیر کر دیکھو، علی گڑھ کی جاروب کشی کرنے کو تیار ہوں
 اگر آج اتنا سہارا ہو کہ پیٹ بھر جائے گا، اپنا نہیں متعلقات کا۔

میں نومبر میں رخصت لینے والا ہوں۔ احمد کو بھی مختون دیکھنا چاہتا
 ہوں۔ کیا اچھا ہوتا مقدماتیم ہوتے۔ مؤگور کھپور میں ذرا چل پھل رہتی۔ ریل کی
 آمد و رفت میں لطف آتا۔ اسپر غور کر کے اطلاع دو۔ میں نومبر سے پہلے کسی طرح
 لائق حصول نہیں ہوں گا۔ اور تم غالباً مجھ سے قطع نظر نہ کر سکو گے۔

افراغ کے لئے سلب مع ریا کر بھیجتا ہوں۔ دیکھنے کے بعد ایک

نہانے میں رکھ کر اُسکے پاس بھیج دو، گہری سازش پائی جائیگی۔ اور ب خیریت۔

ہمدی

سلطانی حلقے کی دو سگریٹ ہاتھ آئی تھیں، ایک تھامے لئے محفوظ رکھ

چھوڑی ہے۔

تھیں۔ ال آباد

۱۱ ۲۱

میرے پیارے شیخ! تمہاری متعدد تحریریں زیر جواب ہیں، اور خلاف معمول میں تم کو جلد نہ لکھ سکا، لیکن میرے اوقات کچھ اس قدر اُلٹ پٹ گئے ہیں کہ صبح و شام کی ترتیب بھی برائے نام رہ گئی ہے۔ میرا وقت جو مکمل خاص تھا یہاں اوروں کے تصرف میں رہتا ہے، مصروفیت سے پریشان رہتا ہوں تاہم گزشتہ سب سے زندگی کے مقابلے میں یہ جدت سے خالی نہیں۔

تم نے نفیس دریچہ کی عدالت کے بعد صحت سے اطلاع دی تھی۔ اُمید ہے سب اچھے ہوں اور سہر دست ان پیاری جانوں کی طرف سے تم مطمئن ہو۔

بھوپال کا فائل داخل دفتر ہو گیا، اور انتخابات ہو چکے۔ وہاں سے بھی انگریزیت کا پٹنا آیا تھا۔ ”ہنز میں کہ رسیدیم آسمان پیدا است۔“

تم نے بڑی لمبی چوڑی رخصت لی۔ اور چونکہ گھر پر اتنا ٹھکانا ہے کہ بیٹھ کر ماحی کے ساتھ حال و مستقبل کی گردان پر ایک نظر ڈالو۔ اس لئے قطعاً اسکی ضرورت تھی۔ اطمینان کے ساتھ غور کرو۔ آئندہ کیا ہونا چاہئے، اور مجھے بھی قید فرنگ سے نجات دلاؤ۔ دنیا دونوں کو بے وقوف کہے گی، جب تک ہم اپنی ٹھیوں میں طمانی سکے نہ دکھلائیں۔ لیکن ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ مرگ ناگمانی سے اگر قطع نظر کر لی جائے تو زیادہ سے زیادہ خدا کی رہتی دنیا میں دس برس اور ہیں جو ہمارے جینے کے لائق ہیں یا جن پر زندگی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ پھر ہمدی و شیخ کہاں؟ دوسری فرد ہوگی۔ لیکن ہم کو کیا؟ اس لئے اب بھی جو وقت عافیت سے گزر جائے غنیمت ہے۔ گزشتہ زرنگار زندگی کا کوئی حصہ واپس نہیں مل سکتا۔ آئندہ سے جو کچھ کام لے سکو۔ بہر حال موجودہ پیشقدمی میں میری بہترین خواہشات ہمیشہ تمھارے ساتھ ہیں۔

یونیورسٹی کنووکیشن اور فٹنٹ گورنر کی آمد میں بڑی چل پھل رہی۔ نوا محسن الملک آئے، بیرسٹروں میں خوب دعوتوں کا چکر رہا۔ کہیں پہونچا کہیں معذو رہا۔ تاہم محسن الملک کو تین چار مرتبہ دیکھ کر سیری حاصل کی۔ مولوی رزاق (البرک)، آئے اور میرے ساتھ ٹھہرے۔ شبلی بھی آنے والے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر اتنا اطمینان نہیں جسکی ضرورت ہے۔

جمیلہ، صاکنہ، احمد سب اچھے ہیں اور تسلیم کہتے ہیں۔

تم کب تک یہاں پہنچو گے؟

تمہارا

مددی

الہ آباد - ۱۱ ۱۲

میرے پیارے شیخ! مفصل خط پا کر بہت خوش ہوا۔ تم سے ملنے کا خیال جب آتا ہے اٹھا کر ایک نظر دیکھ لیتا ہوں۔ خدا کرے تمہاری "متائے آزادی" جلد پوری ہو۔ مستفسرین سے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ ایک عمر کی غلامی کے بعد لمبی رخصت کوئی غیر معمولی امر نہیں۔

کبھی الہ آباد آئے تو یہاں کی اونچی سوسائٹی کو دیکھ کر خوش ہو گے۔ خاص کر سید اکبر حسین صاحب سے مل کر جو نہایت صحیح مذاق سخن رکھتے ہیں۔ میں نے ان کی فرمائش و اصرار سے شبلی کی "تقریظِ شنوی" پر ریویو کیا ہے۔ عنوان بالکل مغربی ہے یعنی "آدھ گھنٹہ علامہ شبلی کے ساتھ"۔ آجکل کے لکھنے کا طرز یہ ہے کہ اصل موضوع کے ساتھ لگے پٹے مسائل جتنے ہیں تعلقات میں کوئی چیز چھوٹنے نہ پائے۔ لیکن اسی کے ساتھ ذرا ادھر ادھر ہوئے اور گئے۔ انشاء اللہ تم پسند کرو گے۔ اسی طرح شبلی کی تحریک سے ایک جرمنی مؤرخ کے افادات کا ایک حصہ دو قالب میں نکال لایا ہے۔ یہ مصنا میں خاص عنقریب تمہاری نظر سے گزریں گے۔ ہاں تم مغزن کے خریدار

ہو گئے یا نہیں؟۔ اکتوبر کے پرچے میں لیڈ میگزین (ہائے) طاؤسی لباس میں دکھائی گئی ہیں۔ ہان ٹون (فوٹو) ہے۔ مخزن میں آزاد کے مکتوبات کا ایک قیمتی سلسلہ چھڑا ہے۔ اس لئے تمھاری توجہ کے لائق ہے۔

تمھاری طولانی رخصت میں کم سے کم تین مہینے کے لئے الگ ہو کر تمھارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی اور تمھاری مشترکہ یادگار قائم کرنی منظور ہے۔ بڑا اہم کام ہو جائے گا۔ انشاء اللہ پانچ سو صفحے کی ایک ٹھوس کتاب جسے شبلی وغیرہ کی تالیفات کے برابر رکھ سکو گے۔ آخر دوسرے بھی آدمی ہیں۔ مولوی رزاق آئے تھے آمادہ کر گئے۔ مصالحہ تیار ہے۔ یعنی میں صرف تمھارا منتظر ہوں۔ اختیار منصوبہ بن کر نہیں گئے۔ لیکن ایک سال میں امخیاالی واقعہ ہو سکتا ہے، اگر ہم تم اتنے بھی رہ گئے۔

تعطیل میں کہاں ہو گئے؟ میں نکلنے کی کوشش کروں گا۔ لغو مصروفیت کی حد نہیں رہی۔ تحصیلدار اُن لوگوں میں ہے جو کچہری کو اوڑھنا بچھونا بنائے رہتے ہیں۔ میری اصلی زندگی اکثر نو بجے رات کے بعد شروع ہوتی ہے۔

سیٹھ اچھے بچے۔ اور سب خیریت۔

ہمیشہ تمھارا

ہمدی

الہ آباد - ۱۳ ۱/۲

میرے پیارے شیخ! خط کے بعد کارڈ بھی ملا اور خوش ہوا۔ تم مع خاندان واپس آ گئے۔

تمہاری طلبی پر جی چاہتا ہے چپکے سے ریل میں بیٹھ جاؤں۔ لیکن آجکل نظر بند ہو رہا ہوں، اجازت ملنے کی امید نہیں۔ ضلع میں نئے چارج کھلتے جاتے ہیں کہیں نہ کہیں بھیج دیا جاؤں گا۔ اب تک چلا گیا ہوتا، علالت مانع رہی۔

امید تو ہے اضلاع غیر کی ٹھوکروں سے محفوظ رہوں لیکن بدویانہ زندگی کہیں کی ہو اچھی نہیں، اس لئے ایک نیا کوفت پیدا ہو گیا ہے۔

بھائی محمد صدیق صاحب کی آمد سے دفعۃً خاندان کو بھیجنا پڑا۔ تمہارا خیال بھی نہیں تھا کہ موئیں ہو گے۔

الہ آباد حجان ہائیکورٹ کے لئے ہے۔

خدا جانے کس طرح کشتی ہے۔ ایک دست سے ملنے کے لئے آئے۔ میں شاپور جی کے ہاں گیا ہوا تھا۔ رؤف صاحب کے ہاں ملاقات ہوئی تو پوچھا کہیں خریداری کے لئے گئے تھے؟ میں نے کہا ”جی نہیں کہنے کے لئے“۔ پٹ گئے۔ یہ فقرہ آجکل گشت کر رہا ہے۔

ہاں! یہ تم نے کیسی دھمکی دی ہے کہ! ہر چلے جاؤ گے اور برسوں ملنا نہیں ہوگا۔ صاف لکھو کیا مطلب ہے؟

احمد، جمیلہ، صالحہ سب اچھے ہیں اور بھائی بہنوں کو یاد کرتے ہیں۔
 ضرورت ہوئی تو تم کو بلاؤں گا۔ تمھاری ہمدردی کا خاص شکریہ۔
 اجتہاد (نذیر احمد) مقام خلافت (عبدالقادر) دونوں دیکھنے کے لائق
 ہیں۔ پچھلی کے دام ضرورت سے زیادہ ہیں۔ گواہ تمام بھی بہت کیا گیا ہے۔
 تازہ وارد کی صحت کی طرف سے مطمئن کرو۔

تمھارا

ہمدی

تحصیل - الہ آباد

۲۰

میرے پیارے شیخ! ۴ فروری کے خط کا جواب آج لکھتا ہوں۔
 بعضی مجھے کیا بلاتے ہو، پابز بخیر ہو رہا ہوں۔ جب سے گورکھپور کا تعلق چھوڑا آنے جانے
 کی قسطیں غائب ہو گئیں، اب تو اس طرح جا رہا ہوں جیسے دنیا سے کوئی سروکار ہی
 نہیں رہا بعض دفعہ وحشت ہوتی ہے۔ دس پانچ برس اور، پھر کوئی جاننے والا بھی
 نہ ہوگا، اسی میں شیخ سے جی بھر کر مل لیتا۔ مرحوم افرغ سے ایک دفعہ گلے شکوے،
 بہتر سے کام ہیں، انھی جانوں کو اتنا کر دینا کہ وہ بغیر ہمارے تمھارے بسر کر لیں کس قدر
 میٹر حاضر ہے۔ اُو خدا رحم کر! بڑا نرم دل لایا تھا۔ اب کوئی ناز بردار نہیں رہا۔ چھ

آغاز کا انجام نسبتاً کیوں اتنا بیگانہ ہے۔

یہ تم نے بُری سُنائی کہ پھر واپس جاسے ہو۔ آپ ہی آپ دل بیٹھ گیا۔ کچھ دن اور پڑے رہو۔ میں اپنی بیزاری کس سے کہوں، ویسیوں سے مجھے اتنی تکلیف پہنچتی ہے یا کم سے کم احساس اتنا بڑھا ہوا ہے کہ بعض وقت زندگی اجیرن معلوم ہوتی ہے جن صاحبِ خلق سے تم متاثر ہو کر گئے تھے اب انھوں نے رنگ بدلا ہے۔ قصور یہ ہے کہ افسرِ ضلع "بلا واسطت" مجھ پر مہربان ہے۔ بتائیے کیا کروں۔ طبیعت اس قدر بجھی ہوئی ہے کہ خود کسی حیثیت سے پیش قدمی نہیں کرتا۔ لیکن اس کو کہا کیا جائے کہ وہی کے بساطیوں کی وضع کے مقابلہ میں میری ہیئت کدائی کسی اگر زیر کو پسند آئے۔ خط ہے کہ میں جامع صفات ہوں، لیکن شائستگی ایک جداگانہ چیز ہے اور وہ میری ایک عمر کی کمائی ہے، کہاں تک مٹوں، بہر حال دیکھ لو، ہر چکنے والی چیز کنڈن نہیں ہوتی۔ ایک "نیابت" اس طرح پیچھے پڑی ہے کہ ابھرنے نہیں دیتی، ایسوں کو یہ سمجھاؤ کس قدر مشکل ہے کہ میں تم لوگوں کے دائرہ رفاقت میں کس طرح لالوں لال رہا۔ کیا گورکھپور کے تعلقات سابقہ پر کم نظروں کی نگاہ حاوی ہو سکتی ہے۔ خیر! پڑھ کر کم و بیش ہر جگہ ہیں۔

ضلع سے میری سفارش زور دار ہوئی ہے۔ کمشنر نے بھی زور قائم رکھا ہے۔ اور بالکل ہم آہنگ ہے۔ تاہم آپ ہی آپ مجھے مایوسی ہے اس لئے کہ بہت سمجھ گیا ہو۔

سکرٹری وغیرہ سے ملا، سینئر ممبر بورڈ سے بھی متواتر ملاقاتیں ہوئیں۔

کمیٹی ۱۵ مارچ تک ہو گئی، لکھنؤ جانا ہو گا۔

تم اس درمیان میں کہیں نظر نہیں آؤ گے اس کا صدمہ ہے۔ بچے سب اچھے ہیں۔ اُمید ہے تمھارے ہاں بھی خیریت ہو، کیسی ہے اب صحت۔ آجکل آپ ہی آپ بہت یاد کرتا ہوں۔ جواب بولہسی ڈاک مفصل لکھو۔

مدی

تحصیل لاہور ۲۷

پیائے! کیسے ہو؟ کیا حال ہے؟ خط کا جواب کیوں نہیں آیا؟ دل چاہتا تھا کہ تم تندرست اور اتنے مطمئن ہوتے کہ تم کو لکھنؤ کی ہمسفری کے لئے مجبور کر سکتا۔ جس طرح تم اکیس گھر کے چراغ ہو مجھے بھی تنہائی کا رونا ہے۔ عزیز رفیق جو کچھ ہو تم ہو۔ ۱۴ مارچ کو پیشی ہے۔ ۱۳ کی شب کو یہاں سے جاؤنگا۔ تم ساتھ ہوتے تو دل قوی رہتا۔ اور میں فیصلہ قسمت کے لئے خوش خوش جاتا۔ یوں تو مشکل سے قدم اٹھیں گے۔ جہاں ہزاروں آرزوئیں قبریں جائیں گی ایک یہ بھی ہے کہ تمھارے تھیں کسی پر لطف سفر کا کبھی موقع نہ ملا۔ آسکتے ہو تو آؤ۔ مصارف سب میرے ذمے۔ صدیق اکبر کو لکھا ہے۔ اُمید ہے کوئی معقول رقم کو لکھپور سے مل جائے۔ بچے تو اچھے ہیں؟ بھادج اور نئے تمر کا کیا حال ہے؟ افرارغ کا خط آیا۔

میری عدم توجہی کا شاکہ ہے۔ اس کو کس طرح سمجھاؤں کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں کھیتی۔
 احمد وغیرہ سب بخیریت ہیں، عید یہ سب کو سلام کہتی ہے اور کہتی ہے لکھنؤ کے
 سفر کے لئے ناشتہ تیار رہے گا، چوٹی کا آ رہی عید کیجے گا۔

تمہارا

مددی

الہ آباد ۳۰ ۳

میرے پیائے شیخ! لکھنؤ جانے سے پہلے تمہاری اعلیٰ درجے کی
 انشا پردازی کا ایک نمونہ مل چکا تھا جسے بار بار پڑھتا رہا۔ کل کارڈ ملا۔

میں اس خیال میں تھا کہ کچھ ٹوہ مے تو تم کو لکھ دوں لیکن کسی طرح راز سربستہ
 کی عقدہ کشائی نہیں ہوتی، سکرٹری بورڈ سے ابھی مل کر آ رہا ہوں۔ میں نے پوچھا
 تھا تو مسکرا کر گول کر گئے کہ جلد معلوم ہو جائے گا۔

لیکن جہاں تک قرآن عقلی رہبری کر سکتے ہیں عام خیال یہ ہے کہ مجھے کامیاب
 ہونا چاہئے، پیشی اچھی رہی اور میں نے اطمینان کے ساتھ دونوں ممبروں کو اپنے
 کاغذات دکھائے اور جو کچھ کہتا گیا سنتے رہے۔ اخیر کا فقرہ یہ تھا کہ الہ آباد کی خاص
 حالت کے لحاظ سے مجھے رپورٹیں عموماً انگریزی میں لکھنی ہوتی ہیں فیصلے بھی انگریزی
 میں ہوں کی آقا۔

میں لکھوں گا اگر مجھے یہ موقع مل سکا۔

تو اُمیدواروں میں تیسرے نمبر پر بلایا گیا تھا جس سے قیاس ہے کہ بوڑھے خود اپنا آئینی کر لیا۔ یہ سب کچھ ہے لیکن میرا دل آپ ہی آپ بیٹھا جاتا ہے۔ اور خدا جانے مایوسی کیوں پیچھا نہیں چھوڑتی۔

لکھنؤ میں تم کو بہت یاد کرتا رہا، ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ کہیں محکوم ہو کر قیام کو جی نہ چلا، یعنی کسی کا ہمان نہیں ہوا۔ یہ کون سنتا؟ ”اے ہے یہ کون صاحب ہیں جن کو خیر سے کھانے سے پیسے غسل کا پٹنا پڑا ہے، چو لھا پارسیوں کا تشکدہ تو ہے نہیں ما اٹھے گی آگ جلائے گی تو پانی بھی گرم ہو رہے گا۔“

شبلی سے ملاقات ہوئی، کہنے لگے ”بھئی فنڈ کھولو اور ایک مہینہ سوا حل بحری پر بسر کرو۔“ تم نے کلکتے کا مرقع دکھایا ہے اور ایک حکیمانہ فقرہ لکھ گئے ہو کہ ”روح فریاد کرے گی۔“ خیام نے جہنسہ اسی خیال کو ادا کیا ہے۔ جوش سے بھرا ہوں اس لئے ایک مستقل عنوان تمھاری داد دینے کے لئے اختیار کروں گا۔

مقبول دیوانہ سے ملاقات رہی، خوب آدمی ہے، تم پر مٹا ہوا ہے۔ ایک مزے کی بات یہ ہے کہ اُس کو اصرار ہے کہ میرے تمھارے مکتوبات شایع کر دے تھیں مولوی مشتاق احمد صاحب سے کہ دنیا ”قدر مردم بعد مردم“ پڑا فقرہ ہے میں تو ان کو جیتے جی اس قدر یاد کرتا ہوں کہ مدوح کو یقین نہ آئے گا۔

تمھاری علالت سے سخت تشویش ہے۔ خون بند کرنے کے لئے تم نے

گندھاک کے بتائے کھائے ہیں؟ مجھ کو بھی عرصہ ہوا یہ شکایت ہو گئی تھی لیکن قطعی
استیصال ہو گیا۔ آزماؤ تو بھیجوں۔ رجسٹری کا کیا ہوا؟ کہاں تعیناتی کی امید ہے
خدا اطمینان دے اور تم کو جلد تندرست اور خوش دیکھوں۔ بچہ اب کیسا ہے۔
شیخ! بس اب یہی زندگی رہ گئی ہے۔ اور سب خیریت۔

تمہارا

مددی

الہ آباد ۱۳؎

میرے پیارے! مفصل خط کے بعد کارٹولا۔ بچوں کے مبتلائے چچا
ہونے سے سخت تشویش ہے۔ اب کی ہر طرف اسکا زور رہا ہے۔
بقیہ میں نے خود چھپوایا تھا اور بچوں کے بھی ٹیکہ لگا ہو گا۔
اس لئے امید ہے سخت ٹائپ کی نہو۔ احتیاط ضروری یہ ہے کہ اور بچے الگ لکھے
جائیں لیکن کیس قدر مشکل ہے، سلسلہ مصائب کے لئے جدید تقریب کچھ نہ کچھ
ہونی چاہئے۔ بہر حال خدا رحم کریگا۔

معلوم نہیں گورکھپور میں رجسٹری کا کیا ہو رہا ہے۔ ایک امید بندھ گئی تھی
کہ شاید تم پھر مل جاؤ اور اپنا مکان بحالت سفر ہی آباد دیکھ سکوں، بے اطمینانیوں کے
ساتھ بھی دھڑکا خیال رکھنا۔

بھئی شیخ! مجھے کیا علی گڑھ لئے چلتے ہو، لکھنؤ کے سفر سے ابھی پنپا نہیں ہوں۔ سوچو کس طرح ایک شان سے گزر گئی، کتنے ہیں جو ہمدردی کریں گے۔ لیکن جب تک تم صرف تم زندہ ہو ڈھارس ہے۔ کیونکہ جانتا ہوں ”تو“ ان افکار کو خوب سمجھتا ہے۔!

بھیا! بخاریوں رہتا ہے؟ سلسلہ کیوں قائم ہے؟ اپنی خبر لو! تھوڑے دن کے لئے جان ہارون کو چھوڑ چھاڑ کر فقیر کی مٹنی میں چلے آؤ۔ یہاں تک لکھا تھا کہ دل بے قابو ہو گیا۔ اور خدائے شیخ کا داغ نہ دیکھو۔

موقع ملے تو ضرور علی گڑھ ہواؤ، میں اسٹیشن پر مل لوں گا، ضرور جاؤ۔ فرض کفایہ ہے۔ جنون میں نکل گئے تو خیر، ورنہ کون جانے موقع ملے گا بھی یا نہیں۔ اور سب خیریت۔

تمھارا

ہمدی

تفصیل آباد - ۱۸ ۶

پیاسے شیخ! کارڈ ملا۔ تمھاری ریل کی چند گھنٹوں کی معیت کا لطف زائل نہیں ہونے پایا تھا کہ دفعۃً حادثے کی خبر دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ بھئی کسی طرح یقین نہیں آتا۔ کل کی بات ہے کہ تم گورکھ پور میں تھے۔ بھانجی سے ملے ہو گے۔ یہ احتمال

بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ آخری دیکھ بھال تھی۔ غریب بھانوج کی خدا جانے کیا حالت ہوگی۔ محل کی بچہ، چار دن ہوئے دنیا میں ملی اور دفعۃً یوں ناشاد چلی گئی۔ میں نے اُسے عروس دیکھا نہیں، سنا تھا۔ لیکن یہ تو گویا آنکھوں دیکھی ہے کہ ”جو اُسکے ہاتھوں کی منہدی بھی اُداس نہیں ہوئی تھی“

ہاں یہ صحیح ہے کہ گورکھپور کے تعلقات کی آخری یادگار بھی مٹ گئی۔ آغاز وہ تھا، انجام یہ ہے۔ یہ ہم غریبوں کی رودادِ زندگی ہے۔ قانونِ قدرت ایک نہیں سنتا۔

اچھا جب یہی رہ گیا ہے تو ہم تم بھی اسی فہرست میں آنے والے ہیں۔ پتھر تسکین کیوں کروں، اور الفاظ کہاں سے لاؤں۔ قدرت کے آگے سر جھکانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسی کا نام صبر ہے۔

تھارا

ہندی

الہ آباد - ۱۳ - ۹

پیارے شیخ! تم نے ایک بیٹے کے بعد جو ابا دیکھا تو کیا میں دو ہفتے بھی نہ لیتا۔ تمہاری خود داری کے مقابلے میں کچھ رکھ رکھاؤ تو میری طرف سے بھی ہونا چاہئے۔

اس وقت خاص طور پر یہ نگارش ہے (یہ لفظ ایک لالہ کے لکھے ہوئے
 رُو بکار سے لیا گیا ہے) کہ میں دوسرے کی تعطیل میں وطن آنا چاہتا ہوں۔ اسی سلسلے
 میں دلی خواہش تھی کہ تم کو اور آفران کو ایک دن کے لئے پاسکتا۔ تمہاری مصروفیت
 معلوم ہے۔ لیکن اس سے خوش ہوں کہ نسبتاً پھر بھی مطمئن ہو، اس لئے ضرور آؤ۔
 آفران کو بھی لکھا ہے۔ آجکل متوجہ ہیں، سلسلہ مراسلت جاری ہو گیا ہے۔

ذرا پیوند دیکھنا، کہاں پہونچا؟ اور پرانی اُردو سے کیا جواہر چنے ہیں۔
 فقرے کو دہراؤ۔ شیخ! دو چار برس اور، پھر یہ رعنائی خیال کہاں؟۔
 شبلی کہتے ہیں ”ہمدی پھر کہاں؟“۔ مولانا نے خلوص سے لکھا تھا۔

آبدیدہ ہو گیا، یہ عجیب بات ہے خیال میں اُس وقت تم تھے۔ اُن کے خط تو
 تمہارے لئے رکھتا جاتا ہوں، مگر میرے قلم کی گھس گھس کی کوئی یادداشت نہیں تھی۔
 ہاں ایک صاحب ہیں افادی الاقتصادی اُنھوں نے البشیر میں کچھ
 لکھا ہے جسے آپ عنقریب دیکھیں گے۔ ایک روز موسم خوشگوار تھا چند سطریں
 لکھیں، بڑھتے بڑھتے کئی صفحے ہو گئے۔ آجکل کے نوجوانوں کی اُردو کا خاکہ اڑا رہے
 سُرخ کچھ ہے مضمون کچھ متعلقات میں جانے کیا کیا کہہ گیا۔ شبلی پر بھی ایک جگہ
 نوک جھونک ہے۔

اچھا شیخ! بتاؤ، ایک دن کے لئے گورکھپور آؤ گے نا؟ اچھے میری اتنی سی بات

ہمدی

مان لو۔ تسلیم، سلام، دعا، پیار۔

تھیل - الہ آباد

۱۳ ۹

پیارے شیخ! تم کا رڈ اس طرح لکھتے ہو جیسے چنے پر قُلْ ھُوَ اللہ میرے
فقر میں نہ آؤ۔ کپڑے سب محفوظ ہیں۔ رنگیلے حکیم نے چوٹا نہیں لگایا۔

میرے لئے روپے کی جگہ پونڈ کا خیال، بہت ہی لطیف انتقال ذہن تھا۔
پھڑک گیا۔ عمروں کے رازدار کے سوا یہ کسے سوچ سکتی تھی جو اس طرح مجھ پر حملہ آور ہو۔
خدا کرے مجھ سے زیادہ جیو تاکہ دُنیا سے نادار نہ اُٹھوں، تم میری دولت ہو، ہمیشہ
سرمایہ نشاط ہے۔ اب آنکھیں ترستی ہیں۔ بھرا۔ الہ آباد، آنکھوں میں حرف غلط،
پچھلے دن کہاں سے واپس لاؤں۔

اِس ذکی خوب نکلا، حامد و احمد بھی غائب کچھ ہو رہے ہیں گے۔ لیکن کیا ہم تم
بھی ہونگے؟ تو بہ! مجھے تو اُمید نہیں۔

بالنسہ سے مانگ آئی ہے۔ ساٹھ روپے ماہوار پر ایک زرس بھیجو۔ کھانا، پینا
رہنا سہنا اس سے الگ، جوان ہو ”دیدار“ ہو جو بیچ کے لئے ہر طرح موزوں ہو۔ کسی
زُمن کو ضرورت ہے۔ بھائی پرے میں شکار کھیلے گا۔ ہم تم احق ہی ہے! یہاں سب
اچھے ہیں۔ اُمید ہے تم بھی مطمئن ہو۔

میرا سہ پنا بچانا، ہفتہ وار دو گرین کونین کی بھرتی کافی ہے۔
تھیل
ہمدی

تحصیل - الزباد

۹/۴

پیارے شیخ! کارڈ ملا اور کچھ اطمینان ہو چلا، تاہم بقیس اور بھاج کی علالت کا خیال ہے۔ خدا کرے تم جلد اطمینان دلا سکو۔

”سنا افراغ بھی علیل ہے۔ طبیعت خاص کو ”تیلی کے سین“ کی طرح تم ہی دونوں کے چکر میں رہنا ہوتا ہے، بیچا سے کی ذات بہت غنیمت ہے۔

نئے لالاجی کا حال سن کر افسوس ہوا۔ لیکن تم اس قدر پریشان کیوں ہوتے ہو۔ ”دہن سگ“ رکھتا ہو تو ”زلقمہ دوختہ بہ“ کی ٹھہراؤ۔ ورنہ قطعاً بے نیاز ہو کر رہو۔ جاہدادے کر کیا چاٹو گے جب انسانیت کا اصلی جوہر عینے خیریت! بتی نہیں ہی۔ نفس انسانی خالق کے سوا دنیا میں کسی کا محکوم نہیں ہے۔ اسے خوب یاد رکھو، تم گورنمنٹ کے (جو نہایت شریف اور گوری جٹی ہے) نوکر یعنی ضابطے کے ملازم ہو۔ کسی کمار بچے کے غلام نہیں ہو۔ خبردار جو آنکھ نیچی ہوئی اور ذرا بھی دل پر پل آیا۔ لیس برس کٹ گئے، دس پانچ اور ہوئے، نوے، کچھ پروا نہیں، ترقی نہیں ہوئی، کافی سسر بھگت لی۔ جتنے دن اور کاٹنے ہیں مردانہ وار کاٹو۔ تم میں کٹرے نہیں پڑے ہیں۔

ذرا فرق دیکھنا۔ میں یہ بھی نہیں جانتا رجسٹرار کا محکمہ کدھر ہے۔

نزاعی مقدمات کی پیشی بلائے جان ہوتی ہے۔ کسی طرح مقررہ صفحے رنگے اور الگ۔ ”عصمت بی بی ازبے چادری“۔ دانش توکل پر گزر کرنا ہوں۔

شایستگی نے فنا کا درجہ دلوا دیا ہے لیکن سفاک بُے رحم اس لئے جلتے
 ہیں کہ اُن کی طرح میں گد بانہیں ہوں۔ یہ لاعلاج مرض ہے اس لئے خیال چھوڑ دیا۔
 لیکن دُنیا میں ہوں اور ایک وقت خاص تک ہوں گا۔ ایک ضلع پر بندہ گئی، تم بھی
 نباہ دو گے۔ پھر دلیکیر کہیں ہوتے ہو۔ بھولے شیخ! تیرے دل کی کمزوری خود تیرے
 بچاؤ کی کافی ضمانت ہے۔

تمھارا
 ہمدی

بو اپسی ڈاک سٹمپ کرو

تحقیل۔ الآباد ۲۹ ۹

پیارے شیخ! ادھر پھر ایک دم سے مسلسل خاموشی ہے۔ بھئی اتنی عظیم
 الفرستی بھی کیا ہے؟ مینے میں ایک آدھ خط بڑی بات انہیں! تمھاری تحریر نہیں ملتی نو
 چاہے چٹھی رساں لدا ہوا آئے مگر یہ معلوم ہوتا ہے جیسے ڈاک خالی گئی۔

”تیرہویں صدی دے ناصر علی مرکز پھر جی اٹھے۔ بڑی آبتاب کے پرچہ جاری
 کیا ہے۔ کہو تو جاری کردادوں، ذرا سچی بہل جائے گا۔ کثرت افکار میں کبھی کبھی نفس کو
 ایک طرح کی راحت ملے گی۔

آج کل مالگزار یوں کی سرگرمی کے ساتھ سال کا دم دسویں ہے یعنی مصروفیت کے
 سامانوں کی کمی نہیں۔ تاہم خوفے بد نہیں جاتی۔

اکتوبر کے مشرق میں ”دائرہ ادبیہ“ دیکھنا۔ ایک زبردست نشار پر داز پر قلم آزمائی

کی گئی ہے جس کو دلگداز کے بعد ہم نے تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا، ضمناً بعض نازک مسائل سلسلہ بیان میں آگئے ہیں جن پر تم کو نطفہ آجائے گا۔

نور جہاں پر نوک جھونک ہے، اور اس لطافت کے ساتھ کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا کسی "احرام جدید" کے خیال میں ہے، اور کبھی نہ کبھی کسی گوری چٹی بلبلے بالوں والی سے۔

”گرہ دادہ شب را پس آفتاب“

.....

میرے مضمون پر تمہارا نوٹ ہو گا۔

بہت بیگانہ ہوئے ہو جب تک سانس ہے کچھ تو تحریک چلی جائے۔

تم نے علی گڑھ کے "طراز" دکھجور تاج اور ہلال، کی کرکشیگریٹ پی ہے۔ نہایت نفیس نرا اور ایک خاص طرح کی "عطریت" لیورٹیو سے ۸ رکم، یعنی تنو کے صرف ایک۔ کہو تو پچاسا بھجوا دوں۔ شملے سے پہنچے گا، عید میں دوکش پی لینا کیا معلوم اگلی عید میں کہاں ہو!

بچے کچے، میری بقیس اور اسکی اماں اُمید ہے اچھی ہونگی۔ جلد لکھو۔ انشا پروردی

کی ضرورت نہیں، دوسطری کافی ہیں۔

ملاحی کا کیا رنگ ہے، یہاں خیریت، سب یاد کرتے ہیں۔

عقصر - اللہ آباد ۷

پیا کے شیخ! مفصل خط ملا اور افسوس ہوا۔ تم نے بخار سے تنکیت اٹھائی، مجھ کو موسمی تپ کبھی نہیں آتی۔ لیکن تمہاری طرف سے خدشہ لگا رہتا ہے۔

خوش ہوا، تم رخصت لینے والے ہو۔ جلد آؤ۔ اور جمبیلہ کی خواہش ہے تمہیں کو بھی لیتے آؤ آب و ہوا بدل جائے گی اور وہ یہاں مل جل کر بالکل چھی ہو جائیگی۔ اگر تم ۲۰ سے مستفید رخصت ہو سکتے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ۲۲ کو میں تمہیں مٹھیا میں دیکھوں۔

واقعات کی قدرتی رفتار نے ”فیصلہ قسمت“ پر مجبور کر دیا۔ اور میں لمبی پھانس کے لئے جا رہا ہوں۔

سگریٹ کے لئے لکھ دیا۔ اصرار علی بہت یچھے ہیں۔

ایک زمانہ تھا اولگاز کے بعد تیرہویں صدی سے طفت اٹھانے کے لائق جب ہوا تو اس پر فخر کرتا تھا۔ آج ناصر علی میری معمولی تحریر یعنی ایک خط کا جو انہیں بھیجا تھا، اپنے پرچے میں اقتباس لینا چاہتے ہیں۔

اکتوبر کا ”صلائے عام“ بڑے اہتمام سے نکلنے والا ہے۔ نوٹے کا پرچہ بھیجوں گا۔

اور سب خیریت - جواب جلد دینا - مٹھیا کی تباخ میں کوئی تئیر ہوا تو اطلاع
 دوں گا، خاموشی کے سچھنا کہ ۲۲ تباخ بدستور رہی -

تمہارا

مدی

مختصیل - اللہ آباد

۲۴

میرے پیائے شیخ! میں نہیں جانتا کہاں سے آغاز تحریر کروں۔ تم
 ہو گئی کچھ تم کو لکھا لکھا یا نہیں، گو تمہارے محضر پریشانی یعنی خط کے اٹھتے تھے۔
 بھوج کی علالت کی پیچیدگیوں کے ساتھ بچوں کا آئے دن کا روگ۔
 خدا جانے تم پر کیا کیا گزری ہوگی۔ ایک دل وہ بھی مضطرب، افکار کی انتہا نہیں۔
 سچ یہ ہے تم بہت سخت جان ہو۔ لیکن پیائے از زندگی کشمکش کا نام ہے۔ بہادر
 ہو چکی اب تو پت جھڑ رہ گئی ہے۔ جب تک یوں بھی گزے غنیمت ہے۔ میں اتنی
 دور پڑا ہوا ہوں کہ زبانی جمع خرچ کا بھی موقع نہیں۔ مگر یاد رکھو میری بہترین ہمدردیاں
 تمہارے ساتھ ہیں۔

کیا واقعی تم نے استعفا دے دیا؟ آنکھوں میں آنسو بھرائے، اور جس وقت پہلی
 دفعہ معلوم ہوا دل کو سخت چوٹ لگی۔ غالباً رخصت مل گئی ہو، مفصل لکھو۔

میں اپنی سرگزشت کیا لکھوں بے وقت کی شہنائی ہوگی جس عیش کے
 افسانے بہترے مئے کچھ دیکھے۔ لیکن میں یہاں بھی تمام دنیا سے الگ ہوں۔
 خیام کا فلسفہ زندگی کیا چاہتا ہے؟ اچھے اچھے بتائیں گے کہ اس کی
 خیالی تکمیل بھی ممکن نہیں! لیکن ذرا دیکھنا میرے پہلو میں کون بیٹھی ہے؟
 نیند اسکی ہے دماغ اسکا ہے انہ۔

کبتک آؤ گے، منی آرڈر تمہارا منتظر رکھا ہے۔ اور سب خیریت۔

فدائی

ہمدی

کیمپ بارہ ۱۹ ۱۵

میرے پیارے شیخ! مدت کے بعد یاد فرمائی گا شکر یہ جس طرح
 شراب صہنی پُرانی ہو تیز ہوتی ہے تمہاری تاخیر بھی دیرینہ روابط اتحاد کے لحاظ
 سے ”بے کیف“ نہیں ہوتی۔ لیکن روز کے پینے والے کو ”مخہ کی لگی“ ہفتوں اور مہینوں
 نہ ملے تو خمارِ مستی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور یہ آئینِ زندگی (وفا) کے خلاف ہے۔ اب
 ذرا خیال رکھئے گا۔

شکر ہے میرے ساتھ تم بھی اپنے ضروری فرض سے نہٹ لئے صرف
 فرق یہ رہا کہ تم نے سیکڑوں کو ”برادری کا بھات“ نہیں بریانی کھلائی۔ اور میرے ہاں

کھانے کی میز پر کسی وقت ایک درجن سے زیادہ آدمی نہیں تھے۔ اس پرچند دوائے کے ساتھ بھی کیا تم یقین کر سکتے کہ میری نگاہ میں میز کے سرے پر ایک کرسی خالی ہوتی تھی اور اسے تھکے سوا دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت بھر نہیں سکتی تھی۔

ایک مہمان مشترک سے معلوم ہوا تھا کہ بھانجہ دوران تقریب ہی میں علیل ہو گئی تھیں۔ تم نے بعد میں ٹیکس ادا کیا ہو گا۔ اب پردیس میں کرنا جمیلہ کی طرح صرف فلسفیانہ رنگ ہے۔ دردِ سری سے بچ جاؤ گے۔

میں جب وہاں ہوا ہوں تو ضابطے کی ملاقاتوں میں اتنا وقت نکل جاتا ہے کہ تم سے یا فراغ سے مل کر سیری نہیں ہوتی۔ نہ تم دونوں کوئی شغل مشترک پیدا کر سکتے ہو جس سے جی بٹلے۔ اس سے میری غرض بازار می مشغفے سے نہیں ہے۔ خدا جانے کیا چاہتا ہوں۔ میں نے آج تک پی نہیں، گواؤنچی، اوپنچی سو سائٹیوں میں رہا لیکن جی چاہتا ہے کسی موقع پر تھکے ساتھ زاہد خشک یعنی آفرغ ہو اور دورِ ساغر ہو۔ اور کچھ دیر کے لئے ہم خیام کے فلسفہ زندگی سے نطف اٹھائیں۔

..... یہ نازک خیالی کا خون کر رہا ہوں، اسکے لئے پھڑپھڑا کی جھٹکا ضروری نہیں بلکہ پازیب کی آہستہ چھما چھم ”وہ نمٹہ ہستی ہے جس سے جلتے جی ایک منٹ کے لئے بے نیازی جائز نہیں۔

آٹھ نو برس اور رہ گئے ہیں۔ پچاس کے بعد اگر رہ گیا تو ان لطیف جذبات کو جو میری روح زندگی میں ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنا ہو گا۔ پھر زندگی نہیں، ایڑیاں رگڑنا

رہ جائے گا۔ افرغ کنائے آگ لیکین مضبوط ہے۔ انشاء اللہ سخت جان بھی ہوگا۔
ہم تم ہوا کے ایک جھونکے کے ساتھ معلوم نہیں کہاں ہوں گے، اور ہوں گے بھی
یا نہیں! -

چار صفحے ہو گئے مطلب کی بات رہ گئی۔ ہو سکے تو افرغ کے ساتھ چل کھڑے
ہو۔ دامن کوہ میں ایک چشمے کے کنارے میں خیمے میں اس وقت پڑا ہوں۔
آؤ ذرا ایک دفعہ میری گرجو شیوں سے لطف اٹھا لو۔ ہمدی پھر کہاں، شیخ
کہاں، افرغ کہاں، قصے رہ جائیں گے۔

افرغ پر تھاری نوک جھونک، تھاری بھانج دیکھ کر ہنستے ہنستے لوٹ گئی۔
جرح یہ ہے کہ افرغ کو دکھا کے خط بھیجا تھا؟۔ اقراری جواب لطف میں اضافہ کریگا۔

ہمیشہ تمھارا

ہمدی

تحصیل ڈیرا پور۔ ۳۰ ۱۴

بھائی شیخ! مفصل خط ملا اور اس راحت افرخ سے خوش ہوا کہ تم
مرض کے قطعی سہتصال کی امید دلاتے ہو۔ خدا کرے موجودہ خلش بھی جاتی ہے اور
میں تم کو اصلی حالت میں چہرہ یکہ سکوں۔ آج بڑی سے بڑی آرزو یہ ہے کہ تم ایک تہہ

دُنیا چھوڑنے سے پہلے مجسمہ تندرستی بن جاؤ۔ لیکن ایک مانہ تھا جب ہم تم خیالات و جذبات کے لحاظ سے پیکرِ مستی بنے رہتے تھے۔ دن گزرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

اِس خانہ و مادامی کا شوق نہیں جس سے مجھے ضد سی ہے۔ یعنی میں نے تعلق کے یہ جہنی سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کی دھچکیاں اگر بڑھانے کے تو کم سے کم باطبیعت نہو۔ جمیلہ صاکنہ بھی اسی اصول پر مجھ سے علیحدہ ہوئی ہیں۔ اور تم کو حیرت ہوگی کہ جمیلہ کے ساتھ ایسا ہی بڑا ہوا ہے جیسا کہ کسی اونچے سے اونچے گھرانے میں ممکن انجیال ہو سکتا ہے۔

ایک لطیفہ یہ ہے کہ میں کبھی در دوسری کا شائق نہیں رہا، تمام عمر بھائی صاحب بیکار ہے اور میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اب یہ منصب بھائی آفران کو ملا ہے۔ تقریباً سارا انتظام ہفتوں پہلے سے اُنکے چارج میں تھا۔ اور گو رکھپور کے قیام میں کسی سے کسی قسم کی مدد لینی نہیں پڑی۔ وضعداری اور خلوص کے ساتھ ایثار کی کوئی بہتر نظیر میرے خیال میں موجود نہیں ہے۔ جس وقت میری تندست اور صاف ستھری ذہنیات ایک جا ہوتی ہے بعض وقت موزونیت کو دیکھ کر کانپ جاتا ہوں کہ خدایا اس حالت کو قائم بھی رکھیو۔ سب تو سب کسے معلوم تھا جمیلہ، صاکنہ کی پھوپھی (عزیز بیگم) ام جمیلہ کی صرف جانشین نہیں بلکہ حامل روایات اور بزم وطن کی روح رواں بنی ہوگی۔ یہ سہما صرف دیکھنے کے لائق ہے، قلم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ بھائی آفران پر سال میں دو مہینے جذب طاری رہتا ہے۔ رمضان اور ربیع الثانی میں رحیم کی اُن کی ٹٹنی رہتی ہے۔

کبھی یہ اچھے اور کبھی وہ -

تم ڈیرا پور ضرور آؤ۔ یہی اصل علاج ہے۔ دوسرے میں ایک خیمہ تھا جسے
لئے غلغله ہوگا اور تمام سامان کھپسی۔ خدا بھاج کی طرف سے تم کو مطمئن کرے۔
سب یاد کرتے ہیں -

ہمدی

کمپ ڈیرا پور - ۱۳ ۱۴

پیائے شیخ! غسلِ صحت اور عطائے اختیارات پر دلی مبارکباد -
مفضل خط کے بعد کارڈ ملا لیکن دوسرے میں - اور سیکم کی اطلاع آئی کہ سگریٹ مینے
کی آخری تاریخوں میں جس قدر موجود تھی بواپسی ڈاک بھیج دی گئی -

اصولاً چائے وہی پلا سکتا ہے جو خود بھی پیتا ہو۔ پوسے لوازم کے ساتھ
پلانا بڑی درد سہی ہے۔ لیکن اگر اہتمام ممکن ہو تو نفیس کیک اور انڈے کی مختلف قسم
کی مٹھائیاں گلگتہ اور ممبئی نہ سہی الہ آباد اور لکھنؤ کے سوا انہیں مل سکتیں۔ گو رکھپور میں
میں نے ایک دفعہ بنوائی وہ اس لائق بھی نہ تھی کہ ہندوستانی ”صاحبوں“ کے سامنے
پیش کی جائے۔

بہترین طریقہ یہ ہے کہ دس پندرہ روز پہلے سے کارخانے کو فرمائش بھیج دی،
اور وقت کے وقت کچھ اس قسم کی لطافتیں یعنی کیک وغیرہ بہترین پھلوں کے ساتھ

جول سکیں بنگلے پر بھی بے۔ جب تک طرز معاشرت میں اتنا رکھ رکھاؤ نہ ہو کہ ایک قیمتی سٹ کے ساتھ گھر کی بیوی چائے کے پانی کے درجہ حرارت کی نباض ہو سکی سولین کو مدعو کرنا بڑی ذمہ داری ہے۔

ہاں مجھ کو بھی افسوس ہے کہ یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں ملتا۔ تین مہینے کی رعایتی رخصت پڑی ہے۔ مانگی، لیکن حکماً ملتوی کرنی پڑی تہنیت صلح (۱) کے انتظام ابھی سے ہو رہے ہیں۔ بڑے دن کی تعطیل میں ”حاجباً مخرج“ یہیں تشریف لے جاتے ہیں اس لئے دسمبر میں ایک دن کے لئے بھی کہیں نہیں جاسکتا۔ پچھلی آزا دیوں کی کسرتکل رہی ہے۔ جم کر ایک ہی جگہ کا ہو گیا ہوں۔ کبھی دو ایک دن کو نکلا بھی تو لکھنؤ سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔

صفدر مرزا پوری جس قسم کا سرمایہ چاہتے ہیں وہ میرے ”دور جدید“ کی تحریرات میں مل سکتا ہے۔ عہد قدیم کے میرے اور تمھارے خط جس قدر محفوظ ہیں ان کے دینے میں کچھ ہرج نہیں۔ لیکن ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

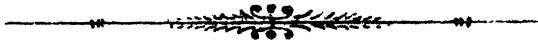
تمھاری صحت سے میرے دل کا بارسا جاتا رہا۔ حذایہ حالت قائم رکھے اور چند سال گریں عافیت سے گزر جائیں۔ آج تک ”مجموعہ مضامین“ کو ترتیب نہ دے سکا۔ ادبی رنگ عمر کے ساتھ گہرا ہوتا جاتا ہے، لیکن اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ اور سب خیریت۔ ۲۶ کو کلکٹر میری تحصیل میں آئے ہیں۔

کیمپٹ پراپور۔ ۶/۳۱

پیائے شیخ! آپ کا کارڈ مل گیا تھا، جواباً اس لئے نیکھ سکا کہ کان پور کا پتہ یاد نہیں رہا تھا کہ دفعتاً معلوم ہوا آپ نے گورکھ پور میں ایک جڈ مگر موزوں قالب اختیار کیا، اور خوش ہوا کہ ایک بہتر صورت نکل آئی۔ زندگی اگر ہو بھی تو جینے کے لائق مشکل سے دو چار برس نکلیں گے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے کہ آخری آیام اس طرح گزریں کہ حال کا ماضی سے پیوند ہو سکے۔ اسکے لئے جس قسم کی موزونیت ناگزیر ہے اور جو دنیا میں بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے، کم سے کم چلتا ہوا ہاتھ کچھ اشک شونی کر دیتا ہے۔ ہر بات آپ کے مذاق کی نہیں ہو سکتی۔ یعنی بہتر سے امور ہیں جو دولت کے ساتھ بھی غیر اختیاری ہیں لیکن جب معمولی نصیب زندگی بھی ساتھ نہ دے سکے تو خوشدلی صرف گراں قیمت نہیں بلکہ ناقابل حصول ہوگی۔ میں نے اس رفر کو ابتدائے زندگی میں سمجھ لیا تھا، اور گو وقت نے کھل کر ساتھ نہیں دیا، موانع بھی مختلف پیرائے میں پیش آتے رہے تاہم مقصد اصلی ہمیشہ پیش نظر رہا اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں شکش جاری رکھی، اور خوش ہوں کہ ایک وضع پر نہج گئی۔

میں اس وقت تحصیل سے چھپس میل پر ہوں، سرکاری خیمے کے ساتھ۔ ایک بڑی کا ڈیرہ مل گیا ہے۔ اس لئے میری روح رواں یعنی نور جہاں بھی سایے کی طرح ساتھ ساتھ ہیں، اور آپ کے بھتیجے بھی جن کی شایستگی سے آغوش ہو گئے

اور جو آپ کو یاد ہی نہیں کرتے بلکہ شاکی ہیں کہ آپ کی خدمت میں باریابی کا وقت آنکو بہت کم ملا۔ کیا بتاؤں کس طرح دوڑے میں خوش وقتی ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی ہے۔
 حُسن، سلیقہ، نفاست، کامل صحت کے ساتھ، زندہ دلی کی صیتی جاگتی تصویر، اگر
 مجسمہ جذبات بنی ہوئی پہلو میں موجود ہو، جو اپنے رفیق کی زندگی کے ہر صیفے کی انچارج
 ہو تو بتاؤ خیام کی دُنیا یعنی آج کے مقابلے میں وعدہ فردا (یعنی بہشت) اُدھا رہے
 یا نہیں؟ آپ کے مذہبی جذبے کو ٹھیس لگانا منظور نہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ وہاں
 بھی اُنھیں کے حصے میں کچھ آئے گا جو یہاں چین کر جائیں گے۔



ابو ابو ظفر صاحب کے نام

پنجار
۹ مئی ۹۶

مائی ڈیر ظفر! سرپ کی ایک بوتل بھیجتا ہوں، مگر اس خیال کے ساتھ کہ تمھاری شکایت کو اور ترقی ہوگی۔ زائد بوتلیں نہیں آئیں، اور بتائیں اُن میں سے بھی صرف دو میرے حصے میں، جس میں سے ایک آپ کی نذر ہے۔

بہر حال یوں سمجھئے ”سیمپل ہائل ہے۔ انگریزی مذاق کی رعایت سے سرپ زیادہ شیریں نہیں ہے۔ تم بچوں کی طرح بہت میٹھی چیز پسند کرتے ہو۔ تاہم لطافت میں شک نہیں۔ بہار سرپ افسوس! نہ آیا ورنہ کہنے کو ہوتا۔“

چھلکائیں بھر کے لاؤ گلابی شراب کی
تصویر کھینچیں آج تمھارے شباب کی

لیکن اُمید ہے مجھ کو مسر ظفر سے شرمندہ نہ ہونا پڑے گا۔ کیا یہ صحیح ہے تم عین وطن میں کرو گے؟ میں تو ار کو انشاء اللہ آؤنگا، بلکہ شاید سنیچر کی شام کو۔

میری صحت اب بہت اچھی ہے۔ جس طرح دفعتاً تنزل سے مانوس ہو گیا تھا اُسی نسبت سے اب جلد جلد ترقی کر رہا ہوں اور اتوار تک غالباً بالکل مختلف شخص ہوں گا۔

آغا صاحب فرماتے ہیں کل برادری کا کھانا ہے۔ وہ اب ضرور آئے گا۔

سنہ ضروریہ میں صرف ہی ایک چیز ہے جو اس سے چھوٹے نہیں پاتی۔ سرجان
آپ لوگوں کے ہاتھ تک چکے جب دیکھئے موجود۔ خیر ان دونوں سے کہدینا مجھے میسر
یا ذکر لیں گے۔ اوروں کے دسترخوان پر فیاضی اصولاً بُری چیز نہیں ہے۔ یہ تحریک اس
ضرورت سے ہے کہ میں بیماری سے نیا نیا اُٹھا ہوں۔ نیت ٹھیک انہیں رہتی۔ تم سب
بے اعتدالیاں کرو گے مجھے انقباض سارہے گا۔

ہاں ظفر: میری علالت سے تمہارا چنار ٹرپ بے لطف رہا اور تم نے تکلیف
اُٹھائی۔ خیر! پھر تلافی ہو جائے گی۔ میری شرمین شاندار آئیں۔ تم کیسے ہے؟
فدائی۔ ہمدی

گورکھپور
۳ - ۳۴

پیائے ظفر! آپ کے دو مفصل عنایت نامے ملے۔ الفاظ نہیں
ملے کہ آپ کی مہرانیوں کا شکریہ ادا کروں۔ مرسلت کی کمی غالباً اسی وجہ سے ہوگی
ورنہ آپ کی سچی محبت کا اقتضا کم سے کم یہ ہونا تھا کہ میں آپ کو روزانہ لکھتا۔

آپ کی مدلل رائے سے میں اختلاف کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ میری
خوش نصیبی ہے کہ کس پرسی میں آپ شخص میرے معاملات میں اس حد تک دلچسپی
رکھتا ہو۔ مگر کیا کروں یا کسی کسی طرح پھیپھانیں چھوڑتی۔ میرا خیال ہے صاحب میرے لئے

کچھ نہیں کر سکتے تین سال کی مسلسل میڈس میرے لئے باغِ سنہرے سے زیادہ گہنی گزرنی پاتا ہوئیں۔ ایک زمانہ تھا جب میں ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیا گیا تھا۔ مسٹر اسپنسر نے قطعی طے کر لیا تھا۔ کمشنر کی منظوری سے عرصے تک سب پروٹم رہا جس کے بعد جدید سرکلر کے مطابق دو سطر کی چٹھی مجھے مستقبل سے قریب کر سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کہنے کو آندھی کرنے کو خاک۔ باتوں باتوں میں خوش کر دیا جاتا تھا۔ دگر ہیچ۔ سنا کر لکھا انگریز جس قدر کہتے ہیں اُس سے زیادہ کر دکھاتے ہیں۔ گر اس کو میرے نصیبوں کی گردش سمجھے کہ میری حالت تشنہ راہی۔ یہ نہ سمجھے گا میں اپنے حقوق کا زائد از احقاق امانہ کرتا ہوں۔ اب تو خیر سب گئے ہوئے لیکن کبھی وہ ضرور زائد ادا کافی تھے۔ بہر حال مجھ کو کچھ اُمید نہیں۔ اور سروسٹ جب صرف امانت رہی تو دُکھ بھرنے کے لئے بہتیرے دن بڑے ہیں۔ اگر میں ایک اچھا نائب تحصیلدار ہو سکتا تھا تو نسبتاً ہمیشہ ایک خراب امین ثابت ہوں گا۔

یہی خیالات ہیں جن کے اعتبار پر جی چاہتا ہے کچھ دن اور نوابی کر لوں۔ کیونکہ بیکاری میں بھی نہایت مطمئن زندگی بسر کر رہا ہوں۔ شان اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ وہ اب ایسے اگر یہاں آجائیں تو میرے نیم آراستہ کمرے (نیم آراستہ میں نے اپنے خیال سے کہا ورنہ ہندوستانوں کو گھبرا دینے کے لئے یہ بھی بہت ہے) میں نمبر پاؤں جوتے سے خالی کئے ہوئے کبھی اند آسنے کی جُرأت نہو گی۔ خیر یہ تو ایک مذاق تھا۔ بعض خانگی ضروریات صحت کی حالت مجبور کرتی ہے کہ میں نومبر سے پہلے دہلی

نہ چھوڑوں۔ علاقے کا ٹھیکہ کرنے والا ہوں ورنہ چار سو کے قریب گورنمنٹ کو مالگزار می
میں اس سال دینے پڑیں گے۔ ہاں نومبر سے زیادہ وسعت نہ دلے گا۔ گو میں احتیاطاً
دو مہینے کی رخصت مانگی ہے۔

تم کو یقین آئے نہ آئے۔ میری آخری دلچسپی جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ تم وہاں مع جو
ہو اس لئے جلد آنے کی کوشش کرونگا۔ تم ہرگز یہ نہ سمجھو میں نے تمہاری رائے کی
بے قدری کی۔ دُنیا مٹنے پر بھی یہ ممکن نہیں۔ تم کو اور بیگم کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہوں۔
ہاتھ دشمنوں کی چوری کیسی ہوئی، ہنغصل لکھو۔ سس ظفر کو خدا اچھا کرے۔
میں نے اُنکے لئے غلط مشورع دے ڈھونڈھ نکالا۔ چُرٹ وغیرہ سب ملے گا۔ تمہارے
طعنے مٹنے کی پروا نہیں کرتا۔ بیگم کی طرف سے بیگم کو سلام۔ میری دُعا۔ اور سب
خیریت ہے

تمہاری

گورکھپور ۱۴ نومبر ۱۹۶۶

میرے پیارے ظفر! مجھے نہایت افسوس ہے، امر اسلت کے اعتبار
سے اس ہفتہ میں کسی قدر سُست رہا۔ تمہاری دلچسپ تقریریں بالخصوص داد طلب ہوتی
ہیں۔ لیکن معاف کرنا۔ "SPRING MEET" کی تقریب سے ہم لوگوں یعنی انگریزوں میں
بڑے بڑے جلسے ہے۔ گھوڑ دوڑ ہوئی۔ میرے لئے یہ فرض سا تھا کہ اسٹنڈ پر مع اپنے

اشان کے موجود رہوں۔ خبط معلوم ہی ہے۔ بہر حال تم بے طرح یاد آئے۔ جھک کر اس لئے کہ ایک مشہور نوٹوگرافر نے گروپ لیا، ساتھیوں کو ڈارک کپڑے پہنا تھے اور میں نے ایک ہلکے رنگ کا سوٹ پہنا تھا محض اس خیال سے کہ BEAK OF THE GROUP معلوم ہوں۔

یونین کلب علی گڑھ کے گروپ میں مجھ کو مسٹر بیک کی قطع یاد تھی۔ تصویب اتفاق سے بہت اچھی آئی، اس لئے بہت خوش ہوں۔ ایک کاپی تمہارے ہند ہو گئی۔

اور سنئے! شرتیں جس کی ناپ تم نے خراب کرائی تھی ایک دوست نے پسند کر لیں۔ میں نے ہلور کے ہاں سے منگائی ہیں۔ "DIAGONAL" کے دو سوٹ ملے ہیں۔ غرض تم کو مرعوب کرنے کے لئے بہت سامان کئے گئے ہیں۔

میرے لئے گورکھپور چھوڑنا کچھ مشکل سا ہو رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں تمہارے جواب میں چپ سا تھا۔ گوپندرہ کو نہ آسکا۔ لیکن ۲۵ کی شام کو قطعی خیر باد کہوں گا اور ۲۶ کی دوپہر کو تم سے مصافحہ کرتا ہوں گا۔ تم اسے بے قاعدگی پر محمول نہ کرنا۔ صحت کی طرف سے مطمئن ہو چکا ہوں، کوئی وجہ بھڑکنے کی نہیں ہے۔ صرف کانفرنس کے لئے سب کمیٹی کرنے والا ہوں وہ ۲۰ کو ہو جائے گی۔ شہر کے روادار لوگوں کو شریک کروں گا۔ پچاس روپے صرف آپس کے دوستوں نے جمع کر لئے ہیں۔ غالباً سو سے بہت زیادہ تعداد ہو جائے گی، اور انسٹیٹیوٹ گزٹ کے

آئندہ پرچے میں میرا ذکر خیر دیکھو گے۔ سر سید سے راہ و رسم بڑھی ہوئی ہے۔ یہاں
 میں ایک مختلف شخص ہوں۔ تحصیل کے ذیل تعلقات سے کچھ سروکار نہیں۔
 ہاں! یہ میری رخصت کی منظوری کیوں نہیں آئی؟ کوئی جواب آنا چاہئے
 اپنی عدم موجودگی کا افسوس ہوگا۔ خیر! غازی پور ٹرپ میں تمہارا ساتھ دینگا۔
 باورچی کی تلاش کر رہا ہوں۔

مہدی



حاجی محمد عبدالرشید خاں صاحب

کے

نام

چند - ۲۳

مافی ڈیر رشید! میں نے افسوس کے ساتھ آپ کی واپسی کی

خبر سنی۔ افسوس خدا نخواستہ اس خیال سے نہیں ہے کہ ابوصفت اسکے کہ الہ آباد میں عوارض کی شکایت تھی، مگر آپ موسمی شدائد کا اثر قبول کرنے میں بہتوں سے پیچھے ہے۔ بلکہ مجھے یہ کہنا منظور تھا کہ میری عدم موجودگی آپ کی مع انجو واپسی کو میسر نہ ہوئی۔ بے لطف ثابت کر سکی۔ اس نقصان کی تلافی کا اگر کوئی پیرایہ ہے تو یہ کہ میں آپ کے مع پارٹی اس اتوار کو یہاں دیکھوں۔ مجھے بالکل معلوم نہیں کمشنری یا بورڈ سے میری قسمت کا کیا فیصلہ ہوگا اور اس لئے چاہتا ہوں اپنی سواپہر کی بادشاہت کے معظیات الامور میں آپ لوگوں کی خوش آئند موجودگی کو محسوب کر سکوں۔

حما ندری تا وقتیکہ میں آپ کے مدد نہ لوں قریب قریب زاہدانہ ہوگی۔ کیونکہ

بقسمتی سے مجھ کو وہ موقع کہاں نصیب جو ایک اچھے خاصے مشرع حاجی مسلمان کو ہدی لگے نہ چٹکری، گھر بیٹھے ملتے رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے طرز عمل کے اعتبار سے یہ کچھ ہی ہوں تاہم آپ کو اور آپ کے ساتھ اوروں کو مجبوراً اعتراف کرنا ہوگا کہ میں آپ کی طرح کھلا ہوا بت پرست نہیں ہوں۔ بہر حال ذائقے کا جہاں تک تعلق ہے غالباً میں آپ کو

مایوس کرنا پسند نہیں کروں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ دعوت شیناز ہو لیکن میں سمجھتا ہوں آپ ایک کافی حد تک کم خوراک آقع ہوئے ہیں اور مجھ کو آپ کے اعتدال کا فائدہ مل ہی رہے گا۔ رہیں و ضیافتیں، مجھے خوف ہے آپ کے بعض حالتے یہاں کسی قدر بیکار رہیں گے۔ وہ نارگھاٹ کے سوا یہاں کہاں (معاف کیجئے گا میں نار کو غلط معنے میں استعمال کر گیا) مختصر یہ کہ گویا نیلی آنکھوں کے سوا موجبات ترغیب نہیں ہیں تاہم آئیے اور لیتے آئیے کس کو؟ ظفر، ولہاب، یاسین اور فادر نقی کو۔ میں سینیچر کی شام کو آپ کو گوں کا منتظر رہوں گا۔ اگر آئیے تو شب اور اتوار لطف سے گزرے گا۔

ہاں ضروری بات یہ ہے میں نے سنا ہے ظفر کچھ بہک گیا ہے اور اکثر آپ سے ملتا ہے۔ بہر حال میرے سوا جو لوگ آپ سے زیادہ ملنے کی کوشش کریں ان کی اخلاقی حالت قابلِ طینان نہیں ہے۔ میں ظفر کو بہت چاہتا ہوں۔ یوں سمجھئے میرا بھائی ہے کسی طرح دل نہیں مانتا وہ اپنی بغیر سنٹوں پر نہ ٹوکا جائے۔ انگریزیت اور تہذیب پر نہ جائے گا یہ دکھانے کے دانت ہیں۔ سولیزیشن سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ عیوب کی جلا ہو جاتی ہے مگر مکلف لباس میں۔

عمدہ ترین خیالات کے ساتھ۔ میں ہوں آپ کا خدائی
ہمدی

